بندۂ مومن

ناشران

تاج کمپنی لمیٹڈ

لاہور کراچی ڈھاکہ

81330

جملہ حقوق بحق تاج کمپنی لمیٹڈ محفوظ ہیں۔

طبع دوم

سنہ ۱۹۵۹

Marfat.com

بندۂ مؤمن کی نشانی

ایک مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہیے؟ کن چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے؟ کن سے اجتناب ضروری ہے؟ وہ کونسے امور ہیں جو اخلاق کی تعمیر کرتے ہیں؟ اور وہ کونسے ہیں جو زہر ہلاہل کا حکم رکھتے ہیں؟ کن اصولوں سے زندگی بنتی ہے؟ کن سے بگڑتی ہے؟ اور روح کی آلودگی، فکر کی بیماری، عمل کی کمزوری کیونکر اور کیسے صواب اور صحت کا لباس پہن سکتی ہے؟ ان تمام باتوں کا جواب صرف اشرف الانسانؐ ہی کی تعلیمات اور ارشادات سے مل سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب ایسی ہی حدیثوں کے ترجمہ اور تشریح و تعبیر پر مشتمل ہے۔

به مصطفیٰ برساں خویش را که دیں ہمه اوست
اگر به او نه رسیدی تمام بولہبی ست

....

.....

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	ابتدا صفحہ	انتہا صفحہ
۱	نیت اور عمل	۹	۱۸
۲	اسلام کے ستون	۱۹	۳۱
۳	مسلم اور مہاجر	۳۲	۳۷
۴	ایمان کی علامت	۳۸	۴۱
۵	تباہ کن امور	۴۲	۶۰
۶	باوقت نماز	۶۱	۷۱
۷	اطاعت کے حدود	۷۲	۷۹
۸	اجر مزید	۸۰	۸۷
۹	بشارت اور نفرت	۸۸	۱۰۰
۱۰	عیادت کا صلہ	۱۰۱	۱۰۶
۱۱	محبت اور اختلاف	۱۰۷	۱۱۳
۱۲	والدین کے ساتھ حسن سلوک	۱۱۴	۱۱۹
۱۳	والدین سے گالی گلوچ	۱۲۰	۱۲۳
۱۴	صلۂ رحم	۱۲۴	۱۳۰
۱۵	یتیم کی کفالت	۱۳۱	۱۳۴

Marfat.com

۱۶	بیوہ اور مسکین	۱۳۵	۱۳۷
۱۷	حق ہمسائیگی	۱۳۸	۱۴۱
۱۸	مہمان کی عزت	۱۴۲	۱۴۸
۱۹	وحدت مسلم	۱۴۹	۱۵۱
۲۰	بچوں سے سلوک	۱۵۲	۱۵۶
۲۱	صدقہ	۱۵۷	۱۶۳
۲۲	اخلاق حسنہ	۱۶۴	۱۶۹
۲۳	مدارات	۱۷۰	۱۷۹
۲۴	لگائی بجھائی	۱۸۰	۱۸۴
۲۵	منافق اور منافقت	۱۸۵	۱۸۸
۲۶	تاک جھانک	۱۸۹	۲۰۰
۲۷	گناہ اور تمسخر	۲۰۱	۲۰۹
۲۸	تواضع اور تکبر	۲۱۰	۲۱۵
۲۹	دوری اور جدائی	۲۱۶	۲۲۴
۳۰	سچ اور جھوٹ	۲۲۵	۲۳۸
۳۱	ضبط نفس	۲۳۹	۲۴۲
۳۲	شرم و حیا	۲۴۳	۲۴۸
۳۳	بے شرمی اور بے حیائی	۲۴۹	۲۵۳
۳۴	مومن کی پہچان	۲۵۳	۲۵۷
۳۵	غدار کا جھنڈا	۲۵۸	۲۶۱
۳۶	سلام میں آغاز	۲۶۲	۲۶۵

Marfat.com

۳۷ سونا چاندی	۲۶۶	۲۹۳
۳۸ کھانا کھلانا	۲۹۴	۲۹۷
۳۹ سرگوشی کے آداب	۲۹۸	۳۰۵
۴۰ آگ سے بچنا	۳۰۶	۳۱۲
۴۱ حقیقی غمخوار	۳۱۳	۳۱۸
۴۲ مداومت عمل	۳۱۹	۳۲۴
۴۳ خدا کا حق	۳۲۵	۳۳۲
۴۴ نذر طاعت	۳۳۳	۳۴۱
۴۵ اسوۂ حسنہ	۳۴۲	۳۴۷
۴۶ باہمی جنگ	۳۴۸	۳۶۰
۴۷ نعمت و صحت	۳۶۱	۳۶۹
۴۸ خیر سگالی	۳۷۰	۳۷۴
۴۹ جھگڑالو	۳۷۵	۳۷۷
۵۰ قرآن کی تلاوت	۳۷۸	۳۸۵
۵۱ تسبیح و تقدیس	۳۸۶	۳۹۰
۵۲ سلام کا رواج	۳۹۱	۳۹۵
۵۳ مقام شرم	۳۹۶	۳۹۸
۵۴ اعتدال و توسط	۳۹۹	۴۰۲
۵۵ دعوت الی الخیر	۴۰۳	۴۰۶
۵۶ مومن کا وصف	۴۰۷	۴۰۹
۵۷ کام کی بات	۴۱۰	۴۱۴

Marfat.com

۵۸	باہمی مشورہ	۴۱۵	۴۲۶
۵۹	دعائے نبوی	۴۲۷	۴۳۳
۶۰	اونچ نیچ	۴۳۴	۴۳۹
۶۱	غم کا ازالہ	۴۴۰	۴۵۶
۶۲	بہتر صدقہ	۴۵۷	۴۶۱
۶۳	صدقہ اور خیرات	۴۶۲	۴۶۸
۶۴	عبادت کی کثرت	۴۶۹	۴۷۸
۶۵	خودنمائی و خودبینی	۴۷۹	۴۸۴
۶۶	پیام پر پیام	۴۸۵	۴۹۶
۶۷	شادی کی ترغیب	۴۹۷	۵۰۲
۶۸	عورت کی اجازت	۵۰۳	۵۱۱
۶۹	سوگ کی مدت	۵۱۲	۵۱۶
۷۰	وعظ و نصیحت	۵۱۷	۵۲۱
۷۱	مدح و تعریف	۵۲۲	۵۲۵
۷۲	چغلی کھانا	۵۲۶	۵۳۰
۷۳	قرآن کی تقلید	۵۳۱	۵۳۴
۷۴	گناہ اور قرض	۵۳۵	۵۴۰
۷۵	قسم کا بیان	۵۴۱	۵۴۴
۷۶	نیت کا اعتبار	۵۴۵	۵۴۷
۷۷	بیع اور قسم	۵۴۸	۵۵۲
۷۸	جانور کی خریداری	۵۵۳	۵۵۸

Marfat.com

۷۹	خیار مجلس کا ثبوت	۵۵۹	۵۶۵
۸۰	پھلوں کا سودا	۵۶۶	۵۷۰
۸۱	درگذر اور عفو	۵۷۱	۵۷۳
۸۲	قرض کا مسئلہ	۵۷۴	۵۷۸
۸۳	فیصلہ اور تحکیم	۵۷۹	۵۸۲
۸۴	گری پڑی چیزیں	۵۸۳	۵۹۱
۸۵	کثرت سوال	۵۹۲	۵۹۸
۸۶	علمار کی موت	۵۹۹	۶۰۲
۸۷	اختلاف و مخالفت	۶۰۳	۶۰۹
۸۸	صدقہ کی فضیلت	۶۱۰	۶۱۲
۸۹	ظلم و جور	۶۱۳	۶۱۷
۹۰	نیکی اور بدی	۶۱۸	۶۲۳
۹۱	خوف خدا	۶۲۴	۶۳۰
۹۲	خودکشی	۶۳۱	۶۳۴
۹۳	زنا کی برائی	۶۳۵	۶۳۷
۹۴	ایمان کی طرف سبقت	۶۳۸	۶۴۲
۹۵	اپنا محاسبہ	۶۴۳	۶۴۸
۹۶	بیوی اور شوہر	۶۴۹	۶۵۴
۹۷	رشوت	۶۵۵	۶۶۰
۹۸	جاہ و منصب کی طلب	۶۶۱	۶۶۵
۹۹	خالق اور مخلوق	۶۶۶	۶۶۹

Marfat.com

(۱)

نیت اور عمل

ایک روشن اور تاباں حقیقت

عن عمر بن الخطاب رضؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إنّما الاعمالُ بالنیّات و انما لکل امرئٍ ما نوٰی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیھا رواہ البخاری و مسلم وغیرھما وفی روایۃ زیادۃ فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہٗ ثم ضمھا بالجملۃ الاخیرۃ۔

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے ہر آدمی کو اس کی نیت کے مطابق ملتا ہے۔ جس نے دنیا کے لئے ہجرت کی اُسے دنیا ملے گی اور جس نے عورت کے لئے کی کہ اُس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اُس کے لئے ہے جس کی خاطر اُس نے ہجرت کی۔

Marfat.com

امام بخاریؒ اور مسلمؒ اور دوسرے محدثین نے اس حدیث کو روایت کیا۔ ایک دوسری حدیث میں مزید وارد ہوا ہے کہ۔ جس نے اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت خدا اور رسول ہی کے لئے ہے۔

لغت

اعمال...... اعمال میں جہاں "اعضاء" سر، ہاتھ، پاؤں، وغیرہ کا عمل شامل ہے، وہاں عملِ لسان یعنی اقوال بھی شامل ہیں۔

نیات...... نیت کی جمع۔ اس کے معنی قصد و ارادہ کے ہیں۔ دوسرے وسیع معنوں میں اس کے معنے ہیں قلب کا کسی نفع کے حاصل کرنے، یا ضرر کو دفع کرنے کی طرف میلان۔

شرع کی اصطلاح میں نیت سے مراد ہے وہ ارادہ کہ جو رضائے الٰہی اور امتثال حکم الٰہی کے لئے روبراہ لایا جائے۔

ہجرت ــــ ہجرت کے معنی ایک مکان کو ترک کر کے دوسرے مکان میں جانے کے ہیں۔ یہ "ہجر" سے ماخوذ ہے۔ اس کے لغوی معنے چھوڑ دینے کے ہیں۔ شرع کی زبان میں دارالخوف سے دارالامن کی طرف جانے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی مرتبہ بعض صحابہ مکّہ سے

Marfat.com

حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے' دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جانے کو بھی ہجرت ہی کہتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری مرتبہ مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تھے۔ جبکہ وہاں اسلام پھیل چکا تھا۔ بعد میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اللہ تعالےٰ نے جن چیزوں اور کاموں سے منع فرمادیا ہے اُن کے ترک کر دینے کو بھی ہجرت کہتے ہیں۔

دنیا ـــــ دنیا ادنےٰ کا مؤنث ہے۔ یہ دُنُوٌّ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی قرب کے ہیں۔ یہ انسان کی پہلی زندگی اور مخلوقات کی پہلی (دنیاوی) زندگی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

شرح

ایک آدمی صدقہ کرتا ہے۔ لوگوں کی مالی امداد کرتا ہے لیکن کیوں۔ کیا اس لئے کہ اُسے حاتم دوراں' دریا دل' اور سخی' کہا جائے۔ کیا اس لئے کہ بادشاہ کے دربار میں' وزیر کے ایوان میں حاکم وقت کے دولت کدہ پر اس کا ذکر شاندار تعریفی۔ اور مداحانہ الفاظ میں کیا جائے۔ یا وہ دریادلی کا مظاہرہ اسلئے کرتا ہے

Marfat.com

کہ اُس کے دل میں خدمت کا جذبہ کروٹ لے رہا ہے۔
ایک دوسرا شخص ہے۔ یہ بھی دریا دلی سے مالی مدد لوگوں کی کرتا ہے۔ اس عمل کا مقصد کیا ہے؟ یہ کہ ضرورت مند کو سوال کی ضرورت نہ پیش آئے اور وہ اپنی عصمت اور حیا کا تحفظ کر سکے۔ یا پھر اُس کا مقصد یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے راہِ خداوندی میں مال وزر صرف کرنے کی جو ہدایت کی ہے اُس کی پیروی کرے اور انفاق یعنی صرف کر کے رضائے الٰہی اور رضوان خداوندی حاصل کرے۔ غور کیجئے:۔

کہ دونوں آدمیوں کا عمل واحد ہے! یعنی صدقہ۔

لیکن نیت کے ساتھ ساتھ اس صدقہ کا درجہ بھی بدلتا جاتا ہے۔ پہلی صورت میں صدقہ کا مقصد دنیا ہے۔ تا کہ لوگ تعریف کریں اور وہ اپنی شخصیت کو لوگوں کی نگاہ میں محبوب اور مرغوب بنا سکے گویا کہ صدقہ کا محرک نیر حقیقی نہیں ہے، بلکہ کچھ اور ہے۔
دوسری صورت بہت بلند ہے۔ صدقہ کرنے والے کا جذبہ خدمت ہے۔ خلق خدا کی محبت ہے۔ انسان کی عزت اور کرامت کا تحفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کی پیروی ہے۔ ایسا شخص اپنے صدقہ اور عالی حوصلگی کا زیادہ سے زیادہ

Marfat.com

اجر دربار خداوندی سے حاصل کرے گا۔

دوسرے الفاظ میں یہ سمجھئے کہ پہلے شخص کا عمل بارآور نہیں ہوگا اور دوسرے کا ضرور ہوگا۔

ایک اور شخص ہے جو نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ لوگ دیکھیں اسکی تعریف کریں۔ اُسے پرہیزگار اور پارسا سمجھیں۔ اور ایک دوسرا شخص ہے جو نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ ایک فرض کی تعمیل کرے اپنے نفس کی تطہیر کرے۔ اپنے رب کی رضا حاصل کرے۔ اب بتائیے کیا دونوں کی نماز کا ایک درجہ ہے۔

ایک صحافی ہے۔

ایک شاعر ہے۔

ایک خطیب اور واعظ ہے۔

اور یہ لوگ مصلحت عامہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ امن اور سکون کی تلقین کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس امن پسندی کا مقصد سرکاری وظیفہ یا بادشاہ و وزیر کی خوشنودی ہے تو یہ بیکار ہے۔ اور اگر مقصد ہے فلاح ملی و ملکی تو باکار ہے۔ بات دونوں کی ایک ہے لیکن مقاصد دونوں کے جدا جدا ہیں۔ ذاتی مفاد جس کے پیش منظر ہے وہ اگر اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو پھر وہی شر اور فتنہ کی

Marfat.com

تلقین کرنے لگے گا۔ اور جو مخلص ہے وہ نفع و زیاں سے بے نیاز ہو کر برابر اپنے کام میں لگا رہے گا۔ بلکہ اگر اس راستہ میں اُسے شدائد اور مصائب کا بھی سامنا کرنا پڑے تو بھی راہ صواب سے منحرف نہیں ہو گا۔ اُس کی دعوت ہر حالت میں برابر جاری رہے گی۔

یہی کیفیت سارے اعمال کی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عمل نیت کا تابع ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی میزان میں تولا جائے گا اور اسی معیار پر پرکھا جائے گا۔ ہر عمل کے درجہ کا تعیّن اور انحصار نیت کے درجہ پر ہے۔ جس درجہ کی نیت ہو گی اُسی درجہ کا عمل ہو گا۔ اگر نیت اچھی ہے تو عمل بھی اچھا ہے۔ اور اگر نیت خراب ہے تو عمل بھی خراب ہی ہو گا۔ غرض یہ کہ عمل اور نیت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

صحت عمل اور صحت نیت

بعض دوسرے شارحین کا خیال ہے کہ صحت اعمال کا مَدار صحت نیت پر ہے ——— اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع کی نظر میں اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ بغیر نیت کے عمل کی کوئی اہمیت نہیں

Marfat.com

مثلاً وضو اور تیمم نیت کے بغیر اگر آدمی کرے تو اس کی نماز جائز نہ ہو گی. ضروری ہے کہ وضو اور تیمم سے پہلے وہ نیت کرے پھر اس کی نماز جائز ہو گی۔ اسی طرح نماز کے لئے بھی نیت ضروری ہے۔ بغیر نیت کے آدمی گھنٹوں اور پہروں نماز کے ارکان ادا کرتا رہے مگر نماز نہ ہو گی۔ حج کے لئے بھی نیت لازمی ہے۔ بغیر نیت کے حج بھی صحیح نہیں ہو گا۔ یہی حالت نماز کے وسائل ــــ وضو اور تیمم ــــ کی ہے۔ کہ نیت اُن کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔

تصریحات بالا سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ عمل اور نیت کا درجہ ایک ہی ہے۔ اور ہر عمل کی کوئی نہ کوئی جزا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یا انعام یا تعزیر۔ یا ثواب یا عتاب۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. ہر انسان کو جزا اُس کی نیت کے مطابق ملتی ہے۔ جس کی نیت خدا سے ثواب حاصل کرنا اور اُس کے حکم کی پیروی کرنا ہو تو اُسے ثواب بھی ملے گا۔ اور رب کی خوشنودی بھی۔ اور جس کی نیت بُری ہو گی۔ اسے بدبختی اور نامرادی کے سوا کچھ نہ ملے گا. جس کا مقصد صرف جاہ دنیا ہو اُسے ذرا بھی ثواب نہیں ملے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان کی مضرت اور منفعت نیت پر منحصر ہے۔

Marfat.com

ہجرت کی صورت

اب ہجرت کو لیجئے۔

ہجرت ـــــ یعنی دارالکفر۔ مکّہ۔ سے دارالاسلام یثرب۔ کی طرف ترک وطن۔ مگر جب مشرکوں کے قبضہ میں تھا تو ہجرت۔ بہت بڑا نیک کام بن گیا تھا۔ کیونکہ شعائر دین تکمیل و حرّیت کے ساتھ مدینہ میں بہ نسبت مکہ کے زیادہ بہتر طور پر انجام دیئے جا سکتے تھے۔

پھر جب مدینہ میں مسلمانوں نے توانائی حاصل کر لی اور ۸ھ میں مکّہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ تو پھر ہجرت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ اب وہ خود دارالامن ہو گیا تھا۔ دارالکفر نہیں رہا تھا۔ اب بھی اگر ہجرت جائز اور مستحسن ہو سکتی ہے تو اسی صورت میں کہ مسلمان کسی دارالکفر سے کسی دارالامن کیطرف ہجرت کریں۔ جہاں ایمان و عدل کی کارفرمائی ہو۔ امور شرع سرانجام پاتے ہوں۔ مسلمان عزت اور اقتدار کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ اس ہجرت کی صورت تا قیامت باقی رہے گی۔

Marfat.com

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک ہجرت کا ایک ہی درجہ نہیں ہے' جو اللہ اور اُس کے رسول کیلئے ہجرت کرے گا' اُسے خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل ہو گی۔ کیونکہ اس ہجرت کا مقصد خدمت دین ہی ہوسکتا ہے' یا پھر اعلاء کلمۃ اللہ کتاب اور سنت رسول کی تعلیم و تدریس کی صورت میں' ان دونوں کے لئے عمل' ان دونوں کا قیام' ان کی تمکین پس جو شخص خدا اور رسول یا کتاب و سنت کے لئے ہجرت کرے گا تو صحیح اور سچی ہجرت وہی ہے جو ہر سچے مسلمان کے لئے سزاوار ہے جس پر وہ ثواب جزیل اور اجر عظیم کا مستحق ہو گا۔

لیکن جس کی ہجرت دوسرے مقصد کے لئے ہو. مثلاً کسی کمال کے حاصل کرنے کے لئے یا کسی اچھی جگہ پر رہنے کے لئے یا قرضدار سے پناہ حاصل کرنے کے لئے یا کسی شریر سے پناہ حاصل کرنے کے لئے یا ظالم حاکم سے بچنے کے لئے یا استبداد پسند بادشاہ سے حفاظت کے لئے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے اور اُس کے ساتھ خوشگوار اور پر مسرت زندگی بسر کرنے کی خاطر یا اسی طرح کی اور دنیاوی مصلحتوں یا ذاتی غرضوں کے پیش نظر تو اس کی ہجرت اسی ذیل میں آئے گی. جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے اُسے خدمت دین کا

Marfat.com

ثواب نہیں ملے گا۔ بلکہ کسی قسم کا ثواب نہیں ملے گا۔ اُس وقت تک نہیں ملے گا جب تک اُس کا مقصد قربِ الٰہی نہ ہو۔ کیونکہ جزار کا انحصار عمل پر ہے۔ جو بدلہ نیک اور صالح لوگوں کو ملتا ہے وہ اُسے نہیں مل سکتا۔

اس حدیث نے ہم میں جو جذبہ اُبھارا ہے وہ ہے معالی امور کا یہ حدیث ہمیں اخلاص اور اطاعت کا درس دیتی ہے۔ خدمت دین پر آمادہ کرتی ہے، اگرچہ ہمیں ترک وطن کیوں نہ کرنا پڑے۔ صرف وطن ہی نہیں مال، دولت، ماں، باپ، اولاد، بھائی بہن سب کو چھوڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔

Marfat.com

(۲)

اسلام کے ستون

ارکان اسلام کی نبوی تشریح

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان۔ رواہ البخاری

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ص

Marfat.com

اُس کے رسول ہیں۔

(۲) نماز کا قیام۔

(۳) زکوٰۃ کا ادا کرنا۔

(۴) حج۔

(۵) رمضان کے روزے۔

لغت

اسلام ——— لغات میں اسلام کے معنی ہیں، انقیاد اور خضوع کے۔ یا امن و سلامتی میں داخل ہونے کے

السلم ——— جنگ کی ضد یعنی امن

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو زبان سے اللہ اور رسول پر ایمان کا اعتراف۔ دوسرے اس اعتراف لسانی کی قلب سے تصدیق۔ یعنی قول و فعل کی یکسانیت۔ یہ آخری قسم صحیح ترین اسلام ہے۔

الصلوٰۃ ——— صلوٰۃ کے اصلی معنی ہیں، دعا کے اور اس کے معروف معنی ہیں عبادت کے جس میں دعا بھی شامل

Marfat.com

ہوتی ہے اور اللہ کی طرف توجہ بھی۔ اقامت صلوٰۃ سے مراد ہے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا۔ اور نماز کے دوران میں جو پڑھا جائے اس کے معانی پر غور کرنا اور نماز کے مقصد کو یاد رکھنا اور سمجھنے کی کوشش کرنا

اقامت ــــ اقامت کی تفسیر میں بیان کیا جاتا ہے کہ اقامت صلوٰۃ سے مراد ہے پابندی سے نماز کا پڑھنا اور وقت پر نماز کا ادا کرنا۔

زکوٰۃ ــــ زکوٰۃ کا مصدر ہے زکار ــــ کھیت جب کہ نشو و نما حاصل کر لیتا ہے تو عربی میں کہتے ہیں "الزرع یزکو" عرف شارع میں زکوٰۃ اس خاص حصہ کو کہتے ہیں جو انسان اپنے مال میں سے اللہ تعالےٰ کے حق کے طور پر نکالتا ہے تاکہ یہ رقم حاجت مندوں پر اور ملّت کے مصالح عامہ پر صرف کی جائے۔

الصوم ــــ صوم کے لغوی معنی ہیں امساک کے۔ یعنی کسی چیز سے رک جانے کے۔ شرع میں صوم کے معنی ہیں ابتدائے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک۔ سارے دن کھانے پینے اور جماع سے علیحدگی۔

الحج ــــ لغت میں حج کے معنی ہیں قصد و ارادہ کے۔ اور

Marfat.com

لسان شارع میں حج سے مراد ہے بیت الحرام (جو مکہ معظمہ میں ہے) کا زمانہ مخصوص میں قصد تاکہ اس کا طواف کیا جائے اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی جائے اور عرفہ میں قیام کیا جائے۔

عرفہ ایک وسیع وادی کا نام ہے جو مسجد حرام سے تقریباً دو ہزار کیلو میٹر پر واقع ہے۔ علاوہ ازیں حج میں دوسرے شعائر معروفہ بھی داخل ہیں۔

شرح

جس طرح ایک گھر کی تعمیر میں پتھر، لکڑی، چونا، مٹی، ریت، لوہا، سیمنٹ وغیرہ شامل ہوتے ہیں، اور جن پر گھر کی بنیاد اور تعمیر کا انحصار ہوتا ہے اسی طرح خانۂ اسلام کے بنیادی عناصر ہیں، اعتراف باللسان، تصدیق بالقلب، عمل صالح وغیرہ۔ مذکورہ حدیث میں بھی اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اسلام کی بنیاد مذکورہ امور پنجگانہ پر ہے۔ ان میں سے اگر ایک کم ہوگا یا کسی میں کوتاہی ہوگی تو یہ قصرِ روحانیت مکمل نہیں ہوگا۔ اسکی بنیاد کج رہے گی۔

اب ہم مذکورہ امور پنجگانہ پر الگ الگ تشریحی بحث و گفتگو کرتے ہیں۔

81330

Marfat.com

اقرار و اعتراف

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز ہے اس امر کا حقیقی اور واقعی اعتراف کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ پرستش کا صرف وہی سزاوار ہے۔ انسان کی تمام حاجتیں، تمنائیں اور ضرورتیں پوری کرنیوالا اکیلا وہی ہے۔ اُس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اُسی کے دست قدرت میں ہر امر اور ہر تدبیر ہے۔ جو لوگ اپنی ناسمجھی اور جہالت سے چاند اور سورج، حیوان اور گائے، بت اور مورتی کو یا انبیاء اور اولیاء کو پوجتے ہیں تو اُن کا یہ فعل باطل اور شرک ہے بلکہ یہ ایسی حرکت ہے کہ جو ہر چیز کا مالک و مختار ہے اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے اُن کی طاعت کی جائے جو خود اپنے کسی نفع یا ضرر کے مالک نہیں، اور اتنے ہی بے بس ہیں جتنا ایک معمولی انسان۔ انھیں نہ اپنی زندگی پر اختیار ہے نہ موت پر، نہ صحت پر نہ بیماری پر، نہ تندرستی پر نہ کمزوری پر۔

اسی طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتراف بھی ضروری اور لازمی ہے کہ آپ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی اور خاتم المرسلین ہیں ۔ گویا ایمان کی اساس اور بنیاد اعلان توحید اور اعتراف رسالت ہے۔

Marfat.com

نماز کی حکمت

نماز کی حکمت کیا ہے۔

یہ کہ خدا کے سامنے سر بسجدہ ہوا جائے۔ اُس سے گڑ گڑا کر دعا کی جائے۔ جو کچھ مانگا جائے صرف اسی سے مانگا جائے۔ نماز کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ رب اور بندہ کا رشتہ بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس کا نفس پاک ہو جاتا ہے اور فیض و خیر سے متمتع ہونے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، دنیاوی زندگی کے مصائب کا بار ہلکا ہو جاتا ہے۔ نفاق سے دوری ہو جاتی ہے اور اخلاص کا جوہر پیدا ہو جاتا ہے۔

نماز کا ایک اور اہم جسمانی فائدہ یہ ہے کہ انسان چست اور چالاک ہو جاتا ہے۔ وہ باقاعدہ ایک نظام اور پروگرام کی پابندی کرتا ہے۔ جس سے اُسے ورزشی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، نیز اُس میں یہ ملکہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ دوسرے امور بھی انجام دینے لگتا ہے۔ نماز کے سلسلہ میں اُسے قرآن بھی پڑھنا پڑتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ قلب خاشع اور ذہن حاضر کا مالک ہو جاتا ہے۔ علوم قرآنی پر اس کی وسیع اور گہری نظر ہو جاتی ہے۔ معارف قرآنی سے

Marfat.com

وہ آشنا ہوجاتا ہے۔ قرآن کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے۔ گمراہ نہیں ہونے پاتا۔ اُس کی عقل میں روشنی اور خیالات میں پاکیزگی، اور نفس میں صفائی آجاتی ہے۔ اور سچ پوچھئے تو بنارِ اسلام کے عناصر اساسی بھی یہی ہیں

زکوٰۃ کا مقصد

زکوٰۃ کا مقصد کیا ہے۔

زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے مال کا ایک قلیل (چالیسواں) حصّہ جو آپ کے واقعی ضروریات سے زیادہ ہے فقرار اور مساکین کیلئے وقف کردیں۔ اس رقم سے ملّت کو بہت سے اجتماعی اور انفرادی فائدے حاصل ہوتے ہیں، مثلاً حاجت مندوں کی دستگیری، فقیروں اور ناداروں کی امداد، غلاموں کی آزادی، قرضداروں کے قرض کی ادائیگی۔ گویا زکوٰۃ ایک ایسی چیز ہے جو قصرِ اسلام کی استواری میں بہت زیادہ مفید اور معین ہوتی ہے۔

ایک انسان زکوٰۃ دے کر بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے جو لوگ فقر اور تکلیف کی زندگی بسر کرتے تھے اور اس مال کے ملنے پر سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنے لگیں تو وہ آپ سے محبت کرنے لگتے ہیں

Marfat.com

آپ کو صدق دل سے دعائیں دیتے ہیں آپ کی حفاظت کرتے ہیں، آپ کے لئے نیکی اور صلاح کے متمنی رہتے ہیں ضرورت کے وقت آپ کے کام آتے ہیں اور آپ کے لئے ہمیشہ خیر کے جویا رہتے ہیں کیونکہ ان کے رزق کا مصدر اور تمناؤں کا مرکز آپ ہی کی ذات ہوتی ہے۔

یہ فائدہ تو دوسروں کو پہنچا خود آپ کو کیا فائدہ پہنچا؟ اسے سوچئے تو یہ پہلو بھی بہت روشن ہے، آپ کا مال پاک ہو گیا آپ نے دین کی خدمت کی، آپ کے مال سے مجاہدین اسلام نے جہاد کیا آپ کے نفس میں پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوئی، آپ بخل اور کنجوسی جیسی رذیل بیماری سے بچے رہے، آپ میں نیکی اور پارسائی کا جذبہ پیدا ہوا۔ آپ کا مقام مخلوق اور خالق کے حضور میں بلند اور ارفع ہوا۔ کیا یہ کوئی معمولی فائدے ہیں۔

روزہ کی مصلحت

روزہ کی مصلحت پر غور کیجئے۔

روزہ رکھنے میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے، جسمانی فائدہ تو یہ ہے کہ معدہ کو آرام ملتا ہے، اور وہ زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ چونکہ اسے آرام کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہ زیادہ چستی اور مستعدی کے ساتھ

Marfat.com

اپنا کام کرنے لگتا ہے۔

ذہنی اور روحانی فائدہ یہ ہے کہ آپ میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ جب آدمی فقروفاقہ کی زندگی بسر کرتا ہے، جب اُسے کھانا نہیں ملتا اور وہ بھوکا پیٹ ہوتا ہے تو اُس پر کیا گذرتی ہے، اُسے کیسی تکلیف ہوتی ہے، اُسے کس طرح کی اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس کا اندازہ آپ کر ہی نہیں سکتے جب تک بھوک کی تکلیف اور پیاس کی شدت سے آپ خود ذاتی طور پر واقف نہ ہوں، یہ تجربہ کرنے کے بعد ہی آپ اپنے غریب بھائیوں کے دُکھ درد کا صحیح احساس اور ادراک کر سکتے ہیں، اور پھر نیک اور صحیح جذبہ کے ساتھ اُن کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کر سکتے ہیں اور اُن کی بروقت مدد کر سکتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر عمل کر کے آپ اپنی روح کے شعور کو بیدار کر سکتے ہیں، اور اس میں فکروتدبّر کا مادہ پیدا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ تکلیف ہی انسان کے قلب و دماغ میں جلا پیدا کرتی۔ اور خیالات کی اصلاح و تعمیر کرتی ہے

روزہ آپ کو براہ راست خدا سے بھی مربوط اور متعلق رکھتا ہے۔ آپ اپنی خوشحالی پر اُس کی نعمتوں کا شکرادا کرتے ہیں، پھر اُس کے ذکر میں آپ رطب اللسان ہوتے ہیں، اور عبادت اور ذکر الٰہی کیطرف

Marfat.com

آپ میں زیادہ میلان اور رجحان پیدا ہوتا ہے۔

حج کس لئے

استطاعت کی صورت میں آپ بیت اللہ (واقع مکہ معظمہ) کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن کس لئے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں سید العالمینؐ نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا تھا، جہاں سے اسلام کا سوتا پھوٹا تھا۔ جہاں وہ گھر ہے کہ جو صرف خدا کی عبادت کے لئے، خدا کے نیک بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں عالم وجود میں آیا تھا۔

یہاں جب آپ پہنچتے ہیں تو بہت سے مراسم اور شعائر آپ کو ادا کرنے پڑتے ہیں، یہاں آپ طواف کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں، عرفات میں قیام کرتے ہیں، یہاں ذکر و تلبیہ اور تہلیل و تکبیر کرتے ہیں، پھر اُن ہی باتوں پر قناعت نہیں کرتے بلکہ قربانی بھی کرتے ہیں، صدقہ اور خیرات کرتے ہیں فقراء اور مساکین کی مدد کرتے ہیں جو دیار الٰہی میں موجود ہیں لیکن اُن کے پاس کھانے کو روٹی اور پہننے کو کپڑا نہیں۔

پھر یہ بھی یاد رکھیئے کہ سفر کی کلفتیں اُٹھا کر ایک طرف تو آپ نئے نئے

Marfat.com

تجربے حاصل کرتے ہیں، دوسری طرف آپ کے نفس کی اصلاح و تربیت بھی ہوتی ہے۔ دیار الٰہی میں پہنچ کر آپ کو یاد آجاتا ہے کہ سب سے پہلے اسلام یہیں سے نکلا، پھر بڑھا، پھیلا اور وسیع ہوا۔ اور اس یاد کے ساتھ تاریخ کے کتنے صفحات آپ کے سامنے کھل جاتے ہوں گے۔

حج کا سب سے بڑا فائدہ جو اور کسی صورت میں کہیں بھی نہیں حاصل ہو سکتا، یہ ہے کہ یہاں اطراف و اکناف عالم سے آپ کے مسلمان بھائی مجتمع ہوتے ہیں۔ مشرق سے بھی، مغرب سے بھی، شمال سے بھی اور جنوب سے بھی، سرسبز وادیوں سے بھی، برف پوش پہاڑوں سے بھی، بلندی سے بھی اور پستی سے بھی، شہر سے بھی اور دیہات سے بھی۔ دولت کدوں سے بھی اور غریب خانوں سے بھی، یہاں سے بھی اور وہاں سے بھی۔ یہاں آپ کو موقع ہے کہ نسل، قوم اور وطن کی حدبندیوں سے دور ہو کر ایک مسلمان کی حیثیت سے اسلام کے احیاء پر غور کریں۔ اس کی شان اور سربلندی کے معاملات اور مسائل پر باہمی صلاح و مشورہ کریں۔ دنیا کے مختلف خطوں کے مسلمانوں کے حالات سے براہ راست اور چشم دید واقفیت حاصل کریں۔ ایک دوسرے کے دُکھ درد میں کام آئیں، اور

Marfat.com

ایک دوسرے کی امداد واعانت کریں اور ایک دوسرے کے احوال ومسائل سے بصیرت اور موعظت حاصل کریں۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اسلام ایک انفرادی مذہب نہیں بلکہ وہ اجتماعی مذہب ہے۔ اس کے تمام شعائر ومراسم انفرادی اہمیت سے کہیں زیادہ اجتماعی اہمیت کے حامل ہیں، نماز اگر گھر میں پڑھی جائے تو وہ شرع کے نزدیک اتنی مستحق (ثواب) نہیں ہے جتنی مسجد میں جماعت کے ساتھ، زکوٰۃ نقد مال کی انفرادی طور پر ادا کرنا صحیح ہے مگر حیوانات کی زکوٰۃ تو باقاعدہ بیت المال میں داخل ہونی چاہیئے اور وہاں سے مصالح امت کے ماتحت صرف ہونی چاہیئے۔ روزہ کے لئے یہ اجازت نہیں ہے کہ سال بھر میں جب کوئی شخص چاہے ایک مہینہ کے لئے روزے رکھ لے بلکہ رمضان کے مہینہ میں روزے رکھنے ضروری ہیں اور تمام مسلمانوں کو اسی زمانہ میں رکھنا چاہیئے۔ اسیطرح حج اگرچہ ایک ہی مرتبہ عمر بھر میں صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے لیکن اگر ہر صاحب استطاعت مسلمان عمر بھر میں ایک دفعہ اس فریضہ سے سبکدوش ہولے تو اس سے دنیائے اسلام کو کتنے عمومی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

Marfat.com

یہ ہیں اسلام کے ستون۔

پس ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اُنھیں مضبوطی سے پکڑے رہے۔ اور اپنے اعمال میں اِن کی روح کو قائم رکھے۔ وَاللّٰهُ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔

Marfat.com

مسلم اور مہاجر

مسلمان کی شان کیا ہے

عن عبداللہ بن عمرؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ والمہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ. رواہ البخاری وابوداؤد والنسائی

عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا. مسلمان وہ ہے جو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ اور مہاجر وہ ہے جو اُن چیزوں سے دور رہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

Marfat.com

اسرار و حکم

گذشتہ حدیث میں لفظ اسلام کی شرح کی جا چکی ہے اور پہلی حدیث میں، ہجرت کی شرح بھی گزر چکی ہے۔

اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مسلم کے لقب کا کون مستحق ہے، اور مہاجر کا لقب کس کو سزاوار ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ وہ محارب جو ہمارے دین یا ملک پر حملہ آور ہوں اُن کے ساتھ جنگ کرنا اور پوری قوت سے لڑنا بالکل جائز ہے۔

شر سے سلامتی کے لئے زبان اور ہاتھ کا ذکر، دوسرے اعضاء سے قطع نظر کر کے اس لئے کیا گیا ہے کہ زیادہ تر ایذا کسی دوسرے کو زبان اور ہاتھ سے پہنچتی ہے، اگرچہ دوسرے طریقوں سے (زبان اور ہاتھ کے علاوہ) جو ایذا پہنچائی جائے وہ بھی حرام اور ناجائز ہے۔

جو شخص مسلمان نہ ہو لیکن ذمی یا معاہد ہو، مسلمان کا فرض ہے کہ اُسے بھی ہر طرح کی ایذا سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

مسلمان کی شان

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ نہ گالی بکے، نہ دشنام طرازی سے کام لے، نہ غیبت کرے۔ نہ چغلخوری کرتا ہو۔ منکر (برے کام) کا حکم نہ دیتا ہو۔ اور معروف (نیک کام) سے روکتا نہ ہو، لوگوں پر تہمت تراشی نہ کرتا ہو، اور جھوٹ نہ بولتا ہو، دھوکہ باز نہ ہو، اور فریب کار نہ ہو۔ جب تک کوئی بات صحیح طور پر اسے نہ معلوم ہو اُسے مُنھ سے نہ نکالتا ہو، کسی کا مذاق نہ اُڑاتا ہو، طنز و تعریض سے کام نہ لیتا ہو۔

بلکہ اس کی زبان شیریں ہو، اُس کے منھ سے کوئی بات خیر کے سوا نہ نکلتی ہو۔ اسی طرح مسلمان کی یہ شان بھی نہیں ہے کہ اُس کے ہاتھ سے کسی کو ایذا پہنچے، نہ وہ کسی کی کھیتی برباد کر سکتا ہے، نہ کسی کے جانوروں کو زہر دے سکتا ہے، نہ کسی کے مکان کو ڈھا سکتا ہے، نہ کسی کی زمین یا مکان کے حدود میں تغیّر و تبدّل کر سکتا ہے، نہ اُسے اجازت ہے کہ کسی کو مارے، نہ وہ اس کا مجاز ہے کہ کسی کو قتل کرے نہ اُسے یہ حق ہے کہ وہ کسی کا مال غصب کرے، نہ وہ اپنے ہاتھ سے کوئی ایسی بات کسی کو لکھ سکتا ہے جس سے اُس کی توہین اور

Marfat.com

ہتک عزت ہوتی ہو، یا اُس کی کرامت اور شرافت اور بزرگی کو گزند پہنچ سکتا ہو، یا لوگ اُس کے بارے میں مغالطہ اور گمراہی میں مبتلا ہو سکتے ہوں، نہ وہ کسی کے دشمن کی مدد کر کے کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، اُسے یہ اجازت بھی نہیں کہ وہ کسی کے دشمنوں کو دشمنی اور ظلم پر اُبھارے اور بھڑکائے۔

مسلمان کا ہاتھ

مسلمان کا ہاتھ شریف اور پاک ہوتا ہے۔

مسلمان کے ہاتھ سے خیر کے سوا کچھ سرزد نہیں ہوتا۔

مسلمان کا ہاتھ حق کے سوا کسی اور مقصد کے ماتحت نہیں اُٹھتا۔

لیکن اگر بچہ کو تربیت اور تادیب کے لئے ہاتھ سے ایذا دی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اسلام نے جرائم کے سلسلہ میں جو سزائیں مقرر کی ہیں اُن کی بجا آوری کے سلسلہ میں اگر کسی مجرم کے کوڑے لگائے جائیں یا اُس کے ہاتھ قطع کئے جائیں تو یہ بالکل جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی مفسد، یا باغی، یا قاتل کو پھانسی کی سزا دی جائے اور اُس کی جان لے لی جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ یا اگر کوئی شخص لوگوں کو ڈرائے دھمکائے

Marfat.com

اُن کے مال، جان، اور عزت آبرو کے لیۓ خطرہ بن جائے تو اُسے بھی جسمانی سزا دی جاسکتی ہے اور یہ سزا ہرگز خدا اور رسول کی نارضامندی یا ناراضی کا سبب نہیں ہوگی۔

اسی لیۓ مسلمان کے لیۓ یہ بھی زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنی آنکھ سے، اپنے کان سے، اپنی آواز سے، اپنے پاؤں سے اور دوسرے اعضا سے کسی مسلمان کو ایذا دے۔ بلکہ اُسے چاہیئے کہ وہ اپنے تمام اعضاء و جوارح سے مسلمانوں کی اذیت کا سبب نہ بنے، بدنگاہی نہ کرے، بری باتیں کسی کے بارے میں نہ سنے، کسی کے لیۓ ناشائستہ بات نہ کہے، کسی کو نقصان پہنچانے کے لیۓ چل کر نہ جائے جو یہ کام کرتا ہے وہی انسان کے لیۓ امن و سلامتی کا پیامبر اور لوگوں کے لیۓ خیر اور فلاح کا سبب بن سکتا ہے۔

مہاجر کی تعریف

مہاجر کی تعریف اس حدیث میں زیادہ وسعت معنی کے ساتھ پیش نظر ہے۔ اس حدیث مبارک کی رو سے مہاجر وہی نہیں ہے کہ جس نے ہجرت ظاہرہ ــــ یعنی دار الحرب سے درالاسلام کی طرف تبدیل اقامت، کرلی۔ اور اُس کی ہجرت پوری ہوگئی، بلکہ

Marfat.com

سچا اور صحیح مہاجر وہ ہے جو ـــــــــــــــــــــــ

ہر اُس چیز سے احتراز کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے

نہ قتل کرے نہ چوری کرے۔

نہ زنا کرے، نہ فاسق ہو۔

جھوٹی گواہی نہ دیتا ہو۔

شراب نہ پیتا ہو۔

نہ بخیل ہو، نہ فضول خرچ۔

منافق بھی نہ ہو، اور حق سے چشم پوشی کرنے والا بھی نہ ہو۔

غرض تمام امور محرمہ سے مجتنب رہتا ہو۔

مہاجر کے درمیان اور معاصی کے درمیان ایک بہت بڑا حجاب ہو۔

ایک بہت بڑی دیوار حائل ہو۔

مہاجر کا ہر عمل، خیر اور واجب کے دائرہ کے اندر ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ظواہر کو کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، ضروری ہے کہ وہ اعمال بھی کئے جائیں جو صدق نیت اور خلوص مقصد پر دلالت کرتے ہوں، بغیر ان اعمال کے صرف ظواہر سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

(۴)

ایمان کی علامت

مُسلمان اور مُسلمان کا باہمی تعلق !

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ رواہ البخاری ومسلم واحمد والنسائی !

انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص بھی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے، جو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

لغت

محبّت کسی کے حُسن و جمال، فضل و کمال، یا خیر و احسان کی طرف رغبت اور میلان۔
کسی سے قلبی اُنس اور ربط و تعلق۔
اس جگہ محبت سے مراد اختیاری محبت ہے۔ طبعی اور فطری محبت مراد نہیں ہے۔

شرح

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ نظام اسلامی کا ہر فرد اپنے آپ کو سوسائٹی کا ایک عضو سمجھے۔ سوسائٹی کا بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں، قوم اور مِلت کا نقصان خود اس کا ذاتی نقصان ہو، اور قوم و ملت کا نفع خود اس کا ذاتی نفع ہو۔

جب یہ احساس صادق کسی میں پیدا ہو جائے تو قدرتی طور پر اس کی یہ کیفیت ہو گی کہ وہ اپنی قوم کے دوسرے فرد کو بھی اپنے مانند سمجھنے لگے گا۔ اس کے نفع کو اپنا نفع اور اس کے ضرر کو اپنا ضرر خیال کرے گا۔ بلکہ وہ اپنے میں اور اس میں کوئی فرق نہیں

Marfat.com

محسوس کرے گا۔ اس کے وجود کو خود اپنا وجود خیال کرنے لگے گا۔ اور من و تو کے فرق کو بالکل نظر انداز کر دے گا۔ اور ایک جان دو قالب کی صحیح صورت نظر آنے لگے گی' پھر نہ کوئی فرق رہے گا نہ اجنبیت اور نہ دوئی۔

اچھا نتیجہ

اس کیفیت اور احساس کا اچھا اور صحیح نتیجہ یہ برآمد ہو گا کہ جو شخص اپنے لئے علم واسع اور علم نافع اور خلق طیب اور اخلاق حمیدہ عمل صالح اور مقام بلند عزت و حرمت' کرامت اور بزرگی۔ مجد و شرف' اعزاز و احترام کا جویا ہو گا' وہ دوسرے (مسلمان) کے لئے بھی یہی خواہش اور تمنا رکھے گا۔

وہ اپنے لئے اگر یہ چاہے گا کہ اسے وافر دولت حاصل ہو' اچھا اور خوشنما گھر ہو' خوب صورت اور خوب سیرت بیوی ملے' صالح اور سعادت مند اولاد ہو۔ عزیز اور رشتہ دار مخلص ہوں۔ بھائی نیک اور پارسا ہو' ملازم اطاعت گزار اور خدمت شعار ہوں تو وہ اپنے ماں جائے بھائی کے لئے بھی یہی چاہے گا۔ اسلام یہ چاہتا ہے

Marfat.com

کہ وہ یہ باتیں صرف اس شخص کے لئے نہ چاہے جو اُس کے باپ کی صلب سے پیدا ہوا ہو بلکہ ہر اُس شخص کے لئے چاہے جو اُس کے مجتمع (سوسائٹی) کا ممبر ہو۔ یعنی جو اسلام کا حلقہ بگوش اور اس کا دینی بھائی ہو۔

لیکن جو شخص ایک بات کو اپنے لئے تو پسند کرتا ہے لیکن وہی بات دوسرے کے لئے نہیں پسند کرتا بلکہ اس سے حسد کرتا ہے۔ اس کی برائی کا جویا رہتا ہے، تو یہ جذبہ ایمان کے منافی ہے۔ بلکہ کفر کے حدود میں پہنچا دیتا ہے۔ ضروری ہے کہ جو کچھ وہ دوسروں کے لئے پسند کرے وہی اپنے لئے اور جو کچھ اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے کے لئے۔

ایک انسان ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ وہ ذلت کی زندگی بسر کرے یا فقر و فاقہ میں بسر کرے، یا پستی اور غلامی کی زندگی اختیار کرے۔ یا اپنے مال کو ضائع کردے۔ نفس کو تباہ کردے، اولاد کی برائی چاہے یا اسی طرح کے دوسرے مکروہ امور کا خیال بھی دل میں لائے تو اب اُس کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ تمام باتیں وہ کسی دوسرے مسلمان کے لئے بھی جائز نہ رکھے، کسی دوسرے مسلمان کے لئے بھی ان باتوں کو پسندیدہ قرار نہ دے۔

Marfat.com

تباہ کن امور!

مصلح انسانیت کی ہدایت

عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھُنَّ
قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرّم اللہُ
الا بالحق واکلُ الربا واکل مال الیتیم والتولی یوم
الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات
رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔ سات مہلک باتوں سے بچو۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں، آپؐ نے فرمایا (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا (۲) سحر کرنا (۳) کسی کی ناحق جان لے لینا، جسے اللہ نے بجز

Marfat.com

جائز طریقہ کے اور کسی طرح مارنا حرام قرار دیا ہے۔ (۴) سُود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جنگ میں پیٹھ دکھانا (۷) اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔
اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

لغت

اجتناب ——— دور رہنا۔
موبق ——— مہلک، تباہ کن
سحر ——— سحر کا اطلاق عربوں میں ہر لطیف، دقیق، اور پوشیدہ طور سے حاصل ہونے والی چیز پر ہوا کرتا ہے۔ یہ لفظ دھوکہ فریب اور استمالت یعنی کسی کو لبھانے اور رپر چانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ آنکھوں کے سحر سے بھی اسی قسم کی کیفیت مراد ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (ان من البیان لسحرا بیشک بعض بیان سحر انگیز ہوتے ہیں۔ یعنی ان میں سحر کا سا اثر ہوتا ہے اور سننے والے کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں) کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اسی لفظ کی اصل سحر ہے جس کے معنی حلق

Marfat.com

یا پھیپھڑے کا کنارہ ہیں۔ چونکہ یہ دونوں اندرونی اور پوشیدہ اعضا ہیں اسی لئے لفظ سحر سے طرز و مسلک کی باریکی و دقت بھی مراد ہوتی ہے۔ چونکہ اکثر لوگوں سے سحر کا سبب پوشیدہ رہتا ہے اس لئے لفظ سحر اختیار کر لیا گیا ہے۔ سحر کا لفظ ایک بے حقیقت تخیل پر بھی بولا جاتا ہے جس سے آنکھیں دھوکا کھا جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ کچھ دیکھنے لگتی ہیں جو واقعۃً واقع نہیں ہوتا جیسے شعبدہ باز اپنے کرتب ہاتھ کی صفائی اور تیز دستی کی طرف سے لوگوں کی نگاہیں پھیر دیتا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول (یُخَیَّلُ اِلَیۡہِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰی۔ ساحروں کے سحر سے اس کو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ وہ دوڑ رہا ہے) میں اشارہ موجود ہے کبھی سحر سے مراد ان اشیاء کے خواص اور طبائع کو کام میں لانا ہوتا ہے جن سے عوام ناواقف ہوتے ہیں۔ مثلاً مقناطیس میں لوہے کو کھینچنے کی خاصیت۔ یہ صورت یا تو حیلہ اور شعبدہ بازی کی حیثیت رکھتی ہے یا پوشیدہ علمی حکمت کے حکم میں داخل ہوتی ہے جس سے اکثر لوگ لاعلم ہوتے ہیں اور اسے سحر کے نام سے موسوم کرنے لگتے ہیں۔ جیسے مؤرخین نے فرعون کے ساحروں کی نسبت لکھا ہے کہ انھوں نے رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپوں

Marfat.com

اور اژدہوں کی شکل میں ظاہر کرنے کے لئے پارہ سے مدد لی تھی اور لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ وہ دوڑ رہے ہیں۔ بعض علمار نے کہا ہے کہ سحر کا اطلاق ایک تیسری صورت پر ہوتا ہے جو شیاطین کی اعانت اور گناہوں کے ارتکاب کے ذریعہ اُن کا تقرب حاصل کرنے سے میسّر آتی ہے، یہ صورت محبت اور بغض کی شکل میں قلوب پر اور دُکھ اور بیماری کی شکل میں اجسام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ سحر کی یہ صورت یا قسم عملی دلیل کی محتاج ہے۔ قرطبی کا قول ہے کہ سحر ایسے مصنوعی یا صنعی حیلوں کا نام ہے جن کو اکتساب کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے مگر یہ حیلے اتنے دقیق اور مشکل ہوتے ہیں کہ گنتی کے چند آدمیوں کے سوا دوسرے اُنھیں حاصل نہیں کر سکتے۔ سحر کی حقیقت اشیار کے خواص سے واقفیت اور اُن کی ترکیب اور اوقات کی صورتوں سے آگاہی ہے۔ اِن میں سے اکثر بے حقیقت تخیلات اور بے ثبوت اوہام پر مبنی ہوتی ہیں۔ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا، اُس کے نزدیک اُن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساحروں کی نسبت فرمایا ہے (وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ۔ وہ بڑا جادو لے کر آئے)

Marfat.com

حالانکہ اُن کی رسّیاں اور لاٹھیاں درحقیقت رسّیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں۔ آگے چل کر قرطبی کہتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ بعض اقسام کے سحر کی تاثیر قلوب پر اثر کرتی ہے" جیسے محبت اور بغض کی تاثیر یا کسی کے بارے میں دل میں بھلائی اور برائی پیدا کرنا۔ اور کبھی اجسام میں اثر کرتی ہے۔ مثلاً علالت اور خرابی صحت۔ البتہ جمادات کا ساحر کے سحر سے حیوان بن جانا۔ یا حیوانات کا جمادات میں تبدیل ہو جانا غلط ہے۔ اور اس آیت میں سحر سے آخر الذکر دونوں صورتیں یعنی دل اور اجسام پر اثر اندازی مراد ہیں۔ ان میں سے پہلی یعنی لبھانے اور پرچانے کی کیفیت سحر حلالی ہے۔

ربا۔ لغت میں مطلق زیادتی اور اضافہ کو ربا یعنی سود" کہتے ہیں۔ جب کوئی چیز زیادہ ہو یا بڑھے تو اُس کے لئے یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ فقہار کی اصطلاح میں ایک خاص طریقہ سے راس المال میں اضافہ ہونے کو ربا کہا جاتا ہے۔

یتیم۔ وہ انسان جس کا باپ جاتا رہے۔ یا وہ حیوان جس کی ماں نہ رہی ہو۔

تولّی۔ فرار اور گریز یا پیٹھ دکھانا۔

Marfat.com

زحف۔ چلنا۔ جب لشکر کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اس سے دشمن کی جانب شدت کے ساتھ بڑھنا مراد ہوتا ہے۔

قذف۔ کے معنی ہیں کسی چیز کا پھینکنا۔ اس جگہ مراد زنا کی تہمت لگانا ہے۔

محصنات۔ وہ پاک دامن عورتیں جو بدکاری سے دور رہتی ہیں۔ یہ لفظ حِصن سے لیا گیا ہے جو قلعہ یا محفوظ مکان کے معنوں میں آتا ہے۔ گویا یہ بیبیاں اپنے آپ کو عفت کے قلعہ میں محفوظ رکھتی ہیں۔ محصنات کا لفظ شریف آزاد یعنی غیر کنیز اور بیاہی عورتوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ آزادی اور ازدواج پاکیزگی اور پاک دامنی کے اسباب اور بدکاری سے دور رہنے کا وسیلہ ہیں۔

غافلات۔ وہ عورتیں جن کو اپنے قلب و کردار کی پاکیزگی اور بلندی کے باعث کبھی بدکاری کا خیال بھی نہیں آتا۔

تشریح

نیکیوں اور بدیوں کے مدارج مقرر ہیں۔ بڑی نیکی سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اس کا ثواب بہت زیادہ

Marfat.com

ہے۔ جو نیکی کم درجہ کی ہوتی ہے اُس کا ثواب بھی کم ہوتا ہے۔ اور اسی طرح بدیوں میں جو بہت زیادہ ضرر رساں ہوتی ہیں اُنھیں مہلک بدیوں اور تباہ کن بے حیائی میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس سے کم درجے کی بدی گناہ کبیرہ کہلاتی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مہلک باتوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا مقصود یہ نہیں ہے کہ تمام مہلک باتیں ان ہی سات میں محدود و محصور ہو گئی ہیں۔ غرض صرف یہ ہے کہ ان جیسی باتوں سے یا ایسے امور سے جو فحش و بیحیائی میں ان سے بڑھے ہوئے ہوں متنبہ کر دیا جائے۔ مثلاً زنا، سرقہ (چوری)، فریب دہی، مال غنیمت میں خیانت، والدین کی نافرمانی، جھوٹی قسم، حرم میں بے دینی، شراب خوری، جھوٹی گواہی، چغلخوری، بیعت شکنی، جماعت سے دوری، ناپاکی، طہارت سے بے پروائی، اللہ تعالیٰ کے قہر یا بری مشیت سے بیخوفی، اس کی رحمت سے مایوسی، وصیت میں ضرر رسانی، بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا (جمع بین الصلوٰتین احناف کے ہاں صرف حج میں جائز ہے، اہل تشیع اور بعض دوسرے ارباب مسلک کے نزدیک ہر صورت میں جائز ہے) ان تمام باتوں کا شمار مہلک جرائم میں ہے اور یہ ایسی تباہ کن چیزیں ہیں جن کے متعلق دردناک عذاب کی وعید

Marfat.com

آئی ہے۔ اب ساتوں مہلک امور کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

شرک

سب سے پہلے شرک یعنی خدا کی صفت الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے کو معاف نہ کرے گا اور اس کے سوا جس کے چاہے گا گناہ معاف کر دے گا) اس کی تفصیل کسی دوسری جگہ آچکی ہے۔

سحر

دوسری چیز سحر ہے۔ یہ بڑا گناہ ہے۔ اور ایک عظیم معصیت اور حرام۔ کیونکہ اس میں فریب دہی، حقائق کا اخفا اور چیزوں کی لیپ پوت کے مذموم اوصاف پائے جاتے ہیں، لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے عوام کو گمراہی میں رکھا جاتا ہے اور اسباب و مسببات کی ترتیب اور مقدمات کے نتائج سے متعلق اُن کے عقائد کی بنیادیں ہلا دی جاتی ہیں۔ پھر اگر سحر کے طریقوں میں شیاطین سے اتصال اور معصیت

Marfat.com

یا گناہوں کے ارتکاب کے ذریعہ اُن سے تقرب بھی شامل ہو تو یہ اور زیادہ مضرت رساں ہے۔ اگر سحر سے محبت اور بغض کے ساتھ دلوں پر اثر قائم کیا جائے اور بیماری اور ایذا وغیرہ سے اجسام پر تو یہ اُس سے بھی زیادہ ناپاک اور شدید جرم ہے۔ علماء سحر کے سیکھنے سکھانے اور کرنے کو متفقہ طور سے حرام قرار دے چکے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ اگر سحر میں کوئی ایسا قول یا فعل پایا جائے جو کفر کا مقتضی ہو تو یہ کفر ہو جائے گا۔ امام مالکؒ امام احمدؒ اور صحابہؓ و تابعینؒ کی ایک جماعت کا قول ہے۔ سحر کرنا ایک ایسا کفر ہے جس پر قتل واجب ہے۔ سحر کا سیکھنا سکھانا اس لئے حرام ہے کہ یہ باتیں سحر کرنے کا وسیلہ بنتی ہیں لیکن اگر اس کا سیکھنا سکھانا محض اس کا احاطہ کرنے اور اس سے واقف ہونے کے لئے ہو عمل کی طرف سے اندیشہ نہ ہو اور اس راہ میں کسی جرم کا ارتکاب نہ ہوتا ہو تو حرام نہیں ہے۔ جیسے وہ لوگ جو معلومات حاصل کرنے کے لئے باطل مذاہب سے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور اُن کی عبادتوں کے طریقے سیکھتے ہیں اور پھر بھی گناہ گار نہیں ہوتے نہ ملت کے دائرہ سے خارج ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر اُن کا مقصود لوگوں کو ان باطل مذاہب سے روکنا اور اُن سے دور رکھنا ہو تو اور اُنھیں ثواب ملتا ہے۔

Marfat.com

قتل ناحق!

تیسری چیز نفس محرمہ کا قتل یا بے گناہ اور طاہر و مومن شخص کی ناحق جان لینا ہے۔ یہ وہ جرم ہے جس سے امن جاتا رہتا ہے۔ خوف پھیل جاتا ہے اور امت میں ہلاکت اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور باہم برادرانہ تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہ جرم عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیتا ہے اور بغض و عداوت کے بیج بو دیتا ہے اسی حقیقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا۔ جو شخص بغیر کسی جان کے بدلہ کے یا زمین بغیر کسی فساد انگیزی کے کسی آدمی کو قتل کرتا ہے وہ گویا تمام آدمیوں کو قتل کرتا ہے۔ یہ ایسا شدید جرم ہے جس کے عذاب کا ذکر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ جو شخص کسی مسلمان کو بالارادہ قتل کرتا ہے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ غصہ اور لعنت فرمائے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب مہیا فرمائیگا۔ یہ وہ جرم ہے جس کا مومن کے دل پر خطرہ تک نہیں آتا یا کم از کم

Marfat.com

اس بات پر اس کا نفس اس کا کہنا نہیں مانتا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً (مسلمان شخص کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو بجز خطا کے کسی اور طرح یعنی بالارادہ قتل کرے) قتل نفس قتل ناحق پر مبنی ہے۔ قتل اولاد افلاس کے خوف پر اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا بدنامی اور عار کے خوف پر۔ انسانی نفس قابل احترام ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص شریر مجرم اور مفسد ہو تو معاشرہ کو اس سے نجات دلانا ہی سب سے بہتر علاج ہے۔ جو شخص قاتل ہو اسے بھی ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ۔ (اے عقل والو تمہارے لئے قصاص میں ایک طرح کی زندگی ہے) وہ زناکار جسکے پاس بیوی موجود ہو اور اس کے باوجود وہ کسی عورت کی آبرو لے اور بیحیائی کا مرتکب ہو تو اُسے سنگسار کر دیا جائے گا۔ دین کو چھوڑنے والا، جماعت سے الگ ہونے والا، اور اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے والا قتل کیا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں مطلب یہ کہ معاشرہ (سوسائٹی) کو نہ توڑا جائے۔ اس کی زندگی پر دست درازی نہ ہونے پائے۔ بلکہ جو شخص معاشرے کی بنیاد منہدم کرنا یا اس کا خون بہانا چاہے۔ اُسے ختم کر دیا جائے۔

Marfat.com

سُود

یہ بہت بڑی شقاوت ہے۔ اس کا شمار ناحق طور پر اوروں کا مال کھانے میں ہوتا ہے۔ اس کا مطلب خدا اور اُس کے رسول سے جنگ کرنا ہے۔ یہ ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا ہے۔ جیساکہ قرآن کریم میں وارد ہے۔ کیونکہ سود لینے والا لوگوں کی تنگدستی، مالی پریشانی، مجبوری، عسرت، فلاکت اور غربت کی تاک میں رہتا ہے۔ جو اس کے رحم و کرم کے محتاج ہوتے ہیں سودخوار موقع پاکر چند روپے سود پر قرض دیتا ہے۔ جب مقررہ میعاد گزرجاتی ہے تو پھر بڑھی ہوئی شرح سے سود لگاتا ہے یہانتک کہ سود کی رقم چند در چند یا کئی گنی زیادہ ہوجاتی ہے اور ایک انسان (کہ جو دینی اعتبار سے اُس کا بھائی ہے) کی زیر باری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ تھوڑا بہت جو کچھ اس غریب کے پاس ہوتا ہے اور جس پر اس کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے وہ بھی اُس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ یا اُس کا گھر بھی جس میں وہ اور اُس کے بیوی بچے سر چھپاتے اور پناہ لیتے ہیں بِک بکا کر چھِن جاتا ہے۔ سود کا روپیہ سودخوار کی دولت کے لئے تباہ کن اور گھر کی خیر و برکت کے لئے مہلک ہے۔

Marfat.com

سود شفقت و رحمت کا دشمن اور عداوت و نفرت کا باعث ہے۔ اس کی بدولت انسانیت دشمنی، سفاکی، قطع رحمی اور طوائف الملوکی کو نشو و نما ہوتا ہے، انسانی اقدار کی بنیاد ہل جاتی ہے، خودغرضی کا دور دورہ ہوتا ہے، ایثار کا مادہ ختم ہو جاتا ہے، باہمی رفق و مدارات کا شریف و سعید جذبہ ناپید ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

(یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ۔

(اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے سود کو اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی نافرمان اور گناہ گار کو پسند نہیں کرتا) یہ اُسی سود کے مذموم نتائج و آثار ہیں کہ بہت سی وسیع و عریض زمینیں اور بلند و بالا عمارتیں ناجائز کسب زر کرنے والوں کی ملکیت بن گئی ہیں۔ غریب جو کچھ پیدا بھی کرتے ہیں وہ سود خواروں کے حساب میں محسوب ہو جاتا ہے اور بجز بدنصیبی و محرومی کے اُن کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ وہ اس سے خوب منفعت حاصل کرتے اور جیبیں بھرتے ہیں۔ اور یہ صورت استعماریت کی نہایت خطرناک اور بدترین قسم ہے۔ ان ہی تمام وجوہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کو مہلک امور میں شمار فرمایا ہے اور اس کے کھانے کھلانے والے اور لکھنے اور گواہی دینے والے پر لعنت کی ہے۔

Marfat.com

مال یتیم

انسانیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ لوگ خود یتیم کی کفالت کریں اس کے مال کو بڑھائیں اور اُس کے ساتھ رعایت واعانت کا سلوک کریں۔ یہانتک کہ وہ شعور حاصل کرلے اور بلوغ کو پہنچ جائے۔ لیکن اس کے برخلاف دنیا میں ایسے بدطینت اور بدنفس لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو یتیموں کی کمزوری اور صغرسنی سے فائدہ اٹھاتے اور اُن کا مال اسراف اور جلد بازی کے ساتھ کھا بیٹھتے ہیں کہ ایسا نہ ہو وہ بڑے ہوجائیں اور یہ اُس مال سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ اِن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ دراصل اپنے پیٹوں میں آگ نگلتے ہیں اور وہ عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے) انسان کو سوچنا چاہیئے کہ اگر خود اس کی اولاد چھوٹی اور کمزور ہو اور وہ اُنھیں چھوٹا چھوڑ کر دنیا سے منہ موڑلے تو کیا وہ اُسے پسند کرے گا کہ اُس کے بعد کوئی ظالم آکر اُن کے پر کتر لے اور اُن کی دولت کو تباہ کردے۔ جب اس بات سے نفرت فطری ہے تو دوسرے کی اولاد کے ساتھ خود

Marfat.com

ایسا کرنے کو کیوں برا نہیں سمجھا جاتا۔ لا یومن احد کم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی (مسلمان) کے لئے وہی بات نہ چاہے جو خود اپنے لئے چاہتا یا پسند کرتا ہے) ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافا خافوا علیھم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا (چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پیچھے کمسن اولاد نہ چھوڑ جائیں۔ پس انھیں اللہ سے ڈرنا اور اچھی بات کہنا چاہیئے۔

میدان جنگ سے فرار

حملہ کے دن پیٹھ دکھانا، دشمن کے مقابلہ سے گریز کرنا اور حملہ آور لشکر کے آگے سے راہ فرار اختیار کرنا۔ یہ بزدلی اور نامردی ہے راہ خداوندی میں جہاد کرنے والوں کی عظمت پر حرف آتا ہے۔ قوم کو نقصان پہنچتا ہے، اور دین کو ضعف لاحق ہوتا ہے اس کی بدولت دشمنوں کو ہماری جانوں، عورتوں، بچوں اور اموال پر قدرت حاصل ہوتی ہے اس سے غلامی اور ذلت کا روئے بد دیکھنا پڑتا ہے اور آزادی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے دین کا تقاضہ

Marfat.com

یہ ہے کہ اپنی جان اپنے رب کے لئے بیچ ڈالو اور اپنے مال و جان کے عوض وہ جنت خرید و جو آسمانوں اور زمینوں کی وسعت سے بھی کہیں زیادہ وسیع اور گراں مایہ ہے۔ بہادر تو صرف وہی شخص ہوتا ہے جو اپنی جان کو قوم کی راہ میں اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے فنا کر دیتا ہے۔ یہ تو ایک یقینی امر ہے کہ موت آکر رہے گی جب یہ ہے تو چاہئے کہ یہ موت عزت و کرامت اور قوم کی زندگی کے لئے کیوں نہ ہو حملہ کے دن پیٹھ دکھانے کی نسبت اللہ تعالے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَۚ وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ؁

(اے ایمان والو جب تم کافروں کے حملہ سے دوچار ہو تو اُن سے پیٹھ نہ پھیرو اور اس روز جو شخص پیٹھ پھیرے گا سوائے ایسی صورت کے کہ لڑائی کی چال کے لئے یا کسی ایک گروہ کی جانب ہٹنے کے لئے ایسا کرنا پڑے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگا۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بد ترین مقام بازگشت ہے۔

Marfat.com

پاک دامنوں پر تہمت!

ایماندار بھولی بھالی اور پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت ایک سخت ترین جرم ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک ایسی عورت جو عفیفہ و پاک دامن ہو شک و شبہ سے بالاتر ہو جس کے دل میں بدکاری و بے حیائی کا خیال تک نہ آتا ہو اور اس کا پاکیزہ نفس اس قسم کی مکروہ باتوں کا تصور تک نہ کرتا ہو جس کا دل نور ایمان سے معمور ہو اور اس میں بری نیت اور ناپاک ارادوں کی کوئی سمائی نہ ہو زبان ذکر الٰہی میں سرگرم رہتی ہو نہ جھوٹ بولتی ہو نہ خیانت کرتی ہو اپنے تمام اعضاء و جوارح عمل صالح میں اور تمام اوقات امور خانہ داری کی تدبیر اولاد کی تربیت اور تطہیر نفس میں صرف کرتی ہو۔ ایسی صاحب ایمان عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا کتنا بڑا گناہ اور کس قدر شدید قابل ملامت حرکت ہے۔ جو شخص ایسی نیک بی بی پر تہمت لگاتا ہے اور اس کی طہارت و پاک دامنی پر گندگی کا دھبہ لگانے کی غیر محمود حرکت کرتا ہے اس کی سزا وہ ہوگی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ان اقوال میں ہے۔ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ

Marfat.com

جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ
(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ
(اس تہمت کے ثبوت میں) نہ پیش کرسکیں تو انھیں اسّی کوڑے
لگاؤ اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور یہی وہ لوگ ہیں جو
فاسق و بدکار ہیں) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ
فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (بیشک جو لوگ اس بات کو
پسند کرتے ہیں کہ ایمان داروں میں بے حیائی کی اشاعت
ہو، اُن کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ
جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ
الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ
عَظِيْمٌ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (بیشک جو لوگ بھولی بھالی ایماندار پاک دامن
عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔
اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے جس دن اُن کی زبانیں، ہاتھ اور
پاؤں اُن کے کئے ہوئے کاموں کی نسبت انھیں کے خلاف گواہی
دیں گے) لہٰذا کسی مسلمان کو ان مہلک و مذموم برائیوں سے

Marfat.com

آلودہ نہ ہونا چاہیئے، ورنہ وہ اللہ اور لوگوں کی لعنتوں کا سزاوار بنے گا۔ اور دنیا و آخرت میں شدید عذاب کا مستحق ہوگا۔

Marfat.com

باوقت نماز

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایّ العمل احبُّ الی اللہ؟ وفی روایۃٍ ایّ العمل افضلُ۔ قال الصلوۃُ علٰی وقتہا قال ثمّ ایّ قال برّ الوالدین قال ثم ایّ قال الجہاد فی سبیل اللہ قال حدثنی بھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو استزدتہ لزادنی۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل اللہ کو زیادہ محبوب ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ کونسا عمل افضل

Marfat.com

ہے۔ آپؐ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر ادا کرنا عبداللہ بن مسعودؓ نے) کہا، پھر کونسا۔ آپؐ نے فرمایا" والدین سے نیکی کرنا پھر دریافت کیا کہ پھر کونسا آپؐ نے فرمایا کہ" اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اِن باتوں کا ذکر فرمایا۔ اور اگر میں اور زیادہ پوچھتا تو آپؐ اس سے زیادہ بیان فرماتے۔

تشریح

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور افضل اعمال کونسے ہیں تاکہ اُن پر رغبت اور توجہ سب سے زیادہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا درجہ مرتبہ اور ثواب کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل عمل نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا ہے۔ ایک روایت میں الصلوٰۃ لوقتہا آیا ہے۔ شارحین کا قول ہے کہ الصلوٰۃ علےٰ وقتہا میں 'علےٰ' لام کے معنے میں ہے اور لام ہ لوقتہا میں مستقبل کا احتمال رکھتا ہے۔ اس کی

Marfat.com

مثال اللہ تعالیٰ کے قول فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ میں ہے۔ اس کے معنی میں ابتدا بھی پائی جاتی ہے۔ مثلاً اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ میں ہے جس میں لدلوک الشمس کے معنی ہیں اس کے زوال کی ابتدا یعنی آغاز زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کرو اور معنی ظرفی کا بھی احتمال پایا جاتا ہے یعنی نماز ٹھیک وقت پر ادا کرو۔ ابتدار کی شہادت ایک اور مرجوح (جس کو ترجیح دیجائے) روایت سے ملتی ہے جس میں (الصلوٰۃ فی اول وقتہا) آیا ہے یعنی نماز کا اس کے اول وقت پر ادا کرنا افضل ہے۔ الصلوٰۃ (نماز) اور اس کی نشانیوں کے متعلق دوسری حدیث میں بیان کیا جاچکا ہے۔

نماز باوقت

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ نماز کا اپنے مقررہ اوقات میں ادا کرنا سب اعمال سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے قول اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا پر عمل ایک نظام اور باقاعدگی کی عادت، وعدوں کا احترام، اللہ کا ذکر، اس کے حضور میں کھڑے

Marfat.com

ہونے اور دن رات میں کم از کم پانچ مرتبہ مناجات کرنے اور حق کی دعوت حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ (نماز کے لئے آؤ) حَیَّ عَلَی الْفَلَاح (بھلائی کے لئے حاضر ہو) پر لبیک کہنے، نفس کی ریاضت و تہذیب کو اپنا وطیرہ بنانے، نیکیوں کی طرف سبقت کرنے، نفس اور خواہشوں پر قابو پانے، فتنہ میں شیطان کو غالب آنے کا موقع نہ دینے کی خوبیاں شامل ہیں۔ اس لئے کہ شیطان ایسے لوگوں کو شکار بنانے کی تاک میں رہتا ہے۔ جو اللہ کے ذکر سے غافل اور زندگی کے بکھیڑوں میں منہمک رہتے ہیں، اور اگر خلاف وقت نماز ادا کیجائے تو گناہ و عذاب کا مستوجب ہونا لازمی ہے بلکہ یہ خطرہ بھی مول لینا ہے کہ سرے سے نماز ہی قبول نہ کیجائے۔ کیونکہ اکثر محققین کی رائے ہے کہ نماز خلاف وقت ادا نہیں ہوتی۔ اس لئے اگر نماز فوت ہوئی تو گناہ عائد ہوگا اور اللہ کے عذاب سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اگرچہ نماز کی قضا جائز ہے لیکن اگر اُس کو اور بعد کی نمازوں کے ساتھ ملایا جاتا ہے تو نفس پر گراں گزرتی ہے یا اُسے بوجھ سا محسوس کیا جاتا ہے۔ یا ایسی عجلت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے کہ خضوع و خشوع (جو نماز کی اصل غرض و غایت ہے) جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ یہ نماز کا مغز

Marfat.com

اور اس کی جان ہے۔

ہاں اگر انسان نماز کو بھول جائے یا سو جائے یا کوئی معقول عذر شرعی موجود ہو تو البتہ تاخیر کی صورت میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور ان صورتوں میں نماز جس وقت یاد آئے، یا جب آدمی بیدار ہو، یا جس عذر سے نماز وقت پر نہیں ہوئی جیسے ہی وہ رفع ہو جائے اسی وقت اسکو ادا کرلے اسمیں تاخیر نہ کرے۔

اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ لام ابتداء کے معنوں میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سب سے افضل عمل نماز کا ابتدائی وقت ادا کرنا ہے۔ کیونکہ اس میں نیکیوں کی طرف سبقت، اولین صفوں میں شمولیت اور نماز کے قرض سے سبکدوش ہونے کی خصوصیات موجود ہیں، اس صورت میں وقت پر نماز پڑھنے والا دعوتِ الٰہی پر لبیک کہنے والوں اور اس کی رضاجوئی اور مناجات کی جانب دوڑنیوالوں میں سب سے اوّل رہے گا۔ اس لیئے نماز کا ہر روز اپنے وقت پر یا اس کے اوّلین وقت پر ادا کرنا اللہ کے نزدیک دوسرے تمام اعمال سے افضل ہے۔

Marfat.com

والدین سے حسنِ سلوک

پھر حضرت عبداللہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "اسکے بعد کس عمل کا مرتبہ ہے"۔ آپ نے فرمایا "والدین سے نیکی کرنا" آپنے یہ ترتیب اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اخذ فرمائی ہے جس میں انسان کو اپنے والدین کیساتھ اچھے سلوک کی نصیحت کی گئی ہے۔ وہ قول یہ ہے "اَنِ اشْکُرْلِی وَلِوَالِدَیْكَ" (میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو) چنانچہ اللہ کا شکر نماز ادا کرنے کیساتھ اور والدین کا شکر ان کے ساتھ نیکی کرنے، ان کی مصالح کا خیال رکھنے، ان پر خرچ کرنے اور اچھا سلوک کرنے، ان سے نرمی اور تواضع کے ساتھ پیش آنے اور ان کے لیئے یہ دعا کرنے کے ساتھ کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِی صَغِيرًا (اے میرے رب ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا) ادا کیا جاتا ہے۔

غور کرو، ان کا تمہیں پالنا، پروان چڑھانا، شفقت اور مہربانی محبت سے پیش آنا۔ تمہاری راحت کے لیئے کوشاں رہنا تمہارے لیئے رات بھر جاگتے رہنا۔ اور تمہاری سعادت کے لیئے مصیبت اٹھانا ایسے امور ہیں کہ ان کا بدلہ تمہاری طرف سے ان کے ساتھ

Marfat.com

حسنِ سلوک کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ یہ بات اور ہے کہ تم سرکش اور ناشکرے بنجاؤ اور اس طرح تمہیں کسی کی ہمدردی نصیب نہ ہو۔ والدین کا مرتبہ اور ان کے حق کی عظمت بیان کرنے کیلئے یہی بہت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں اپنی توحید کے حکم کیساتھ ساتھ ان (والدین) پر احسان کا بھی حکم فرمایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی رغبت رکھنے والے کے لیئے والدین سے اجازت کا حصول شرط لازم لازم قرار دیا ہے اور ان کے لیئے جدوجہد کرنے کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ

پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دریافت کیا کہ والدین کیساتھ حسن سلوک کے بعد کس عمل کا درجہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا " وہ عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے ...... اور سبیل اللہ کیا ہے؟ یعنی وہ راستہ جسے دین کی صورت میں خدائے بزرگ و برتر نے معین فرما دیا ہے۔ اور جہاد اس کے سوا کچھ نہیں کہ مال و جان، عزت و آبرو، عقل و فکر، ذہن و دماغ، نطق و کلام، گفتار و رفتار، قلم اور زبان میں سے جو چیز بھی صرف کی جا سکے وہ سب حسب استطاعت اللہ کا کلمہ سر بلند کرنے، اسکے دین کی حفاظت

Marfat.com

کرنے اور لوگوں میں اسے پھیلانے اور تبلیغ میں صرف کیا جائے اور جو ملک اسلام کے مسکن اور مسلمانوں کے لیئے دارالامن ہوں انکی حفاظت کی جائے۔ غاصب قوموں اور استعماریت پسند حکومتوں میں سے جو بھی مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے اس سے انکا قطع تعلق کیا جائے کیونکہ یہ وہ قومیں اور حکومتیں ہیں جو اسلام اور اسلامیوں کا شمہ برابر لحاظ نہیں کرتیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ دین کو قائم کرنے قرآن کا جھنڈا بلند کرنے، صداقت اور طہارت کو روبراہ کرنے۔ نیز حق کو قدرت و قوت بخشنے کے لیئے ہر جائز وسیلہ اختیار کرنے میں تامل نہ کریں

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین

اور جن لوگوں نے ہمارے لیئے محنت کی بے شبہ ہم ان کو اپنی راہیں دکھادینگے۔ اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے)

مزید سوالات سے گریز

حضرت عبداللہؓ نے کہا۔ اگر میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے فرمائش کرتا کہ وہ اعمال کے مدارج یا ایسے امور کی نسبت جن کی انسان کو اپنے دین میں حاجت رہتی ہے۔ بیان فرمائیں تو آپ یقیناً اس میں اور اضافہ فرماتے۔ کیونکہ آپ امام ہدایت ہیں۔ کیسے ہوسکتا ہیکہ سائل کو

Marfat.com

جواب نہ دیں۔ اگرچہ وہ برابر سوال کرتا رہے۔ عبداللہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور ان کی راحت پر حرص کی وجہ سے اسی حد پر ٹھہر گئے اور اس سے زیادہ سوالات نہیں کئے۔ اس بات کی تائید مسلم کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو عبداللہ سے مروی ہے (اس میں حضرت عبداللہ کہتے ہیں) "میں نے مزید سوالات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور شفقت کی وجہ سے نہیں کیئے کہ مبادا آنحضورؐ تھک جائیں یا ملال محسوس فرمانے لگیں۔ اس حدیث میں طلبہ اور متعلمین کیلیئے ہدایت ہے کہ اپنے مربی اساتذہ سے اتنے زیادہ سوالات نہ کریں کہ ان پر گراں گزرنے لگے اور معلمین اور مربیوں کے لیئے یہ ہدایت ہے کہ وہ طلبہ کے سوالات کو فراخدلی اور خندہ پیشانی سے قبول کریں خواہ وہ باربار پوچھیں اور اس وقت تک جواب دیئے جائیں جب تک اس میں مضرت نہ ہو۔

نماز اور جہاد کا فرق

بظاہر اس ترتیب میں جہاد کو ہر وقت نماز ادا کرنے اور والدین کے ساتھ احسان کرنے پر مقدم ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جہاد میں زیادہ مشقت پائی جاتی ہے۔ اس میں مال وجان کا صرف ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے

Marfat.com

کہ جہاد ایک وقتی واجب ہے اور نماز دائمی اور ایسا ہی دائمی واجب ہے جیسا والدین کے ساتھ احسان۔ پھر ان دونوں یعنی نماز اور والدین پر جو مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اس پر صبر کا درجہ اگرچہ اس صبر سے کم ہے جو میدان جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ کے موقع پر کرنا پڑتا ہے لیکن ان سالہائے دراز میں نماز اور والدین کے ساتھ سلوک میں جو صبر آزما خدمت کرنی پڑتی ہے اس کی مشقت نتیجہ میں بہت زیادہ ہو جاتی ہے اسی سبب ان دونوں کا درجہ جہاد سے بلند رکھا گیا ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "افضل الاعمال" کے سوال کا جواب اور مقامات پر بھی دیا ہے جو اس جواب کے علاوہ ہے لیکن اس جواب اور ایسے ہی دوسرے سوالوں کے دوسرے جوابات میں کوئی تضاد یا تعارض نہیں ہے کیونکہ آپ ہر سوال کرنیوالے کو اسکے حال کے مناسب جواب دیا کرتے تھے یا ان میں واقعات و احوال کا اختلاف پیش نظر رہتا تھا۔

جنگ و جدال اور دشمن کے حملہ کے زمانہ میں جہاد مناسب ہے اور خشک سالی کے دنوں میں صدقہ افضل ہے۔ امن و سکون کے دور میں نماز اہم ہے۔ اسی طرح تمام واقعات میں ان کی مناسبت پر قیاس کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر موقع کے مناسب جواب ارشاد

Marfat.com

فرماتے تھے۔ اور ہر سوال کے جواب میں ان امور کی رعایت ملحوظ رہتی تھی آپ بلیغ اور حکیم تھے۔ آپ کے تمام ارشادات میں بلاغت اور حکمت ہمیشہ ملحوظ رہتی تھی۔

شاید وہ تارکین نماز جو اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں حالانکہ نہ کبھی خدا کے لیئے ایک رکوع کرتے ہیں نہ سجدہ میں سر جھکاتے ہیں اور جو کبھی اللہ کے گھر تک جانے کی زحمت نہیں فرماتے حالانکہ دوست احباب اور ارباب اقتدار واختیار کے ہاں برابر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس حدیث سے عبرت حاصل کریں۔ اپنے جرم سے ہاتھ کھینچ لیں اور خدا کی طرف رجوع ہو کر توبہ واستغفار کریں۔ اور کاش وہ کاہل اور سست لوگ جو چند نمازوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں یا انھیں ان کے آخری وقت میں ادا کیا کرتے ہیں اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تو ہمیشہ حق ہی کہتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے جو سچائی اور صداقت پر مبنی ہوتی ہے۔

Marfat.com

اطاعت کے حدود

محکوم کے لئے حاکم کی اطاعت

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم قال:- السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یؤمر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة- رواہ البخاری-

---

عبداللہ بن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ مرد مسلم جو چیزیں پسند یا ناپسند کرتا ہے ان کے متعلق اس پر اطاعت و فرماں برداری اسی حد تک واجب ہے جب تک اسے معصیت (گناہ) کا حکم نہ دیا جائے اور جب اسے کسی گناہ کا حکم دیا جائے تو اس حکم کی اطاعت جائز نہیں، اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

تشریح

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم" (اے ایماندار لوگو اللہ کی اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبان حکومت کی اطاعت کرو) اسنے اپنے مومن بندوں کو اپنی اپنے رسول کی اور راہ صواب پر چلنے والے ارباب حکومت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں رہتی کیونکہ جب کوئی شخص یا حاکم ہمیں گناہ کرنے کا حکم دیگا اور ہم اس کی اطاعت کرینگے تو ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر ہو جائیں گے یا اس صورت سے ہمارا عمل حکم خدا اور رسول کے خلاف ہوگا۔ اس طرح آیت قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی شاہد ہے یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جن امور میں اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت ہوتی ہو ان میں ارباب حکومت کی اطاعت قطعاً واجب نہیں رہتی۔

اربابِ حکومت اور مسلمان

اولوالامر وہ لوگ ہیں جنھیں عوام کے معاملات اور اہم مصالح کی دیکھ بھال اور انتظام کا کام سپرد ہوا ہو ان میں ہر وہ شخص داخل ہے جسے مسلمانوں کے معاملا

Marfat.com

میں سے کوئی کام سپرد ہو مثلاً بادشاہ، وزیر، رئیس، ناظم، شہر یا گاؤں کا سردار قاضی، نائب، سارجنٹ، سپاہی وغیرہ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے احکام کی اطاعت ہر مسلم پر واجب فرمادی ہے خواہ یہ احکام اس کے لیے پسندیدہ ہوں یا ناگوار و ناپسند! وعسٰی ان تکرھوا شیئاً وھو خیرٌ لکم - (ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیئے بہتر ہو) پس اگر وہ ہمیں جنگ کے لیئے مدعو کریں اور نیک کام میں مال خرچ کرنے کی دعوت دیں تو ہمیں اس مطالبہ کو قبول کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ہم سے مقررہ اور قانونی محاصل طلب کریں تو ہمیں ادا کرنا چاہیئے۔ اگر وہ مزارع کو شریروں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لیئے ہماری مدد کے طالب ہوں تو ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے۔ اگر اہل شہر کو آتش زدگی یا کسی اور حادثہ سے سابقہ پڑے اور حکام ان کے لیئے ہماری اعانت چاہتے ہوں تو ہمیں ان کی یہ خواہش بھی پوری کرنی چاہیئے۔

غرض اسی طرح وہ ہمیں جس بات کا بھی حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل کرنا چاہیئے خواہ وہ حکم ہماری رغبتوں اور خواہشوں کے موافق ہو یا مخالف ہمیں آسان معلوم ہو یا سخت - جب تک وہ مصلحت عامہ سے متعلق اور حلال و مشروع امور کے دائرہ کے اندر ہو ہمیں اس کے ماننے میں تامل نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر وہ ہمیں کسی معصیت کا حکم دیں۔ مثلاً کسی بے گناہ پر تہمت

Marfat.com

لگانے، یا قید کرنے یا اسے ستانے یا اس کے مال کو ظلم وزیادتی سے بطور جرمانہ ضبط کرنے کا حکم دیں، یا محکمۂ قضا کو حق سے روگردانی اور باطل کا حکم دینے کی ترغیب دیں یا ہمارے اموال حیوانات اور افراد کو ہمارے دشمنوں کی مدد کے لیے لینا چاہیں، یا ہم سے اس کے خواہاں ہوں کہ ہم اپنے اور اپنی اولاد واحفاد کے لیے اپنے ہاتھوں سے غلامی کی دستاویز لکھدیں۔ یا ہم سے یہ مطالبہ کریں کہ ہم ان عورتوں کو جو عصمت فروشی یا عزت وآبرو کی تجارت کرنا چاہتی ہوں ایسا کرنے کی اجازت دے دیں یا شراب کے تاجروں کو شراب فروشی کرنے۔ قمار بازوں اور جواریوں کو قمارخانہ کھول لینے دیں تو ان کے اس قسم کے کسی حکم پر بھی ہم اللہ کے حکم کی اطاعت نہ کریں گے اور ان کی نافرمانی کریں گے۔ ہم اللہ کو راضی کریں گے خواہ انھیں برہم وناراض کردیں کیونکہ ان صورتوں میں انکی اطاعت حرام اور مخالفت واجب ہے۔

اطاعت کے حدود

یہی نہیں ایسی متعدد حدیثیں مروی ہیں جن میں حکام کی اطاعت کا اور ان کی مکروہ باتوں پر بشرطیکہ ناجائز اور حرام نہ ہوں۔ صبر کرنے اور ان پر چڑھائی نہ کرنے کا حکم ہے جیسے آنس بن مالکؓ کی یہ حدیث

Marfat.com

کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" حاکم کی اطاعت کرو اور فرمان بجا لاؤ۔ خواہ تم پر ایسے حبشی غلام کو حاکم بنایا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو" جس سے آپ کی مراد سر کا چھوٹا ہونا ہے۔ یا ابن عباسؓ کی حدیث کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا" جو شخص اپنے امیر کی ایسی بات دیکھے جسے ناپسند کرتا ہو تو اسے چاہیئے کہ صبر کرے۔ کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت برابر بھی جدا ہوا اور پھر اسی حال میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیّت کی موت کے سوا کچھ نہ ہو گی"۔ جاہلیت سے مراد کفر کی حالت ہے۔

اسی طرح عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ہے جس میں وہ کہتے ہیں:۔ ہمیں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بلایا اور ہم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر آپ نے جن امور پر ہم سے بیعت لی تھی ان کے متعلق فرمایا کہ آپ نے یہ بیعت ہمارے پسند اور اکراہ دشواری اور آسانی، ثروت و افلاس اور دنیوی حظ کے مخصوص ہونے کے حالات میں یعنی ہر حال میں ہمارے مطیع فرمان رہنے پر لی ہے اور اس بات پر کہ ہم اولی الامر یعنی ارباب حکومت سے جھگڑا نہ کریں گے۔ بجز اس کے کہ انھیں بر ملا و علانیہ کفر کرتے دیکھیں کیونکہ ایسی حالت میں مخالفت کی جائے تو اس مخالفت کے لیئے اللہ کے نزدیک ایک حجّت رہے گی۔ ان تینوں حدیثوں کو بخاری نے روایت

Marfat.com

کیا ہے اس لیئے ان کی تعبیر و تفہیم کو سابقہ آیت اور ہماری اس حدیث کے ساتھ جس کی ہم یہاں تشریح کر رہے ہیں اور حضرت معاذؓ کی اس حدیث کے ساتھ جسے احمد نے روایت کیا ہے مقید کرنا واجب ہو جاتا ہے حدیث معاذ یہ نہیں ہے " جو شخص اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کی اطاعت واجب نہیں ہے " دوسری احادیث بھی دربارۂ معصیت ان کی اطاعت ہم پر حرام کر دیتی ہیں۔ حدیث انسؓ کا مفہوم متعین و مقید کرنے کے لیئے مسلم کی ام الحصین والی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ " اطاعت کرو اور حکم بجالاؤ۔ اگرچہ تم پر ایسا غلام حاکم ہو جو تمہیں اللہ کی کتاب کے ساتھ کھینچے "۔ اور جس ناپسندیدہ بات پر ہمیں ابن عباس کی حدیث میں حکم دیا گیا ہے اس سے ایسی بات مراد ہے جو ہمیں گراں یا ناگوار گزرے۔ اس میں اللہ اور رسول کی معصیت داخل نہیں ہے۔ کیونکہ اگر معصیت ہو تو اس سے باز رہنا اور روکنا واجب ہے لیکن دانائی اور پسندیدہ نصیحت کے ساتھ اس طرح کہ جب تک ہم معصیت یا مرضی الٰہی کے خلاف امور کا ازالہ خوبی اور امن و سلامتی کے ساتھ کر سکتے ہوں اس وقت تک قوم میں فتنے اور انتشار پیدا نہ کریں اور ان کی جان مال، ساز و سامان کو اتلاف و تباہی کا نشانہ نہ بننے دیں۔

یہی طریقہ اس وقت بھی اختیار کرنا چاہیئے جب اس غیر مشروع (امر منکر)

Marfat.com

کام کی مضرت انکار سے وقوع میں آنے والے ضرر سے بڑھ جائے (یعنی احکام الٰہی کے انکار سے جتنا نقصان ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ہونے لگے) حضرت عبادہ رضی کی حدیث میں جو الفاظ علانیہ کفر کے آئے ہیں ان سے بھی معصیت ہی مراد ہے اور اللہ کی ہر معصیت اس کی نعمت سے انکار ہے۔ اس مفہوم پر ایک روایت کے یہ الفاظ کہ "مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی یا خفیہ طور پر نافرمانی ہوتی ہو" واضح دلیل ہیں۔ اس لیے ہم ارباب حکومت سے ان کے معاملات حکومت میں نہ جھگڑا کریں گے نہ ان کی تدبیر و سیاست پر معترض ہوں گے۔ ہاں اگر ان سے کوئی ایسی معصیت دیکھیں جو بالکل تحقیق سے علم میں آئی ہو اور جس میں کسی شبہ اور تاویل کی گنجائش نہ ہو تو انکو دانشمندانہ نصیحت کے ساتھ اس طرح منع کریں گے کہ وہ معصیت سے باز آجائیں۔

طاعت اور معصیت

اس لیے جب تک ارباب حکومت اللہ کی اطاعت کرتے رہیں تم ان کی اطاعت کرو اور جب تک کھلی ہوئی برملا معصیت ظاہر نہ ہو ان کی جن باتوں کو ناپسند کرتے ہو ان پر صبر سے کام لو۔ جب تک جماعت حق پر قائم اور اللہ کے حکم پر عامل ہو۔ قوم کے اتحاد و سلامتی اور ان میں الفت کے بقا پر حریص رہو۔ مگر خبردار معصیت میں حکام کے ساتھ مداہنت

Marfat.com

اور بیجا درگذر سے کام نہ لینا اور نہ کسی ظلم و زیادتی میں ان کے ساتھ شریک ہونا۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون (اور جو لوگ ظلم کریں ان کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ (اس صورت میں) تمہیں دوزخ پکڑے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں، پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی)

Marfat.com

اجرِ مزید

خدا کے بندوں سے مراعات کی تاکید!

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:- ثلاثۃ یوتون اجرھم مرتین: الرجل تکون لہ الامۃ فیعلمہا، فیحسن تادیبہا ثم یعتقہا فیتزوجہا فلہ اجران ومؤمن اھل الکتاب الذی کان مؤمنا ثم امن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلہ اجران والعبد الذی یؤدی حق اللہ وینصح لسیدہ لہ اجران۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی و النسائی وابن ماجہ

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا کہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین آدمی ایسے ہیں جن کو دوگنا ثواب ملے گا (۱) وہ شخص جس کی کوئی باندی ہو۔ اسے تعلیم دے، اچھی طرح پڑھائے اور ادب سکھائے پھر اسے آزاد کر دے، اور اس سے شادی کرے تو اسے دوگنا ثواب ملتا ہے (۲) اور اہل کتاب میں سے ایسا شخص جو پہلے اپنے مذہب پر ایمان رکھتا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا اس کے لیے دوگنا ثواب ہے (۳) اور ایسا غلام جو اللہ کا حق ادا کرتا ہو اور اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے" اس کو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

تشریح

ہر نیکی کا اجر اور ثواب مقرر ہے، اور اس نیکی میں جتنا خلوص اور اس سے جتنا نفع ہوتا ہے اس کے برابر ہی ثواب کی مقدار معین ہوتی ہے۔ اور اگر نیکی ایک ہو اور اس کے پہلو کئی ہوں تو ثواب کا شمار بڑھ جاتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح نیکیوں کے شمار کے ساتھ ثواب کا شمار ہوتا ہے، اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ایسے تین اشخاص کا ذکر فرماتے ہیں جنھیں دوگنا اجر دیا جائے گا!

لونڈی کیساتھ سلوک

ان میں سب سے پہلے وہ شخص ہے جس کی ملکیت اور خدمت میں کوئی لونڈی ہو وہ اس کے ساتھ پوری طرح سلوک و احسان سے پیش آتا ہو اُسے فرائض دین اور سنن (سنتیں) امور خانہ داری۔

مثلاً صفائی ستھرائی کھانا پکانا، آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، سلیقہ، قرینہ بچوں کی دیکھ بھال کی تعلیم دے خواہ یہ تعلیم خود دے یا کسی غیر سے مثلاً بیوی، خدام، بیٹیاں اور نوکر چاکر وغیرہ سے دلوائے اور ناقص تعلیم پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس میں اتنی کوشش کرے کہ وہ تعلیم کی انتہا کو پہنچ کر اس میں ہوشیار و ماہر ہو جائے، منتظم و دانا بن جائے۔ اسی طرح اسے ادب و تہذیب سکھائے۔ اور مکارم اخلاق، محاسن آداب مثلاً عفت، قناعت، راستی، امانت، حسن معاشرت اور آداب گفتگو وغیرہ کی مشق کرائے، اور اس تعلیم و تربیت میں اتنی سرگرمی دکھائے کہ وہ لونڈی پوری طرح مہذب و شائستہ بن جائے۔ پھر اس تعلیم و تادیب اور حصول کمال کے بعد اسے اپنی کنیزی سے آزاد کرکے آزادی کی اس نعمت سے بہرہ ور کرے جو انسان کا فطری حق ہے، تاکہ اسے

Marfat.com

اپنے اوپر پورا اختیار حاصل ہو۔ وہ اپنی ذات اور مال وغیرہ میں بالکل آزاد و بااختیار ہو، کسی کو اس پر غلبہ یا تسلّط نہ ہو اور وہ ایک جائز دائرہ اور پسندیدہ طریقے کے اندر رہ کر جو مناسب راہ عمل چاہے اختیار کرے۔ پھر یہ شخص اس پر ایک اور احسان کرے جو ایک بڑی نیکی ہے اور وہ یہ کہ اسے اپنی بیوی بنا کر اپنی آزاد بیوی کے برابر درجہ عطا کرے اور خدمت گاری کے مرتبے سے بڑھا کر زوجہ و رفیقۂ زندگی کا مرتبہ دے۔

ایسا شخص اس امت میں دو ثوابوں کا حق دار ہے۔ ایک تو بندگی سے آزاد کرنے کا ثواب۔ دوسرا خدمت میں رکھنے کے بعد اس سے بیاہ کرنے کا۔ پھر اسے اس سے بھی زیادہ ثواب تعلیم و تادیب کا ہوگا اور چونکہ کنیزی یا غلامی سے آزاد کرنے کا درجہ نیکیوں میں بہت بلند ہے یہاں تک کہ قرآن کریم میں اسے اقتحام عقبہ یعنی دشوار پہاڑی کو طے کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور چونکہ لونڈی کو آزاد کرنے کے بعد اس سے عقد کرنا بڑی نعمت ہے جو اسے بخشی جاتی ہے اس لیئے ان دونوں باتوں کی علو شان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرف انہی کے اجر کا ذکر کیا ہے، تعلیم و تہذیب کے اجر کا ذکر نہیں کیا۔ ایک حکمت اور ہے اور وہ اس بات سے متنبہ کرنا ہے کہ تعلیم و تادیب لونڈی غلاموں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ بات ہر گھرانہ کے مالک

Marfat.com

یا سردار پر بیٹیوں یا بیٹوں سے متعلق واجب ہے۔

غلام کا درجہ

کیا ایسی ہدایات اور تعلیم ہونے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے غلام کا درجہ نہیں بڑھایا اور اسے تربیت و تہذیب میں آزادوں کے رتبے تک نہیں پہنچایا، کھوئی ہوئی آزادی اور حقوق عامہ تک رسائی میں اس کی دستگیری نہیں کی؟ کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے لڑکی کی تعلیم و تادیب اور تہذیب و شائستگی کی ترغیب نہیں دی جس سے اس کی عقل ترقی کرے اور اخلاق میں خوبی پیدا ہو، شان بلند ہو اور وہ اپنے خانگی فرائض و واجبات صحیح طور پر سیکھ لے؟ جب شارع علیہ السلام کی تعلیم لونڈیوں کی نسبت ایسی ہو تو شریف و پاکدامن آزاد عورتوں کے لیئے کیا کچھ نہ ہوگی۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنی بیٹی کو تعلیم دے اور ادب سکھائے اس سے اولاد اور والدین دونوں کا مستقبل مبارک اور زندگی مسعود و پسندیدہ رہے گی۔

اہل کتاب مومن!

ان میں سے دوسرا درجہ اس شخص کا ہے جو کتب متقدمہ پر ایمان

Marfat.com

رکھنے والے یہودیوں، عیسائیوں میں سے ہمارے دین، ہماری کتاب ہمارے امام اور نبی پر ایمان لائے۔ ان لوگوں کو جہات متعدد ہونیکی وجہ سے ایمان لانے پر دو ثواب ملیں گے۔ ایک اپنے دین پر ایمان رکھنے اور اپنی کتاب پر عمل کرنے کا اور دوسرا ہمارے نبی پر ایمان لانے اور ہماری کتاب پر عمل کرنے کا۔ اس بات میں یہود و نصاریٰ کے لیئے بڑی ترغیب ہے تاکہ وہ اسلام قبول کرنے میں عجلت و سبقت کریں جو تمام دینوں کا خاتم ہے! پھر وہ خود اپنے دین کی حفاظت کرکے جس ثواب کے خواہاں تھے وہ بھی ان کے لیئے محفوظ رہے گا اور نئے ایمان کا ثواب اور قرآن مجید پر عمل کرنے کا اجر الگ ملے گا۔ یہ اس لیئے کہ اسلام کسی حق دار کے حق سے انکار نہیں کرتا اور نہ کسی عمل خیر کرنیوالے کو اس کے ثواب سے محروم کرتا ہے۔

غلام اور آقا

ان میں تیسرا درجہ اس غلام کا ہے جو غلامی میں اپنے آقا کا فرض ادا کرتا ہے اور بندگی کے اعتبار سے اپنے رب کا یعنی آقائے مجازی و حقیقی دونوں کا حق گزار ہے کیونکہ ایک طرف وہ اپنے مالک کا مطیع خادم ہے اور امانت دار محافظ۔ وہ اپنے تمام کاموں میں اپنے مالک

Marfat.com

سے خلوص رکھتا ہے۔ اس کے مال و دولت کو بڑھانے پر حریص رہتا ہے اس کے بیٹوں اور بیٹیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جس بات میں اس کے لیئے بھلائی دیکھتا ہے اس کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ برائی کے مواقع سے متنبہ کرتا رہتا ہے تو دوسری طرف اپنے رب کے حقوق ادا کرتا رہتا ہے اور واجبات پر قائم رہتا ہے۔ اسے آقا کی خدمت گزاری اللہ کا حق ادا کرنے سے غافل نہیں رکھتی۔ جب نماز کے لیئے اذان دی جاتی ہے اس کی طرف سبقت کرتا ہے۔ اور جب شریفانہ کاموں کے لیئے دعوت دی جاتی ہے تو انھیں قبول کرتا ہے۔ اور جب اس کا آقا اس کو کسی جرم کے ارتکاب کی ترغیب دیتا ہے تو اسے نصیحت کرتا ہے اور اپنے پروردگار کے حکم کی اطاعت کرتا ہے یعنی وہ اوامر دین پر قائم رہتا ہے اور نواہی سے دستکش، قرآن کو یاد رکھتا ہے اور بدی کا دشمن رہتا ہے: پس اس شخص کے لیئے دو اجر ہیں۔ ایک اپنے آقا کی نصیحت کا اجر اور دوسرا اپنے رب کی اطاعت کا۔

دوسرے مستحق ثواب

یہ ہے اس حدیث کی شرح۔ یہاں مذکورہ اشخاص کی تعداد کا کوئی خاص یا محدود مفہوم نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے اور لوگ بھی ہیں جنھیں

Marfat.com

دوگنا ثواب دیا جائے گا۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحاً نؤتہا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریما (اے ازواج نبی! جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے تواضع کرے اور نیک کام کرے ہم اسے اس کا دوگنا ثواب دینگے اور اس کے لیئے پسندیدہ رزق مہیا کریں گے)

یا وہ شخص جو اپنے قریبی عزیز کو صدقہ دیتا ہے اس کے لیئے بھی دو اجر ہیں۔ صدقہ کا اجر اور صلہ رحمی (قرابت نباہنے کا) اجر۔ یا وہ حاکم جو اپنے حکم میں صحیح راہ پر ہو، اسے دو ثواب ملیں گے۔ یا وہ شخص جو کسی اچھے قاعدہ کی طرح ڈالے۔ اس کو بھی ایک تو اس اچھے قاعدے پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ دوسرا ثواب اس کا کہ اور لوگ اس قاعدہ پر چلیں گے۔ یا وہ شخص جو تیمم کرکے نماز پڑھے اور پھر جب پانی مل جائے تو وضو کرکے اس کا اعادہ کرے ایسے شخص سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہیں دوگنا اجر ملے گا۔ اسی طرح جو شخص تلاوت قرآن دشوار ہونے کے باوجود قرآن پڑھے اسے دوہرا ثواب ہے۔ یہ تمام باتیں صحیح احادیث میں آئی ہیں اور اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ثواب کا دوچند ہونا انہی تین امور تک محدود نہیں ہے (اللہ جسے چاہتا ہے دوگنا ثواب عطا کرتا ہے اور اللہ بہت وسعت دینے والا اور علیم ہے)

Marfat.com

بشارت اور نفرت

نفسیاتِ انسانی کا بہترین فلسفہ

عن عامر بن ابی موسیٰ عن ابیہؓ قال: لما بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ بن جبل الی الیمن قال لہما: یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا وتطاوعا ولا تختلفا۔ رواہ البخاری۔

عامر بن ابی موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: — جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو ان دونوں سے فرمایا "تم دونوں سہولت برتو سختی کا سلوک نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ، باہم اطاعت کرو، (ایک دوسرے کا کہا مانو)، اختلاف نہ کرو، اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

لغت

یَسِّرا:۔ تیسیر سے جس کے معنی ہیں آسان کرنا، عَسِّرا تعسیر سے ہے، اس کے معنی ہیں دشوار کرنا، اسی طرح بَشِّرا تبشیر سے ہے جس کے معنی ہیں خوش خبری سنانا جس کا اثر بشرہ سے ظاہر ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ کا لفظ انذار بمعنی ڈرانا ہے۔

تنفرا:۔ تنفیر سے نکلا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا اور ہٹا دینا یا برہم کر دینا اس کا لفظ مقابل تسکین ہے۔

تطاوع:۔ دو شخصوں کا ایک دوسرے کی اطاعت کرنا یا باہم کہا ماننا۔ اس کے مقابلہ کا لفظ تخالف ہے۔

نرمی اور سختی

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک عادت کریمہ یہ بھی تھی کہ آپ جس وقت والیوں اور عاملوں کو مختلف سمتوں میں روانہ فرماتے تو انھیں نصیحتوں کی دولت سے مالا مال فرماتے تاکہ وہ لوگوں کے اچھے پیشوا بنیں اور ان کے قلوب کو اسلام پر مجتمع کریں۔ جب آپ نے ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبل کو یمن کے علیحدہ علیحدہ صوبوں کی جانب

Marfat.com

روانہ فرمایا تو انھیں تین باتوں کے کرنے کا حکم دیا اور تین باتوں سے منع فرمایا۔

۱۔ ان دونوں کو آسانی برتنے کا حکم دیا اور سختی سے منع فرمایا تیسیر سے مراد لوگوں سے آسانی کے ساتھ پیش آنا ہے۔ قرآن اپنے اس قول سے لوگوں کو اس کی دعوت دیتا ہے یریدُ اللّٰہ بِکُمُ الیُسرَ ولا یُریدُ بِکُمُ العُسرَ (اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، وہ سختی کا ارادہ نہیں رکھتا) اور اللہ کا فرمان ہے وما جعل علیکم فی الدین من حرج (اس نے دین کے معاملہ میں تم کو کسی تنگی میں نہیں ڈالا ہے) اس لیے چاہیئے کہ انھیں دشواری میں مبتلا نہ کرے نہ دشوار اور مشکل کام کرنے کی تکلیف دے جس سے انھیں اذیت پہنچے، یا ان کے نفوس بیزار و ملول ہوں اور جب نمازیں ان کی امامت کرے تو نماز کو طول نہ دے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تخفیف سے کام لے یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے۔ کیونکہ مقتدی نمازیوں میں مریض، ضعیف، حاجتمند سبھی ہوتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کوئی شخص تیز و تند الفاظ سے اسے مخاطب کرے لیکن وہ وقت اور حالات کے لحاظ سے فطری ہوں تو ان سے برہم نہ ہو اور نہ زکوٰۃ جمع کرتے میں ان سے حق میں کمی کیے بغیر اس قدر وصول کرے کہ ان کے لیئے

Marfat.com

آسان ہو اور گراں نہ گزرے، جب بری بات سے انھیں منع کرنا اور باطل یا غلط طریقے سے الگ کرنا چاہتا ہو تو ان کے ساتھ نرم طریقے سے پیش آئے۔ انداز کلام سختی یا شدت اور تند گفتاری سے خالی ہو جس کی مثال ہمیں آنحضرتؐ کے اُسوۂ حسنہ سے ملتی ہے، کسی اعرابی نے ایک بار مسجد میں پیشاب کر دیا مسجد کی اس بے حُرمتی سے حاضرین مسجد برانگیختہ ہو گئے اور اعرابی پر حملہ کرنے کے لیے جھپٹے۔ آپؐ نے ان لوگوں کو اس فعل سے باز رکھا اور فرمایا "اسے جانے دو اور اس کے پیشاب پر چند ڈول پانی کے بہادو۔ کیونکہ تم دنیا میں آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو سختی کرنے کے لیے نہیں۔" ہمیں چاہیئے کہ جس طرح ہم لوگوں کے ساتھ معاملات کرتے، انھیں منع کرنے اور جھڑکنے میں سہولت برتیں اسی طرح اپنے نفس کے ساتھ بھی سہولت کا لحاظ رکھیں لہذا ہم کو عبادات یا طاعت کا بوجھ اس پر اتنا نہ ڈالنا چاہیئے کہ وہ اس سے ملول یا بیزار ہو جائے۔ اور جب تک واجبات کی ادائی سہولت سے ممکن ہو ان کی بجا آوری کے لیے شدت نہ کرنا چاہیئے۔ اسلئے جس شخص کو کھڑے کھڑے نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہو وہ بیٹھکر پڑھے۔ یا جس پر مرض، سفر، یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے گراں گزرتے ہوں وہ مدت عذر باقی رہنے تک نہ رکھے۔ یا جسے شدید سردی

Marfat.com

کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں تکلیف کا خطرہ ہو اور گرم پانی میسّر نہ آئے، تیمم کرلے۔ اسی طرح دوسرے معاملات میں جائز حدود کے اندر نفس کے ساتھ نرمی برتے۔ اور جہاں تک ہو سکے شدّت سے کام نہ لے۔

جو شخص یسرا اور آسانی کا مفہوم جانتا ہے عُسر و دشواری سے بھی واقف ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آسانی برتنے کا حکم دینے کے بعد سختی برتنے سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ اگر کسی بات کے کرنے کا حکم دیا جائے تو اس کی برعکس صورت سے باز رہنا خود بخود لازم آتا ہے مگر اس پر بھی سختی کی ممانعت فرمانا مراد و مفہوم کی تاکید اور تقویت کی غرض سے ہے تاکہ کسی مبالغہ کرنے والے کے لیئے مزید موشگافی اور غلو کا حیلہ باقی نہ رہے۔ لیکن اگر آپ صرف یسّرا (آسانی اختیار کرو) کے حکم پر اکتفا کرتے تو ایک مرتبہ سہولت برتنے کے بعد سختی اور شدت بھی روا رکھی جا سکتی تھی۔ چنانچہ آپ نے "یسرا" کے حکم کے بعد ہی "لا تعسرا" بھی فرما دیا جو "نہی" کا صیغہ ہے اور نہی کا اقتضا ہے کہ اس فعل سے ہمیشہ کے لیئے باز رہے اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ آسانی اختیار کرنے کے حکم سے اس کی دائمی پابندی مقصود ہے یہی صورت باقی اوامر و نہی کے صیغوں کی ہے (یعنی بشرا لا تنفرا اور تطاوعا لا تختلفا

Marfat.com

بشارت اور نفرت

آپ نے دونوں حضرات کو تبشیر یعنی خوشخبری دینے کا حکم دیا اور تنفیر یعنی بری یا نفرت دلانے والی خبر سے روکا اس لیے ہمیں لوگوں کو خوش کن اور فرحت بخش خبر سنانی چاہیئے۔ جو رنج و غم زائل کرے جس سے عزائم میں تیزی اور حوصلوں میں بلندی پیدا ہو اور وہ پاکیزہ اعمال کی طرف متوجہ ہو سکیں، جب ہم کسی جماعت کو دین کی طرف دعوت دیں تو ضروری ہے کہ گفتگو کے آغاز میں ان ثمرات اور فوائد کا ذکر کریں جو دین حق کو قبول کرنے سے حاصل ہوں گے۔ پھر دنیا میں عزت حکومت اور ثروت کا تذکرہ کریں وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ ولرسوله وللمؤمنین (اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لیے عزت و سربلندی ہے) وَعَدَ اللّٰهُ الذین اٰمنوا منکم وعملوا لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم (تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین پر خلیفہ بنائے گا، جیسے اس نے ان سے پہلے کے لوگوں کو زمین پر خلیفہ بنایا تھا) وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَه من اَمْرِهٖ یسرا (جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے

Marfat.com

اللہ اس کے معاملات کو آسان کر دیتا ہے ، ہمیں چاہیئے کہ ایسی باتیں کریں اور وہ چیزیں بیان کریں جو اللہ نے ایمانداروں کے لیئے حیات آخرت میں مہیا کی ہیں اور جو ایسی ہیں جنھیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا ، اور نہ کسی انسان کے قلب پر ان کا خیال تک گزرا۔

ہم ان سے دین کی سہولتیں بیان کریں اور سمجھائیں کہ اسکے قانون نفوس پر گراں نہیں گزرتے نہ تنگی اور دقت میں مبتلا کرتے ہیں۔ بلکہ ان میں پاکیزگی خوش بختی۔ راحت اور دل کی ٹھنڈک کا سامان موجود ہے اور جب ہم کسی شریر شخص کو نصیحت کریں کہ وہ گمراہی کے غار میں گرنے سے بچے تو ہمیں چاہیئے کہ اسے توبہ کی رغبت دلائیں اور اس سے آگاہ کریں کہ " توبہ برائیوں کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ اللہ کے دروازے توبہ کے لیئے کھلے ہوئے ہیں۔ راست بازی جرم سے زیادہ فائدہ بخش ہے "۔ جب کسی طالب علم کو اسباق میں جدوجہد کرنے کی نصیحت کریں تو اس پر محنت و کوشش کے نتائج اور اس کی بدولت دینی و دنیوی عظمت کے ثمرات و اثرات واضح کریں۔ لوگوں نے محنت و مشقت سے جو بڑے بڑے درجے ، مرتبے اور دولت و ثروت حاصل کی ہے اس کا ذکر کریں۔

Marfat.com

یہ تو ہوئی تبشیر یا بشارت کی تشریح، رہی تنفیر تو اس کو ایک جانب رہنے دینا چاہیئے۔ جو شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور جس کے دل میں اسلام اچھی طرح راسخ نہ ہوا ہو اس کو شروع میں پانی کے اقسام، استنجا کے احکام وضو کے فرائض، سنن اور آداب غسل اور اس کے احکام و اسباب، تیمم اور اس کے ارکان نہ سمجھائے جائیں۔ رفتہ رفتہ اسے ڈھرے پر لایا جائے کہ وہ خود ہی اپنے تئیں تعلیمات و احکام کے اسباب وعلل اور عرفان و حقیقت معلوم کرنے کے لیئے لپکے۔ سوچنا چاہیئے کہ یہ امور تو صرف نماز کا وسیلہ ہیں، خود اصل مقصود نہیں۔ اور وہ یقیناً اہمیت اور تعمیل وغیرہ کے لحاظ سے وسائل کے مقابلہ میں زیادہ بڑے ہیں، اس لیئے نو مسلم ان کی طرف راغب ہونے کے بجائے جب مشکلات محسوس کرے گا تو دین ہی سے نفرت کرنے لگے گا اور اس میدان میں قدم بڑھانے کے بعد پیچھے ہٹنے کا راستہ تلاش کرنے لگے گا۔ اسی طرح کسی عصیاں شعار اور گناہگار کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ گناہگار کو اس کے سابقہ جرائم کی بنا پر یہ کہہ کر نفرت نہ دلائی جائے کہ اس کے لیئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، اور اس نے جو کیا دھرا ہے اس کی سزا ضرور پائے گا۔ اس نفرت دلانے کا نتیجہ گناہوں سے باز رہنے کے بجائے ان میں ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ ایسے ہی جب کسی کاہل

Marfat.com

طالب علم کو سمجھانا مقصود ہو تو گفتگو کی ابتدا سستی و کاہلی کی بدانجامی اور نتیجہ کی برائی کے ذکر سے نہ کرنی چاہیئے۔ ایسا کیا جائے گا تو اسمیں کمزوری پیدا ہو جائے گی اور اس کے رہے سہے عزم کی بنیاد بھی ہل جائیگی اس طرح اسے نفع پہنچانیکے بجائے نقصان پہنچ جائے گا۔

یہی اصول ایسے شخص کے ساتھ گفتگو میں بھی ملحوظ رہنا چاہیئے جسکی نئی نئی شادی ہوئی ہو۔ اسے پاکیزہ زندگی اور سعید اولاد کی بشارت دینی چاہیئے یہ نہ کہنا چاہیئے کہ تمہاری یہ بیوی تو اس گھرانے کی ہے جس کے عادات و اطوار ایسے ویسے ہیں۔ یا یہ خانگی کاروبار چلانے کی صلاحیت نہیں رکھتی، نہ شوہر کی خدمت کے لائق ہے۔ یا فلاں فلاں شخص نے اس کے لیئے پیام دیا تھا پھر ہاتھ کھینچ لیا۔ یہ اس قسم کی باتیں ہونگی جو حماقت اور کوتاہ بینی پر دلالت کریں گی اور ان کا نتیجہ خوشگوار نہیں نہایت ناخوشگوار ہوگا۔

ایک نکتہ!

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تبشیر کے ساتھ ہی تنفیر کا ذکر فرمایا ہے انذار کا نہیں۔ جو معناً اس سے قریب ہے۔ انذار کے معنی ہیں ڈرانا لہذا بشارت کے مقابلہ میں انذار ہی ہو سکتا ہے، لیکن آپ نے انذار کے

Marfat.com

بجائے تنفیر یعنی نفرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انذار ایسی چیز ہے جو ممنوع نہیں ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مبشر و نذیر دونوں تھے۔ لِيُنْذِرَ بَاسًا شَدِيدًا مِنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُومنين الذين يَعْمَلُونَ الصالحات اَنَّ لهم اجرًا حسنًا ماكثين فيه ابدًا (تاکہ وہ اس کی (اللہ کی) سخت گرفت سے ڈرائے اور جو ایماندار نیک کام کرتے ہیں انھیں بشارت دے کہ ان کے لیئے اچھا اجر ہے جس سے وہ ہمیشہ فائدہ اٹھائیں گے) خود قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بہشت کو دوزخ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ پہلا مسکن متقیوں کے لیئے ہے، دوسرا مسکن مجرموں کے لیئے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قرآنی طریقے پر چلنے سے کیسے منع فرماتے۔ اسی لیئے آپ نے تنفیر کی ممانعت فرمائی۔ انذار کی نہیں۔ پھر تبشیر کا مقام الگ ہے اور انذار کا الگ۔ انذار (ڈرانا) اس کے لیئے ہے جسے ڈرانے اور دہشت زدہ کرنے کے سوا کوئی چیز راہ پر قائم نہ رکھے۔ تبشیر اس کے لیئے جس میں امیدوں کی روشنی عمل کی حرکت پیدا کر دے اور یہ دونوں پسندیدہ ہیں مگر تنفیر جب تک حق سے دور اور نیکی سے روگرداں نہ ہو قابل نفرت ہے۔

چونکہ انذار و تبشیر کا موقع و محل جدا جدا ہے اور دونوں کی سمتیں

Marfat.com

مختلف ہیں اس لیئے تبشیر کے حکم سے انذار کی ممانعت مقصود نہیں ہے۔ تنفیر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر آپ مدرس ہیں تو طلبہ کو درس دیتے وقت تقریر کو طول دیں اور مشکل نکات بیان کریں کیونکہ اس کی کوئی امید نہیں کہ ایسی حالت میں وہ اس کا احاطہ کرسکیں گے۔ یا درس کی ابتدا دشوار ابواب اور الجھے ہوئے مسائل سے کریں۔ آپ کو چاہیئے کہ تقریر میں سہولت اختیار کریں۔ ارادہ میں روانی ہو تو متعلم تھوڑے وقت میں تقریر پر حاوی ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر زیادہ آسان بات سے آسان کی طرف پھر مشکل سے دشوار تر مطالب کی طرف بڑھنا چاہیئے۔ یہی طریقہ ہر اس شخص کو اختیار کرنا چاہیئے جس کو کوئی اہم کام سپرد ہوا ور اس کے انصرام میں دوسروں سے کام پڑے، اس طرح مقصد بڑی آسانی سے حاصل ہو جائے گا اور کسی قسم کی دشواری نہیں پیش آئے گی۔

اطاعت اور مخالفت

پھر آپ نے ان دونوں کو تطاوع (باہم اطاعت کرنا) کا حکم دیا اور تخالف سے منع فرمایا۔ کیونکہ تطاوع میں قوت اور الفت ہے اور تخالف میں کمزوری اور نفرت۔ اسی لیئے جب تک جائز اور

Marfat.com

نیک کام سے واسطہ ہو ایک دوسرے کا کہا ماننا چاہیئے اور اگر کوئی بات خلاف رائے نظر آئے تو دونوں وجوہ اختلاف پر بحث کریں اور مسئلے کی چھان بین کے بعد بالاتفاق عمل کریں۔ یہ وہ نصیحت ہے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابوموسیٰؓ اور معاذؓ کو فرمائی تھی یہ ایسے ہر شخص کے لیئے موزوں ہے جو کسی اقلیم کا والی و حاکم بنا کر بھیجا جا رہا ہو۔ اور اس لائق ہے کہ وہ ان نصائح کو اپنا نصب العین بنالے تاکہ اپنے انتظام میں کامیاب اور ولایت میں سربلند ہو۔

کچھ اور باتیں!

ابھی اس حدیث کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اب ہم اسی پر گفتگو کریں گے۔ امام بخاری نے بیان کیا "ہم سے مسلم نے بروایت شعبہ۔ انھوں نے بروایت سعید بن ابی بردہ اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ انھوں نے کہا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے دادا ابوموسیٰ اور معاذ کو یمن روانہ فرمایا اور کہا یسرا ولا تعسرا وبشّرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا (ترجمہ پہلے گزر چکا ہے) اس وقت ابوموسیٰ نے کہا "اے اللہ کے نبی! ہماری سرزمین میں گیہوں اور جو کی اور شہد اور کھجور کی شراب ہوتی ہے (اس کے متعلق

Marfat.com

آپ کی کیا ہدایت ہے) آپ نے فرمایا "ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے" پھر وہ دونوں چل کھڑے ہوئے اور معاذ نے ابوموسیٰ سے کہا "تم قرآن کیسے پڑھتے ہو" انھوں نے کہا "کھڑے، بیٹھے اور اونٹنی پر وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں۔ یعنی ایک ہی مرتبہ میں ورد نہیں کرتا بلکہ دن رات میں تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھتا ہوں۔ اس لیے کہ اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے۔

پھر چلائی جاتی ہے، پھر اس کا دودھ بھر آتا ہے اور پھر دُوہی جاتی ہے۔ انھوں نے کہا، رہا میں تو میں سوتا ہوں، اٹھ کھڑا ہوتا ہوں اور سو جاتا ہوں اور اپنے سونے کو ویسا ہی خیال کرتا ہوں جیسا اٹھ کھڑے ہونے کو۔ بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ لگایا۔ پھر وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے۔ معاذ ابوموسیٰ سے ملنے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بندھا ہوا ہے۔ کہا:۔ "یہ کیا ہے"؟ ابوموسیٰ نے کہا "یہ یہودی ہے جو مسلمان ہو گیا تھا اب پھر مرتد ہو گیا ہے۔" معاذ نے کہا "بے شک میں اس کی گردن مار دوں گا۔"

Marfat.com

عیادت کا صلہ
بندگی سے آزاد کرنے کا انعام

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ:- قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:- اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکّوا العانیَ -

رواہ البخاری-

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
انھوں نے کہا:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
"بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو آزاد کرو-

(اس کو بخاری نے روایت کیا)

Marfat.com

لغت

عیادۃ:۔ اس کے معنی ہیں زیارت یا ملاقات کرنا۔ جو شخص ایک بار کے بعد دوسری بار تمہارے پاس آئے وہ عائد یا عیادت کرنے والا کہلائے گا۔ عیادت کا لفظ مریض کو دیکھنے کے معنوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ اسی موقع کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔

عانی:۔ قیدی۔ اور ہر وہ شخص جو ذلیل، مسکین اور فرمانبردار ہو جائے اس کا مؤنث عانیہ ہے اور عانیہ کی جمع عوان ہے، اسی لفظ کا استعمال اس حدیث میں ہوا ہے اتقوا اللہ فی النساء فانھن عوان عندکم (اللہ سے عورتوں کے معاملے میں ڈرو کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی یا قیدیوں کی طرح ہیں)

تشریح

اس حدیث میں تین باتیں کہی گئی ہیں:۔

ان میں سب سے پہلی چیز "بھوکے کو کھانا کھلانا ہے۔ قرآن کریم نے اس بات پر بہت سے مواقع پر اکسایا اور ترغیب دی

Marfat.com

ہے۔ مثلاً فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ؟ فک رقبۃ او اطعامٌ فی یوم ذی مسغبۃ (اس نے دشوار گھاٹی کو طے کیا۔ اور تم جانتے ہو وہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی گردن کو (یعنی غلام کو) چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا) یتیماً ذا مقربۃ او مسکیناً ذا متربۃ (قرابت والے یتیم یا فقیر و مفلس مسکین کو) اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم بھوکے کو بھوک کی تکلیف سے چھڑانے کے لیے فرض کفایہ کے طور پر کھانا کھلائیں۔ اسکی صحت کی بلکہ اگر کھانا نہ ملنے سے اس کی جان پر بن آئی ہو تو جان کی حفاظت کے لیے کھلائیں۔ لیکن ہم کو چاہیئے کہ یہ کھانا ہم اللہ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے ایسا اچھا کھلائیں جو ہم خود کھاتے ہوں۔ "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون" (اور جو کچھ تم خرچ کرو اس میں سے ناپاک چیز کا ارادہ نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ کے اس قول پر کہ و یطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً (اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں) اور بھوک انسان اور حیوان کے لیے عام ہے۔

Marfat.com

عیادت

دوسری بات مریض کی عیادت ہے، اسے بعض فقہا نے کفایہ طور پر واجب کہا ہے۔ جیسے بھوکے کو کھانا کھلانے اور قیدی کو آزاد کرنے کی صورت ہے۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی جو حدیث ان الفاظ میں آئی ہے اس سے اس حدیث کے مطابق یہ الفاظ ہیں۔ حقُّ المسلم علی المسلم اور مسلم کی روایت کے مطابق یہ الفاظ ہیں۔ تجب للمسلم علی المسلم (یعنی مسلمان کا حق مسلمان پر یا مسلمان کے لیے مسلمان پر واجب ہے اور انھوں نے ان حقوق یا واجبات میں مریض کی عیادت کا بھی ذکر کیا ہے لیکن جمہور کا اتفاق اس پر ہے کہ اصل میں یہ امور مندوب یا پسندیدہ ہیں۔ اور بعض اوقات وجوب کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ مریض کی عیادت میں یاد رکھنا، محبت کرنا، اور نفع بخشی کی صفات موجود ہیں۔ یہ انسان کو موت کی یاد دلاتی ہے۔ اور اس صحت کی قیمت سے آگاہ کرتی ہے جس سے عیادت کرنے والا بہرہ مند ہے۔ اس کے بعد عیادت کرنے والا صحت عطا کرنے والے (اللہ) کا شکر ادا کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ عیادتِ مریض اور عیادت کرنے والے اشخاص کے درمیان محبت کا بیج بوتی ہے۔ بلکہ اس کے اور

Marfat.com

اس کے اعزہ کے دلوں میں بھی۔ یہ مریض کے لیئے بھی مفید ہے۔ وہ اس سے راحت اور تسلی پاتا ہے۔ بسا اوقات عیادت کرنیوالا مریض کو ایسی دوا بیان کر جاتا ہے جس سے مرض جاتا رہے۔ یا ماہر طبیب کو لے آتا ہے۔ یا حکیم حاذق کی رہبری کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں مناسب یہ ہے کہ عیادت معمول کے مطابق اوقات میں کی جائے اور عیادت کرنے والا مریض کے پاس اتنی دیر تک نہ بیٹھے کہ اسے بیزار کر دے یا اسکے گھر والوں کو کھلنے لگے۔ البتہ اگر اس کے پاس دیر تک بیٹھنا ہی ضروری ہو تو اور بات ہے۔ اسی طرح مریض کے پاس جانے، بات کرنے یا اس کے نزدیک آمدورفت کم رکھنے میں معالجوں اور طبیبوں کی ہدایات کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

قیدی کی آزادی

قیدی کو چھڑانا اس موقع پر فک کا لفظ آیا ہے جو مال وغیرہ کے ذریعے دشمنوں سے قیدی کے چھڑانے کے معنی میں آتا ہے، جمہور علما اس کے واجب کفایہ ہونے پر متفق ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مومن کے لیئے ذلت نہ ہو جائے جس کے لیئے اللہ نے عزت مقرر فرما دی ہے اسحاق بن راہو یہ نے کہا ہے " قیدیوں کو بیت المال سے رہا کرانا واجب ہے

Marfat.com

نہ کہ انفرادی طور پر۔ اور اگر ہمارے ہاتھوں میں دشمنوں کے قیدی قید ہیں تو ہم اپنے قیدی ان کے (مسلمانوں کے) بدلے دے دیں گے۔ غرض یہ ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو جنھوں نے ہمارے اعزاز و سربلندی کے لیے جہاد کیا ہو، اعدا کے ہاتھوں ذلّت کی حالت میں نہ چھوڑیں بلکہ ہم پر واجب ہے کہ افراد یا قوم کی صورت میں اپنی ہر امکانی قوت سے انھیں چھڑا کر ان کے گھر پہنچائیں۔

Marfat.com

محبّت اور اختلاف

چند حکیمانہ ارشادات

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: ۔ سمعتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول:۔ الارواح جُنُودٌ مُجَنَّدَۃ۔ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف۔ رواہ البخاری وکذلک مسلم عن ابی ھریرۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا "میں نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا" روحیں جمع کی ہوئی فوجیں ہیں۔ ان میں سے جو ایک دوسرے سے واقف ہیں باہم انس رکھتی ہیں اور جو ناواقف ہیں باہم دور دور رہتی ہیں

Marfat.com

لغت

روح ۔ وہ شے جس سے زندگی اور حرکت قائم ہے ۔

جنود ۔ جند کی جمع ہے جس کے معنی ہیں فوج اور وہ معاون ومددگار ہوتی ہے ۔ جند کا واحد جندی (سپاہی) ہے ۔ اصل میں اس لفظ کے معنی ہیں سختی کرنا اور جمع کرنا ۔ سخت پتھریلی زمین کو جند کہا جاتا ہے ۔ تجنید ۔ فوج کو جمع کرنے کے لئے مستعمل ہے ۔

تعارف ۔ ایک دوسرے کو پہچاننا ۔

معرفت ۔ کسی چیز کو دریافت کرنا ۔

تناکر ۔ تعارف کی ضد ہے ۔

ائتلاف ۔ بمعنی اجتماع ۔ دوسرے الفاظ میں ائتلاف کے معنی اُنس اور محبت ہیں اور اختلاف اس کی ضد ہے ۔

اس کے علاوہ ایک حدیث بخاری نے اپنی صحیح میں بطور تعلیق روایت کی ہے جو غیر متصل ہے ۔ یہ حدیث لیث یحیٰی، سعید اور عمرۃ کے واسطے سے حضرۃ عائشہ سے مروی ہے انھوں نے اسے اپنی کتاب الادب میں شامل کیا ہے اور وہاں عبداللہ بن صالح سے بواسطہ یحیٰی بیان کیا ہے ۔ ان عبداللہ کے متعلق بعض ائمہ جرح و تعدیل نے کلام کیا ہے یعنی

Marfat.com

ان کے ثقہ ہونے میں بحث و تامل سے کام لیا ہے۔

تشریح

عام اجتماعات میں ہمیں جو مظاہر نظر آتے ہیں ان میں یہ بات عام طور سے دیکھی جاتی ہے کہ ان میں سے ہر شخص، روحانی، خلقی دینی، ادبی، وطنی اور مذہبی اور پیشہ اور عمل کے اعتبار سے ایسے لوگوں کی طرف مائل ہوتا ہے جو اس سے مناسبت رکھتے ہیں، اور ایسے مواقع پر جو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں وہ آغاز اجتماع کے بعد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں یا ٹکڑیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں ان میں سے ہر جماعت یا ٹکڑی اپنے مخصوص حالات اور مشترک امور پر گفتگو کرتی رہتی ہے اور جب کوئی ایسا شخص ان میں دخیل ہوتا نظر آتا ہے جو ان سے ربط و مناسبت نہ رکھتا ہو تو یہ جماعت متغیر سی ہو جاتی ہے اسی طرح جب آپ کسی عام سواری ٹرین، جہاز، ٹرام یا موٹر میں یا کسی عام جلسے میں بیٹھیں تو اپنے اندر بعض لوگوں کی جانب کشش اور بعض کے متعلق بیزاری یا نفرت محسوس کریں گے۔ حالانکہ اس قسم کے اجتماع اور تعارف یا جذب و کراہت کا موقع اس سے قبل نہیں آیا تھا۔ پھر بھی ایسی صورتیں اکثر پیش آجایا کرتی ہیں۔ غور کرنا چاہیئے اس

Marfat.com

موالنست باہمی، محبت اور الفت میں کیا راز ہے اور اس اختلاف وتنافر کی کیا علت ہے؟ اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں بلاشبہ بندوں کے ارواح و نفوس جمع کی ہوئی فوجیں اور لشکر ہیں۔ ان میں سے جن کے درمیان تعارف، مشابہت، مناسبت اور موافقت پائی جاتی ہے۔ وہ باہم الفت رکھتے ہیں اور اجتماع سے خوش ہوتے ہیں ایک دوسرے سے ملاقات کرکے مسرور ہوتے ہیں اس کا سبب مبدأ میں اتفاق اور روح میں تقارب ہے۔

ایک اہم روایت

ابویعلی نے اپنی سند میں عمرۃ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ انھوں نے (عمرۃ) کہا "مکہ میں ایک عورت بڑی چنچل تھی۔ وہ مدینے آئی تو وہاں بھی ایک اسی قسم کی عورت کے ہاں ٹھہری اس کی اطلاع (حضرت) عائشہؓ کو ہوئی تو بولیں:۔ میرے حبیب نے سچ کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ — الخ"۔ لیکن جن روحوں کے درمیان ناآشنائی، بُعد، اختلاف اور غیریت ہوتی ہے وہ باہم مختلف رہتی ہیں

Marfat.com

ایک دوسرے سے نفرت کرتی ہیں اور ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں اسی لیئے جب نیکوکار اور پاکیزہ طینت صالحین کسی جگہ پائے جاتے ہیں تو وہ اپنے ہی جیسے اشخاص کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ یا خود ان کی طرف کھنچتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان محبت کی ایک لہر سی دوڑنے لگتی ہے جو ان کے قلوب کو اکٹھا کرتی اور ان کے مابین وحدت اخوت اور مودت کے روابط کو مستحکم کر دیتی ہے۔ لیکن جو لوگ ان کے مماثل نہیں ہوتے اُن سے اِن کے دل گھبراتے اور نفرت کرتے ہیں۔

یہی فاجر و شریر لوگوں کا حال ہے کہ جب وہ کسی محفل میں آتے ہیں تو ان کے ہمجنس اور مماثل ان کی طرف جھپٹتے ہیں، ان سے ملتے اور بے تکلف ہو جاتے ہیں۔ اور جو ان جیسے اخلاق و اطوار سے متصف نہیں ہوتے ان سے دُور دُور اور پھٹے پھٹے رہتے ہیں۔ اس لیئے جب ایسے اشخاص سے جن کی نیکوکاری اور راست کرداری کا آپ کو علم ہے اپنے نفس کو نفرت اور دل کو بیزاری محسوس کرتا ہوا پائیے تو سمجھ لیجیئے کہ ضرور کوئی عیب اور نقصان ہے آپ طہارت و پاکیزگی میں ان سے کم ہیں اس لیئے اپنے نفس کی خرابیوں کا علاج کیجیے۔ اسے برائیوں سے پاک کیجیئے تاکہ نیک ارواح کے ساتھ

Marfat.com

قرب اور اچھے نفوس کے ساتھ مشابہت پیدا ہو سکے، اور نفرت کی جگہ الفت کو مل سکے۔ اور اگر آپ کا میلان ایسے لوگوں کی جانب پایا جائے جنھیں آپ فاسق و فاجر کی حیثیت سے جانتے ہیں اور جن کی آوارگی و عیاشی کا آپ کو علم ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ ایسے اشخاص کی طرف آپ کا میلان انھیں کے گروہ میں شامل کیئے ہوئے ہے۔ آپ انھیں کے شجرِ اخلاق کی ایک شاخ ہیں۔ اگر اس کے باوجود آپ کا نفس یہ کہتا ہو کہ آپ نیک، امین اور بڑے درویش یا صوفی ہیں تو خوب جان لیجئے کہ آپ اپنے نفس کے ہاتھوں فریب کھا رہے ہیں۔ اور احمق بنے ہوئے ہیں۔ اگر دل کا گوشہ ٹٹولیئے تو اس میں باطل کا تسلط شیطان کی سلطانی اور شر و فساد کی فضا چھائی ہوئی نظر آئے گی اسی طرح جب آپ اپنی بدکرداری اور کج روی کو جانتے ہوئے بھی اپنے دل کا میلان نیکیوں کی جانب پائیں۔ دل میں ان کے لیے کشش محسوس کریں اور ان کی مجالس محبوب ہوں تو یہ سمجھ لیجئے کہ ابھی خیر باقی ہے اور سنورنے اور سنبھلنے کی امیدیں موجود ہیں۔ اس وقت اس بچی کھچی نیکی کی خود پرداخت اور تربیت کیجئے اور اس امید کو قوت پہنچائیے۔ یہاں تک کہ جتنا شر موجود ہو رخصت ہو جائے اور آپ خیر یا نیکی کے گروہ میں داخل ہو سکیں۔

Marfat.com

شر کی طرف میلان

یہی صورت اس وقت اختیار کی جائے گی جب نیک، متقی اور پاک طینت ہونے کے باوجود دل میں مجرموں اور ظالموں کی جانب بھی کچھ میلان موجود ہو، اس حالت میں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ شیطان دل میں راہ پاگیا ہے اور اس نے کچھ نہ کچھ قبضہ نفس پر جما رکھا ہے اس وقت اس سے بچنے کی تدبیر کرنا چاہیئے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ومن شر حاسد اذا حسد (کہدو اے محمد! میں صبح کے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر چیز کی بدی سے جو اس نے بنائی اور اندھیرے کی بدی سے جب وہ سمٹ آئے اور گرہوں پر پڑھ پڑھکر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے

اس طرح یہ حدیث ہم پر نفوس کے بعض طبائع کو واضح کرتی ہے تاکہ ہم اس سے فائدہ اٹھائیں، برائی سے بچیں اور بھلائی سے نفس پر غلبہ حاصل کرلیں۔

Marfat.com

والدین کیساتھ حسن سلوک

حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال :۔ جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال :۔ یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی ؟ قال امک قال ثم من ؟ قال :۔ امک، قال :۔ ثم من ؟ قال امک قال :۔ ثم من ؟ قال ابوک ۔ رواہ البخاری ومسلم ۔

(حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا :۔ یا رسول اللہ میرے حسن خدمت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے ؟ فرمایا "تمہاری ماں" کہا "پھر کون ہے"؟ فرمایا "تمہاری ماں" کہا "پھر کون ہے؟"

Marfat.com

فرمایا "تمہاری ماں" کہا "اس کے بعد کون ہے؟" فرمایا "تمہارا باپ"۔

(اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا)

لغت

صحبت، صحابت دونوں مصدر ہیں۔ ان کے معنی ہیں مصاحبت یعنی ایسی ملازمت یا خدمت جو بدن کے ذریعہ بھی ہوتی ہے اور توجہ و اہتمام کے ساتھ بھی۔

تشریح

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والدین میں سے ہر ایک حسن خدمت اچھے سلوک اور کامل اہتمام و توجہ کا حق دار ہے وصاحبھما فی الدنیا معروفا (اور تم دنیا میں نیکی سے ان دونوں کا ساتھ دیتے رہو) لیکن ماں کا حق باپ کے حق سے بدرجہا زیادہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے حق کا تذکرہ پوری تاکید کے ساتھ تین مرتبہ کر لیا اس کے بعد باپ کا حق بیان فرمایا۔

Marfat.com

ایک سوال اور اس کا جواب

پوچھا جا سکتا ہے کہ ماں کا درجہ باپ کے درجے سے کیوں بلند ہے؟ اولاد کی تربیت میں تو دونوں شریک رہتے ہیں، باپ مال صرف کرتا ہے، تربیت کرتا ہے، ماں کھلاتی پلاتی ہے، آغوش میں جگہ دیتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ماں اولاد کے لیئے اتنی تکلیف اٹھاتی ہے، باپ نہیں اٹھاتا، نو مہینے پیٹ میں رکھا اور ضعف پر ضعف کمزوری پر کمزوری برداشت کی، پھر جب ولادت ہوئی تو وہ بھی اتنی تکلیف اور درد کے ساتھ کہ جان پر بن آئی۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب بچہ زندگی کے دروازہ پر قدم رکھ رہا ہوتا ہے اور بچے پر جان چھڑکنے والی اور شفقت کرنے والی ماں کی زندگی خاتمے کے قریب جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح دودھ پلانے کی مشقت کا حال ہے وہ دو سال تک بچے کو دودھ پلاتی رہتی ہے اس حال میں کہ اسے آرام پہنچانے کے لیئے خود جاگتی ہے، اس کے فائدہ کے لیئے محنت و مشقت برداشت کرتی ہے خواہ وہ ان فرائض کی بجا آوری میں خود کتنا ہی دکھ اٹھائے۔ زبان وحی سے اسی کا ذکر کیا گیا ہے

Marfat.com

ووصّینا الانسان بوالدیہ احسانًا، حملتہ امّہ کرھًا ووضعتہ کرھا، وحملہ وفصالہ ثلاثون شھراً (ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی نصیحت کی ہے اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ ہی اس نے اس کو جنا اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس ماہ میں ہے۔

ان آیات میں انسان کو والدین کے ساتھ احسان کرنے کی نصیحت کی ہے، اس ہدایت کے اسباب میں صرف ماں کی مشقت کا ذکر کیا ہے تاکہ اس کے حق کی عظمت کی طرف اشارہ ہوسکے، والدین اگر حاجت مند ہوں تو ان دونوں کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور لباس وغیرہ ضروریات زندگی پر خرچ کرنا حسن خدمت میں شامل ہے اگر وہ ادنیٰ یا اوسط درجے کی زندگی گزار رہے ہیں اور تم آرام اور خوش حالی کے ساتھ بسر کر رہے ہو تو کم از کم ان کا درجۂ معیشت اپنے درجے کے برابر رکھو بلکہ اس سے بھی زیادہ بلند کر دو یہ بھی حسن خدمت کی ایک صورت ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جو سلوک والدین کیساتھ کیا اسے پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ آپ کو بادشاہی مل چکی تھی، آپ نے انھیں ویرانے سے لا کے تخت عظمت پر بٹھایا۔

Marfat.com

والدین کے ساتھ حسن خدمت میں جتنے امور داخل ہیں تقریباً وہ سب اس آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (اور تیرا رب حکم کر چکا ہے کہ سوائے خاص خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو، والدین کے ساتھ احسان کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اف بھی (نا پسندیدہ یا بیہودہ بات) نہ کہو نہ انھیں جھڑکو۔ اور ان سے اچھی بات ادب کے ساتھ کہو، اور ان کے لیئے رحم اور تواضع سے پیش آؤ، اور کہو (دعا کرو کہ) اے خدا ان دونوں پر رحم کر جیسے انھوں نے بچپن کے دنوں میں میری پرورش اور تربیت کی، اس لیئے ان کے ساتھ بیہودہ گوئی یا فحش کلامی سے باز رہو، خواہ کتنے ہی کم درجے کی کیوں نہ ہو، انھیں ہر طرح کی تکلیف سے بچاؤ، ان سے نرمی کے ساتھ بات کرو، تواضع سے پیش آؤ، اور ان کی اطاعت کے لیئے اپنے نفس میں فروتنی پیدا کرو، اپنی روح میں ان کے لیئے ہمدردی اور رحم کے جذبات بروئے کار لاؤ، ان کیلئے خلوص قلب کے ساتھ اور ٹھنڈے دل سے دعا کرتے رہا کرو۔ اور

Marfat.com

کما ربیانی صغیرا۔

اشارۂ وحی اور منشاء حدیث پر عمل کرتے ہوئے ماں پر زیادہ توجہ رکھنے کو نہ بھولو۔ اس حدیث سے جمہور فقہا نے یہ حکم اخذ کیا ہے کہ اگر اولاد کا مال والدین میں سے صرف ایک کی گنجائش رکھتا ہو تو نفقہ میں ماں کو باپ پر ترجیح دی جائے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دونوں برابر ہیں۔ اور یہ حکم امام مالک اور امام شافعی سے مروی ہے

Marfat.com

والدین سے گالی گلوچ!

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال:- قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:- ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ قیل:- یارسول اللہ وکیف یلعنُ الرجل والدیہ ؟ قال لیسب الرجل ابا الرجل فیسُبُّ اباہ ویسُبُّ اُمّہٗ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے لوگوں نے کہا" یارسول اللہ کوئی شخص اپنے والدین پر کیونکر لعنت کرسکتا ہے، فرمایا" کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور اس کی ماں کو بھی۔

Marfat.com

اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

لغت

لعن اگر اللہ کی طرف سے ہو تو غصّے کے طور پر ہنکانے اور دور کرنے کے معنوں میں آتا ہے، لوگوں کی طرف سے ہو تو دشنام اور گالی گلوچ کے معنوں میں، یہاں گالی سے دکھ دینے والے فحش الفاظ مراد ہیں۔

تشریح

جن گناہوں کی مضرت بہت زیادہ ہو اور معاشرہ پر جن کا بڑا بُرا اثر ہو، مثلاً قتل، زنا، شراب خوری، چوری، جھوٹی گواہی دینا قطع رحم کرنا، یتیم کا مال کھانا۔ ایسے گناہوں کو گناہِ کبیرہ کہا جاتا ہے۔ ان گناہوں میں بھی مدارج کے لحاظ سے مختلف درجے ہوتے ہیں جس کی مضرت کا درجہ جتنا وسیع ہو گا اتنا ہی بڑا گناہ شمار کیا جائے گا۔ حق بات کی گواہی کو مخفی رکھنا بڑا گناہ ہے، لیکن اس سے بھی بڑا گناہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر جھوٹ بولنا ہے

Marfat.com

اسی طرح جن گناہوں کا ضرر کم ہو انھیں گناہ صغیرہ کہتے ہیں، مثلاً ترش روئی اور حقارت سے سر ہلا دینا، زیرِ بحث حدیث واضح کرتی ہے کہ کسی شخص کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ یہ احسان کے بجائے برائی ہے۔ اور نیکی اور سلوک کے موقع پر بڑا گناہ اور شریفانہ کلام کے عوض مذموم کلام گالی میں داخل ہے۔ اگر یہ والدین کی نعمت، تربیت کی ناشکرگذاری، انکے حقوق کا انکار، نفس کی دناءت اور طبیعت کی خسّت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کیا ایک ایسے شخص سے جو اپنے والدین کے ساتھ برائی کرتا ہے کسی کے ساتھ اچھا سلوک یا احسان کرنے کی امید کی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں کی جاسکتی، ایسا شخص تو شر کا مرکز اور فساد کا منبع ہے لامحالہ اس کا گناہ بہت بڑا اور شامت بہت سخت ہوگی۔ اسی لیے صحابہ نے متعجب ہوکر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا "کوئی شخص اپنے والدین کو کیسے گالی دے سکتا ہے؟ کیونکہ انکے نزدیک انسان سے یہ بعید تھا کہ کوئی اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کرے، اس کے جواب میں آپ نے ان پر واضح فرمایا کہ یہ گالی براہِ راست اپنے والدین کو نہیں بلکہ اس قسم کی ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اپنا بدلہ لینے کے لیے

Marfat.com

س شخص کے باپ کو بلکہ دوچند انتقام کی غرض سے اس کی ماں کو
بھی گالی دیتا ہے، اس طرح پہلے شخص کی گالی خود اپنے والدین کے
لیۓ گالی ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ ان پر گالی پڑنے کا سبب بنا اور جب
اس گالی کے لیۓ سبب بننا ہی کبیرہ گناہوں میں داخل ہے تو انھیں
(یعنی اپنے والدین کو) آمنے سامنے گالی دینے کا اور اس کو تو چھوڑ ہی
دیجیۓ۔ انھیں ایذا دینے اور مضرت پہنچانے کا کیا حشر ہوگا؟۔

بے شبہہ یہ بہت بڑا وبال ہے اور شرک کے سوا کوئی گناہ
اس سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ اس حدیث کی اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے
ولا تَسُبُّوا الذین یدعون من دُونِ اللہ فَیَسُبُّوا اللہ عَدْوًا بغیر علم
اور جو اللہ کے سوا اوروں کو (معبود) پکارتے ہیں انھیں گالی نہ دو
ورنہ وہ بے جانے بوجھے ظلم کے ساتھ اللہ کو گالی دیں گے) اس
طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ مشرکین کے معبودوں کو گالی نہ دیں
مبادا وہ اپنے معبودوں کے انتقام کے لیۓ اللہ کو گالی دینے لگیں۔

Marfat.com

صلۂ رحم
طول حیات اور توفیرِ رزق کا سبب

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّہ قال :- سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول :- من سرّہ ان یُبسط لہ فی رزقہ وان یُنسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ رواہ البخاری ومسلم ورواہ الترمذی بلفظ :- ان صِلَۃَ الرحم محبّۃٌ فی الاھل مثراۃ فی المال مَنسَأۃ فی الاثر۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا" میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر بڑھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے ۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا اور ترمذی نے

Marfat.com

ان الفاظ کے ساتھ "بے شک رشتہ داروں سے سلوک کرنے سے گھر والوں میں محبت اور مال میں برکت اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

لغت

بسط۔ پھیلنا، وسیع ہونا۔

رزق۔ جاری عطیہ، نصیب اور وسیلہ خوراک کے معنوں میں۔

انسار۔ (جس سے ینسار آیا ہے) تاخیر۔

اثر۔ وہ بات جو کسی چیز سے پیدا ہو اور اس پر دلالت کرے، مثلاً زمین پر چلنے کا اثر نقش قدم ہے۔ یہاں اثر سے مراد موت یعنی بقیہ زندگی ہے۔ زہیر کہتا ہے۔

والمرء ما عاش ممدود له امل

لا ینتھی الطرف حتی ینتھی الاثر

(آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اس کی امیدیں بڑھتی رہتی ہیں، نظر ختم نہیں ہوتی یہاں تک کہ اثر (زندگی کا بقیہ حصہ) ختم ہو جاتا ہے۔

بقیہ زندگی کا نام اثر اس لیئے رکھا گیا کہ وہ شاہراہِ عالم پر چلنے

Marfat.com

ہیں اس کے پیچھے پیچھے رہتی ہے جیسے نقش قدم کا حال ہے اور اس لئے بھی کہ آدمی جب تک جیتا رہتا ہے اس کی حرکات کے آثار موجود رہتے ہیں اور جب مر جاتا ہے تو نہ کوئی حرکت ہوتی ہے نہ کوئی اثر رہتا ہے یا اثر سے مراد اچھا ذکر یا یادگار ہے۔

رحم :۔ قرابت۔ کیونکہ اس سے اقربا کے درمیان باہم رحم و ہمدردی پیدا ہوتی ہے، اقارب وغیرہ سے اچھے سلوک کی صورتیں یہی ہیں کہ ان سے میل ملاپ رکھا جائے، جان و مال سے مدد کی جائے اگر فقیر و محتاج ہوں تو صدقہ دیا جائے، اگر دولت مند ہوں تو تحفے اور ہدیئے بھیجے جائیں اور کمائی کے حصول یا قرض و تاوان وغیرہ کی ادائی کے لئے جو کچھ بھی ہو سکتا ہو کر کے ان کی مدد کی جائے اور بھلائی کے حصول اور شر سے بچنے میں انھیں اپنا ہی جیسا خیال کیا جائے۔

تشریح

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صلہ رحم (اعزا کے ساتھ حسن سلوک پر دو چیزیں ترتیب دی ہیں، ایک تو کشائش رزق اور دوسرے عمر میں اضافہ، اقربا سے حسن سلوک پر رزق میں کشائش کا سبب یہ ہے کہ یہ طریقہ ان کی محبت اور دوستی کو دعوت دیتا ہے، وہ دولت کمانے

Marfat.com

میں اس سے تعاون کرتے ہیں اور اسی طرح روزی بڑھتی ہے، صلہ رحم سے عزیزوں کی عداوت بھی دور ہو جاتی ہے اگر ان سے سلوک کرنے والا صلہ رحمی کے بجائے ان سے عداوت میں مشغول رہے تو اس کا بڑا وقت باتوں میں صرف ہو جاتا ہے اور ان اوقات میں وہ روزی کی تلاش سے قاصر رہتا ہے۔

پھر چونکہ اقربا سے سلوک کر کے وہ اللہ کو قرض حسنہ دیتا ہے اس لیئے اللہ اس کو کئی گنا زیادہ دیتا ہے اور وہ متقیوں کے گروہ میں داخل ہو جاتا ہے وَمَن یتق اللہ یجعَل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لایحتسب (اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیئے مخرج (نکاسی) پیدا کر دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسُرا (جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے)

قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن میں اعمال صالحہ کے نتیجے میں دنیوی سعادت ملنے کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً وَلَوْاَنَّ اَھْلَ الْقُریٰ اٰمنوا واتَّقَوا لَفَتَحْنَا علیھم بَرَکَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ والارض ولٰکِنْ کذّبوا فاخذنٰھم بما کانو یکسبون (اگر قریوں کے لوگ

Marfat.com

ایمان لے آتے اور ہم سے ڈرتے تو ہم آسمانوں اور زمینوں کی برکتیں اُن پر کھول دیتے۔ لیکن اُنھوں نے ہمارے نبیوں اور حکموں کو جھٹلایا۔ اس لئے ہم نے اُنھیں اُن کے کرتوتوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔

اب صلۂ رحم سے اثر میں اضافہ یا زیادتی کا سوال باقی نہیں رہتا ہے اگر اثر کی تشریح یہ کیجائے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد انسان کا ذکر خیر ہے تو اس صورت میں (انساء) کے معنی دیر کرنا اور بڑھانا ہوں گے۔ اور یہ مفہوم ہو گا کہ لوگ بہت دن تک صلۂ رحم کرنیوالے کے ثنا گو رہیں گے، اور قرابت کا فرض ادا کرنے پر اس کے لئے دعا رکرتے رہیں گے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کا ذکر خیر مدت ہائے دراز تک چلتا رہتا ہے اور وہ شخص گویا زندوں کی دنیا میں بقاء دوام حاصل کر لیتا ہے۔

اور اگر اثر سے بقیۂ حیات مراد ہو تو بظاہر یہ مفہوم ہو گا کہ موت کی مدت صلۂ رحم کی بدولت بڑھجاتی ہے لیکن اس صورت میں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس قول کے خلاف پڑتی ہے (وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا) یعنی جب کسی کی موت کا وقت آپہونچے گا تو اللہ اس میں ہرگز دیر نہ کرے گا) اس کا جواب یہ ہے کہ موت کی حد اُس کے ہر سبب کی نسبت سے

Marfat.com

محدود ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ہم یہ فرض کریں کہ ایک شخص اگر صلہ رحمی کرے تو اس کی زندگی کی مدت (۶۰) سال ہے اور قطع رحمی کرے (اقربا سے بدسلوکی کرے) تو ۴۰ سال ہے۔ پھر اگر یہ شخص صلہ رحمی کرے تو اللہ اس کی وہ عمر بڑھا دیگا جو اس کے لئے صلہ نہ کرنے کی صورت میں مقرر تھی۔ اسلئے موت اپنے خاص سبب کی نسبت سے تو تاخیر نہیں کرتی لیکن دوسرے سبب کی نسبت سے تاخیر کرتی ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ موت کی میعاد بڑھنے سے عمر میں برکت مراد لی جائے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اسے جسم میں قوت، عقل میں ترجیح اور عزم میں روانی عطا کرتا ہے اور اس کی زندگی پاکیزہ اعمال سے معمور ہو جاتی ہے۔ اور دراصل یہ ایک طویل زندگی ہوتی ہے اگرچہ گنتی میں کوتاہ اور یا مختصر ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بابرکت زندگی کے قیاس کرنے کا آلہ یا وسیلہ مہینے اور سال نہیں بلکہ بڑے بڑے قابل قدر اعمال اور آثار کی کثرت ہے۔ بہت سے طویل عمر پانے والے اشخاص ایسے ہوتے ہیں گویا دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اور بہت سے تھوڑے دن جینے والے اپنے اچھے اعمال اور عظیم الشان آثار کی بدولت ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم میں صدیوں رہے ہوں۔

Marfat.com

عمر میں برکت

صلہ رحمی کا بدلہ عمر میں برکت اس لئے قرار دیا گیا کہ جب کوئی شخص اپنے اقربا سے اچھا سلوک کرتا ہے تو وہ اس کا اعزاز و اکرام کرتے ہیں اور اس شخص کا دل مسرت سے معمور ہو جاتا ہے اور وہ اپنے کئے ہوئے سلوک کی وجہ سے اپنے مرتبہ کو بلند محسوس کرتا ہے یہ ظاہر ہے کہ مسرت و سرور سے طبیعت میں جذبہ نشاط پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح حزن و ملال سے سستی اور تکان پیدا ہوتا ہے اسی طرح بڑے بڑے کاموں سے عظمت کا شعور پیدا ہوتا ہے انسان ایسے کام کثرت سے انجام دینے اور اُن کے لئے جد و جہد کرنے پر خوب مائل ہوتا ہے۔

حدیث کا مفہوم

یہ حدیث جبتک ہم مؤمن رہیں اور اچھے کام کرتے رہیں، زندگی میں کشائش کی محبت کو اُکساتی رہے گی اور اگر زندگی پاکیزہ اعمال میں گذرے تو اُس کے زیادہ ہونے کی رغبت دلاتی رہے گی۔ اسی طرح یہ ہمیں اعزہ کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتی ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (اور قرابت والے کو اس کا حق دو)

Marfat.com

یتیم کی کفالت

قرب رسالت کی نعمت

عن سہل بن سعدٍ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم
قال انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ھٰکذا واشار
باصبعیہ السبابۃ والوسطٰی۔ رواہ البخاری
ومسلم ومالک وابوداؤد والترمذی والنسائی

سہل بن سعدؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اسطرح ہوں گے، اور آپؐ نے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کے ساتھ اشارہ فرمایا اس حدیث کو بخاری، مسلم، مالک، ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی نے روایت کیا۔

لغت

یتیم۔ انسانوں میں وہ شخص جس کا باپ اُس کے بالغ ہونے سے پہلے مرجائے۔ اور حیوانوں میں وہ جانور جس کی ماں مرجائے۔

Marfat.com

کافل (کفالت کرنے والا) سے یہاں وہ شخص مراد ہے جو یتیم کی تربیت اور اس کی ضروریات وغیرہ کا ذمہ دار ہو

اشار باصبعیہ کے یہ معنی ہیں کہ آپ نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

سبّابہ۔ انگوٹھے کے پاس والی انگلی۔

تشریح

یتیم اپنے اس باپ سے محروم ہو چکا ہے جو اپنے جان و مال سے اس کی دیکھ بھال کرتا، دل کی گہرائی سے اس سے محبت کرتا اور اسکی مصلحت کو اپنی مصلحت پر ترجیح دیتا تھا۔ مرتے وقت جس بات کو سوچ کر اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے تھے، وہ ان ہی چھوٹے چھوٹے بچوں کی فکر تھی جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑے جا رہا تھا۔ وہ ان کے لئے زندگی کے آلام اور زمانے کی گردشوں سے خائف تھا اور کسی ایسے شخص کا متمنی جو ان کا مربّی و رہبر بنے۔ ان کی دیکھ بھال اور ان سے متعلق سارے انتظامات اسی محبت و شفقت کے ساتھ کرے جس محبت و شفقت سے مرنے والا ان کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا۔

یہ بچے اس مربّی میں ایسی عنایت اور توجہ پائیں جس کی بدولت

Marfat.com

وہ زندگی میں پنپ کر پھلیں پھولیں۔ اُن کی نگاہیں سیر اور دل مطمئن رہیں۔ اس لئے جو شخص یتیم کا کفیل اور مربّی بنتا ہے، اس کی دولت میں اضافہ کرتا اور اُسے تہذیب و شائستہ بناتا ہے، وہ یتیم کے والد کی روح کو اُس کی قبر میں اطمینان پہونچاتا ہے۔ اور ایک رحمدل کفیل اور عقلمند منتظم کی حیثیت سے کھوئے ہوئے باپ کا بدل بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں لامحالہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔ اور وہ اس کا سزاوار ہوگا کہ جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور مصاحب بنے اور وہاں کی نعمتوں سے اُسی طرح بہرہ مند ہو جس طرح دنیا میں اُس نے یتیم کو اپنی رعایتوں سے بہرہ یاب کیا تھا۔

ترغیب عمل

اس حدیث میں یتیموں کی کفالت اور اُن کی ضروریات پر توجہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اُن کی کفالت کرنے والا قریبی عزیز ہو اجنبی ہو یا دوست ہو کوئی بھی ہو سب کو ان ثوابوں سے حصہ ملے گا۔ اور حضرت عوف بن مالکؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا و سفعاء الخدین کھاتین یوم القیامۃ" (میں اور وہ عورت جس کے رخساروں کا رنگ یتیم بیٹے کی خدمت

Marfat.com

کرتے کرتے اُڑ جائے قیامت کے دن اِن دو کی طرح ہونگے)
اِمرأۃٌ ذاتَ منصبٍ وجَمالٍ حَبَسَتْ نفسَھا علی یَتامَاھَا
حَتّٰی مَاتُوْا اَوْ بَانُوا۔ (وہ مرتبہ اور حُسن والی عورت جو اپنے نفس
کو اپنے یتیم بچوں کے لئے مقید رکھے یہاں تک کہ وہ مرجائیں یا
سو جائیں) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔

Marfat.com

بیوہ اور مسکین

اللہ کی راہ میں جہاد کا سا ثواب

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم الساعی علی الارملۃ
والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ رواہ
البخاری ومالک وغیرھما

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیوہ اور مسکین کے لیے سعی کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اس کو بخاری، مالک اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے روایت کیا۔

لغت

ساعی ۔ وہ شخص جو ضروریات پوری کرنے کیلئے آئے جائے۔

Marfat.com

ارملۃ - وہ عورت جس کا شوہر مر جائے۔
مسکین - وہ حاجتمند جسے حاجتوں نے مفلس بنا دیا ہو۔
سبیل اللہ - اللہ کا دین اور اُس کی شریعت۔

تشریح

اللہ کی راہ کا وہ مجاہد جو اپنے جان و مال یا مرتبہ سطوت اور علم وفن سے اُس کے دین کی خدمت کرتا ہے اُس کا بدلہ جنّت کے سوا کیا ہوسکتا ہے۔ دنیوی زندگی میں وہ اپنا ذکرِ خیر چھوڑ جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں ایک بڑا مقام پیدا کر جاتا ہے۔ ایسا ہی ثواب بیوہ اور مسکین کے لئے جدوجہد کرنے والے کے لئے ہے، وہ اس لئے دوڑ دھوپ کرتا اور مشقت برداشت کرتا ہے اور تھکتا ہے کہ اُس کا شوہر مرگیا جو اس کی دیکھ بھال کرتا اور اس کے لئے خرچ کرتا تھا. یہ شخص اپنی اس جدوجہد سے اس کی مصیبت کم کرتا ہے اور اُس کے دُکھ میں اسے تسلّی دیتا ہے، اُسے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے باز رکھتا ہے اور اُس کے چہرہ کو بے پردہ ہونے سے بچاتا ہے۔ اسی طرح یہ شخص، جس مسکین کا مال جاتا رہا ہے، یا وہ کمانے سے عاجز ہوگیا ہو یا کمانے پر قدرت تو رکھتا ہے لیکن کام نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ اچھا

Marfat.com

سلوک کرتا ہے۔ چونکہ یہ شخص اپنی محنت و مشقت سے مال جمع کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو فائدہ پہنچائے۔ یا اس مال کو لذت اور شان و نمود میں خرچ کرے بلکہ اس لئے جمع کرتا ہے کہ اُس سے مسکین کی بھوک دُور کرے اور اُسے مانگنے سے بے نیاز کر کے اُس کی آبرو بچائے اور اُس کے کردار کو تباہ ہونے سے محفوظ رکھے۔ لہذا۔ ایسا شخص مجاہدین کے مرتبہ اور مقربین کے درجہ کا حق دار ہے۔

ہر مسلمان کو اپنے مال، وقت، قوت اور جدوجہد سے حاجت مندوں اور آفت زدہ لوگوں کی خدمت کرنا چاہیئے تاکہ اللہ کے نزدیک ایک بلند مقام اور ابدی جنت سے سرفرازی حاصل ہو۔

Marfat.com

حق ہمسایگی

ایمان اور اسلام کی شرط

عن ابی شریحؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم واللہِ لا یؤمنُ۔ واللہِ لا یُؤمنُ۔ واللہِ لا یُؤمنُ قیلَ ومَنْ یا رسول اللہ؟ قالَ الذی لا یأمنُ جارُہٗ بوائقہ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد وغیرھما۔

ابو شریحؓ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بخدا مومن نہیں ہوتا۔ بخدا مومن نہیں ہوتا۔ بخدا مومن نہیں ہوتا۔" لوگوں نے پوچھا، کون شخص یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کے مکائد سے اس کا ہمسایہ امن میں نہ رہے۔ اس کو بخاری و مسلم و احمد اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

بوائق - جمع ہے، اس کا واحد بائقہ ہے - بڑی مصیبت یا مہلک شئی - اور ایسی شدید آفت کے معنوں میں مستعمل ہے جو آدمی کو دفعۃً آگھیرے -

تشریح

انسان کی خوش نصیبیوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اُسے ایسا ماحول میسّر ہو جس میں اُس سے محبت اور ہمدردی سے پیش آنے والے لوگ موجود ہوں، اور اگر وہ ایسے لوگوں میں گھرا ہوا ہو جو اسکے خلاف شر و فساد کے منصوبے باندھتے ہوں اور ایذا رسانی کی فکر میں رہتے ہوں تو ان حالات کو اسکی بدنصیبی و کوتاہ بختی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس شخص کے آس پاس بُرے پڑوسی ہوتے ہیں جو اس کی جان و مال اور آبرو کے در پے رہتے ہیں اور اسکے خلاف خطرناک چالیں چلتے رہتے ہیں۔ اس بیچارے کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے، نہ دل کو سکون نصیب ہوتا ہے نہ مال و دولت سے کوئی لطف اُٹھانے پاتا ہے، غریب ہمیشہ فکر مند، شکستہ دل اور غمگین نظر آتا ہے، چہرہ پر تیوریاں چڑھی رہتی ہیں، یہ سب بُرے پڑوسی کی مہربانیوں کی برکت ہوتی ہے -

Marfat.com

ارشادِ نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ جس شخص کے یہ عادات اور اطوار ہوں اور ایسا مذموم سلوک ہو وہ بے ایمان ہے۔ آپؐ نے قسم اور تکرار کے ساتھ اسی بات کی تاکید تین مرتبہ فرمائی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مومن تو صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جسکی طرف سے لوگوں کی جان، مال اور آبرو امن میں ہو۔ خود ایمان امن کے سوا اور کس چیز پر قائم ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ سے برسرپیکار اور اُس کا دشمن یا مخالف ہو تو وہ ایسے ایمانداروں میں کیونکر شامل ہو سکتا ہے جو اپنے دین میں اللہ سے کامل خلوص رکھتے ہیں۔ اس پر واجب ہے کہ پڑوسی کے معاملات پر ہمدردانہ نظر رکھے اور مقدور بھر ہر طریقہ سے اس کی مدد کرے۔ اسے فائدہ پہونچانے کی کوشش کرے اور شر و فساد کو اُس سے دور کرے تاکہ دونوں عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکیں۔

لیکن اگر وہ یہ سلوک نہیں کرتا تو کیا اُس کے لئے ان بھلائیوں سے دست کش ہونا ہی بدنصیبی کے اعتبار سے کافی نہیں ہے جبکہ وہ پڑوسی کے حق میں کانٹے بونا، اس کی تباہی و بربادی کے جال

Marfat.com

بچھاتا اور اس کا دشمن بن کر اپنی عاقبت اور خراب کرتا ہے۔ وہ اگر اس کے ساتھ احسان نہیں کرتا تو بدی تو نہ کرے۔ حُسن سلوک کی توفیق نہیں رکھتا تو بدی سے کنارہ کش ہو جائے۔

حق کی تائید

یہ حدیث ہمسایہ کے حق کو بڑی تاکید کے ساتھ بیان کرتی ہے اور اس سے یہاں تک اندازہ ہوتا ہے کہ جو شخص پڑوسی کے حقوق کی توہین کرتا ہے اُس کا ایمان جاتا رہتا ہے جو دنیا اور آخرت میں سعادت و خوش بختی کا وسیلہ ہے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ا اور جو شخص ایمان سے انکار کرتا ہے تو بے شبہ اُس کے عمل تباہ ہو جاتے ہیں اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مہمان کی عزّت

حُسنِ سلوک کی تاکید

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرًا اولیصمت اخرجہ الشیخان وابنُ ماجۃ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اُسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیئے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ اس کی شیخین اور ابن ماجہ نے تخریج کی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین امور بیان فرمائے ہیں۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کے مقتضی ہیں۔ یعنی ایمان کا تقاضہ ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) مہمان کا اعزاز و اکرام (۲) پڑوسی کے ساتھ احسان (۳) اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا۔ اس موقعہ پر خصوصیت کے ساتھ اللہ اور یوم آخرت ہی پر ایمان رکھنے کا ذکر کیا ہے اور دوسری چیزیں جن پر ایمان رکھنا واجب ہے بیان نہیں کی ہیں مثلاً انبیاء اور کتب سماوی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مبداء ہے اور خیر و شر اُسی کے ہاتھ میں ہیں اور یوم آخرت پر دنیوی زندگی کی انتہا ہوتی ہے۔ یہ دن بعث و نشر حشر اور حساب، جنت اور دوزخ سب کو ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہے اور ایسی بہت سی چیزوں کو جمع کئے ہوئے ہے کہ جن پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو شخص ان دونوں (خدا اور یوم آخرت) پر ایمان رکھتا ہو اُس کا ایمان ان تینوں باتوں کا مقتضی ہے۔ کیونکہ جو شخص اللہ کی تصدیق کرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اللہ اسکے عمل سے باخبر ہے اور اس کا حساب کرنے والا ہے۔ ثواب و عذاب اس کے ہاتھ میں ہے وہ یقیناً پاکیزہ اعمال کیلئے جد و جہد کرے گا اور برائیوں کو چھوڑ دیگا۔ اور جو شخص ایسے دن پر ایمان رکھتا ہو جس میں سب لوگوں کو زندہ کیا جائیگا

Marfat.com

اور اُن کے اچھے یا بُرے اعمال اُن کے سامنے رکھے جائیں گے اور وہ جنت یا دوزخ کی شکل میں اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے۔ تو ان سب باتوں پر ایمان رکھنے والا اس ثواب کو حاصل کرنے کی ضرور طمع کرے گا جو نیکیوں میں عجلت کرنے سے ملتا ہے۔ پھر وہ برائیوں سے بچ کر عذاب سے محفوظ رہنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

(۱) مہمان کا اعزاز و اکرام

لفظ ضَیف (مہمان) کا اطلاق واحد و جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ اور انھیں ابراہیمؑ کے مہمانوں کے حال سے باخبر کردو۔ مہمان کا اعزاز اس کی اچھی طرح پذیرائی کرنے سے ہوتا ہے۔ وہ جب آئے تو خندہ پیشانی سے اُس سے ملے۔ اُس کے آنے پر خوشی ظاہر کرے اور کھانے پینے کی جو چیزیں سب سے اچھی موجود ہوں اُسے کھلائے اور راحت کے وسائل مہیا کرے۔ اور اگر میزبان دولتمند ہو اور مہمان فقیر ہو تو اس کی طرف اعانت کا ہاتھ بڑھائے پھر جس طرح اس کا استقبال کیا تھا ویسے ہی اچھی طرح اسے رخصت کرے۔ علماء نے کہا ہے کہ شرعی ضیافت تین دن تک ہے اور جتنے دن اس سے زیادہ ہوں

Marfat.com

وہ صدقہ میں داخل ہوں گے۔ ہمیں ان ہی تین دنوں تک مہمان کے اعزاز و اکرام کا حکم دیا گیا ہے' ان سے زیادہ مدت میزبان کی طرف سے زائد مدت ہے۔

(۲) پڑوسی کے ساتھ احسان

لفظ جار ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو جوار (پڑوس) میں داخل ہوا اور مجاور کے لئے بھی جو گھر کے پڑوس میں رہتا ہے اور یہاں دوسرے معنی ہی مراد ہیں۔

جار (پڑوسی) عام ہے۔ اس میں مسلمان اور کافر' عابد اور فاسق' دوست اور دشمن' عزیز قریب اور اجنبی ایسا شخص جس کا گھر قریب ہو یا وہ جس کا گھر دور ہو سب شریک ہیں۔ ان سب کے درمیان مراتب قائم ہیں جنکے لحاظ سے بعض بعض سے برتر ہوں گے۔ مثلاً مسلمان' قریبی عزیز' عبادت گزار اور دوست ہمسایہ ایسے شخص سے بہتر ہوگا جس میں یہ صفات زیادہ نہوں پڑوسی کے ساتھ احسان کی صورتیں یہی ہوتی ہیں کہ اس کیساتھ جس قسم کی بھلائی کیجاسکتی ہو کیجائے اگر وہ قرض طلب کرے تو اُسے قرض دینا چاہیئے' مدد مانگے تو مدد کرنی چاہیئے' محتاج ہو جائے تو اس کی دستگیری ضروری ہے' بیمار پڑے تو عیادت ضروری ہے' کوئی فائدہ پہنچے یا خوشی میسر ہو

Marfat.com

تو مبارکباد دی جائے۔ اگر کوئی مصیبت زدہ ہو تو ہمدردی کا خاص اجر ہے۔ پڑوسی کے راز کی امانت ملحوظ رکھنی چاہیئے، ہدیوں اور تحفوں کے ذریعہ دوستی بڑھانا مستحسن ہے۔ پڑوسی کی مصلحتوں پر اسی طرح حریص رہنا چاہیئے جس طرح اپنے مصالح پر انسان حریص رہتا ہے۔

بخاری کی حدیث

پھر جب پڑوسی کے لئے احسان مقصود ہو تو اس کا دکھ درد دفع کرنا تو ایک قطعی امر ہے۔ بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے جبرئیلؑ پڑوسی کے لئے برابر نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اُسے وارث کے درجہ تک پہنچا دیں گے۔ قرآن مجید میں ایسی آیات بہت ہیں جو پڑوسی کے ساتھ احسان کرنے کی ترغیب دیتی ہیں اُن ہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ (والدین کے ساتھ اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ قریب اور اجنبی پڑوسی کے ساتھ اور پاس بیٹھنے والے اور سفر کے رفیق کے ساتھ احسان کرو)

Marfat.com

حسنِ کلام یا سکوت

انسان کی سعادت و شقاوت اس کی زبان سے وابستہ ہے اگر وہ اپنی زبان کو بھلائی کے دائرہ میں مقید رکھے۔ مثلاً صدقہ کرے یا اُسکی ترغیب دے، دوسرے امورِ حسنہ کی طرف لوگوں کو مائل کرے اُنکے ساتھ التفات اور مروّت کا برتاؤ کرے، اُن کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو محسوس کرے۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کا کام کرے۔ علم کا مقام واضح کرے۔ اور معقولیت سے باتیں کرنے کی ہدایت کرے تو اُسے زبان سے نفع پہونچے گا اور اُس کی مضرت سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر زبان کی بدولت بھلائی کے دائرہ سے تجاوز کر جائے تو اس پر آفات نازل ہو جائیں گی۔ اور عمیق غار میں ڈھکیل کر تباہ کر دیں گی۔

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو میں سے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا۔ جسے اچھی بات کہنے یا اُس سے نفع پہونچانے پر قدرت نہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ اپنی زبان روک لے یا قابو میں رکھے۔ یہ طریقہ اُس کے لئے بہت اچھا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ بے شبہ یہ عبارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم (جامع کلمات) میں سے ہے۔ کیونکہ ہر بات یا خیر پر مشتمل

Marfat.com

ہوتی ہے یا شر پر۔ یا ان میں سے کسی ایک کی طرف مائل ہوتی ہے۔ خیر میں ہر وہ بات داخل ہوگئی جو نہایت ہی مستحسن مقصود ہے۔ اس کی اجازت نوعی صورتوں کے اختلاف کے ساتھ دی گئی ہے۔ چنانچہ اس دائرہ میں خیر کی طرف میلان بھی آگیا ہے۔

اس کے سوا جو کچھ ہے وہ شر ہے یا اس میں شر کی جانب میلان پایا جاتا ہے۔ جب شر میں حصّہ لینے یا مشغول ہونے کا خیال پیدا ہو تو اس موقعہ پر خاموشی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور یہ اتنی بڑی مصلحت ہے جس سے کوئی ذی فہم انکار نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

وحدتِ مسلم

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ!

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ترى المؤمنين فی تراحمهم و توادّهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضوٌ تداعى له سائر جسده بالسهر والحمٰى. اخرجه البخاری وکذلك مسلم بعبارات مختلفۃ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم مسلمانوں کو اُن کی باہمی رحم دلی دوستی اور محبت و عنایت میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے۔ جب کوئی عضو مریض ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم بیداری اور تپ کا مقتضی ہوتا ہے (یعنی سارے جسم میں اس عضو کی تکلیف کا احساس پیدا ہو جاتا ہے)۔

Marfat.com

لغت

تَرَاحُم۔ تَوَادّ۔ اور تَعَاطُف۔ یہ سب الفاظ باب تفاعل سے آئے ہیں جو کہ اصل فعل میں اشتراک باہمی کی دعوت دیتا ہے۔ یہ الفاظ اگرچہ معنی میں ایک دوسرے سے قریب ہیں تاہم اُن کے درمیان ایک لطیف فرق پایا جاتا ہے۔

تَرَاحُم۔ ایک دوسرے پر ایمانی اخوت کی وجہ سے رحم کرنا، کسی اور وجہ سے نہیں۔

تَوَادّ۔ آپس کا میل جول جو محبت پیدا کرے، جیسے باہم ملاقات، راہ و رسم، اور ہدیے و تحفے دینا۔

تعاطف۔ ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

تداعی۔ ایک دوسرے کو پکارنا یا بُلانا۔

سائر۔ کے معنی ہیں، باقی۔ تمام۔

حُمّٰی۔ تیز حرارت یا بخار۔

تشریح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُومنوں کو اِن تینوں باتوں میں جسم واحد سے تشبیہ دی ہے جیسے جسم کا کوئی عضو مریض ہو جائے تو باقی جسم اس کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے، نیند کے لطف سے محروم ہو جاتا ہے اور بخار کی سی حرارت اس میں سرایت کر جاتی ہے۔ حقیقت میں ایسی ہی حالت مُومنوں کی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ جب کسی مؤمن پر مصیبت پڑتی ہے تو اس کا دکھ اور صدمہ باقی مؤمنوں کو بھی محسوس ہوتا ہے وہ اس کا غم دور کرنے کے لئے اور اُسے فائدہ پہونچانے کے لئے جتنی اعانت کر سکتے ہیں کرتے ہیں اسلئے مسلمان اپنے مجموعہ کے لحاظ سے شخصِ واحد کی طرح ہیں اور اُن میں کا ہر فرد مجموعہ کی نسبت سے وہی کیفیت رکھتا ہے جو جسم کی نسبت سے عضو کی ہوتی ہے۔ جو بھلائی ان میں سے کسی ایک کو پہنچتی ہے وہ گو یا سب کو پہنچتی ہے۔ اور جو شر کسی ایک پر نازل ہوتا ہے وہ گویا سب پر نازل ہوتا ہے۔

یہ حدیث اُن اسلامی اقوام کے لئے سبق آموز ہے جو اپنی ہمسایہ مسلم قوم کی مصیبت پر اُس کے دُکھ درد میں شریک نہیں ہوتیں بلکہ بسا اوقات اس کا استیصال کرا دینے میں دشمنوں کو قوت دیتی ہیں اور اُن کی مدد کرتی اور رفاقت کا حق ادا کرتی ہیں۔

اس حدیث سے اُن لوگوں کو بھی نصیحت لینا چاہیئے جو اپنے شخصی مصالح کو پیش نظر رکھتے ہیں خواہ اُس سے دوسروں کو نقصان پہنچ رہا ہو اور جب اُن سے اُن کے ملّی بھائیوں کی غم خواری اور اعانت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو نفرت کے ساتھ منھ پھیر لیتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں ایمان نے ذراسی جگہ بھی پیدا نہیں کی ہے۔

Marfat.com

بچوں سے سلوک

شفقت و مرحمت نبوی کا نمونہ!

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یُرحَمُ من لا یَرحَمُ اخرجه البخاری فی باب رحمة الوَلدِ وتقبیله ومُعانقته واخرجه مسلم وابو داؤد والترمذیؒ بالفاظ متقاربة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اس حدیث کو بخاری نے باب رحمۃ الولد میں ذکر کیا ہے۔ نیز مسلم ابوداؤد اور ترمذی نے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وجہ حدیث

اس حدیث کا ایک سبب ہے، وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپؐ کے پاس اقرع بن حابس التمیمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرعؓ نے یہ دیکھکر کہا میرے دسؔ بیٹے ہیں میں نے اُن میں سے ایک کو بھی پیار نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی طرف دیکھا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حسنِ سلوک

رحم یا رحمت کیساتھ آدمیوں بلکہ حیوانوں تک سے پیش آنا ایک شریفانہ اور قابلِ ستائش عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحم کی عادت پر اپنے رسول کی تعریف فرمائی ہے بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (وہ ایمانداروں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے) اس کا برعکس لفظ "قَسْوَۃٌ" (سنگدلی یا قساوت) ہے۔ اللہ نے یہودیوں کو اُن کے نقضِ عہد کی بنا پر قساوت کے ذریعہ عذاب میں مبتلا فرمایا ہے، وہ فرماتا ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً (ان کے عہد توڑنے کی پاداش میں ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُنکے دلوں کو سخت کر دیا) اس لئے رحمت فضیلت ہے اور قساوت رذالت‘ رحم بیٹوں پر ہوا کرتا ہے اور اُس کی نشانی بوسہ لینا پیار کرنا اور گلے لگانا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کیساتھ کیا۔

Marfat.com

تادیب (ادب سکھانا) تربیت اور اُن کی مرغوب اشیاء کے مطالبے جب تک مناسب مصلحت ہوں قبول کرنا۔ انھیں شر سے بچانا بھی اسی رحمت یا رحم کی علامت ہے۔

اسی طرح رحم باپ اور ماں پر ہوتا ہے اور اس کا اظہار خوش کن باتیں کرنے، اچھا سلوک کرنے، معصیت کے سوا اور تمام صورتوں میں اُنکی اطاعت کرنے اور سچی خدمت کرنے سے ہوتا ہے اور یہ کہہ کر دعا مانگنے سے بھی کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا۔ عزیزوں اور رشتہ داروں پر رحم کی علامت اُن کے ساتھ حُسنِ سلوک، نباہ، ملاقات، دوست داری، اُن کی بھلائی کے لئے کوشش اور مضرت کے دفع کرنے کی سعی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان رحم کی صورت یہ ہے کہ حُسنِ معاشرت کا نمونہ سامنے رہے، باہمی اخلاص برتا جائے، ایکدوسرے کا خیال رکھا جائے۔ بیوی میاں کو بیجا مطالبوں اور فرمائشوں سے تکلیف نہ دے، اور میاں بیوی کو سخت تکلیفوں میں نہ ڈالے بلکہ اگر مال میں وسعت ہو تو خانگی انتظامات میں نوکر کے ذریعہ اُس کا ہاتھ بٹائے یا وقت میں گنجائش ہو اور ممکن ہو تو خود مدد کرے۔ نیز یہ رحم اہل دین کے ساتھ بھی ہوتا ہے، اس طرح کہ انھیں بھلائی کی طرف مائل کیا جائے۔ نیک باتوں کی ہدایت کیجائے جو وہ سیکھنا چاہیں سکھایا جائے۔ اُن کی

Marfat.com

اخلاقی اور امکانی مدد کیجائے۔ اُن کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے جس سے باہمی ربط وضبط اور اُنس وخلوص کا جذبہ پیدا ہو۔ انھیں افتراق سے بچایا جائے اور ترقی کے راستہ پر لانے کی کوشش کیجائے۔ اُن کی سربلندی کی فکر کیجائے اور اُنھیں ذلت سے بچایا جائے۔

اسی طرح یہ رحم تمام انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اُن کے لئے بھی وہی بات پسند کیجائے جو خود اپنے لئے پسند کیجاتی ہے اور جو اپنے لئے ناپسند کیا جائے وہ اُن کے لئے بھی ناپسند کیا جائے۔ اور حیوانوں کے ساتھ رحم کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اُنکے کھانے پینے کا انتظام مستعدی سے کیا جائے۔ اُن کے زخموں کا علاج ہو۔ اُن سے بہت مشکل کام نہ لیا جائے اور بہت زیادہ بوجھ نہ لادا جائے۔

رحم وشفقت

اگر رحم وشفقت عادت بن جائے تو جس طرح تم لوگوں پر رحم کرتے ہو لوگ بھی تم پر رحم کریں گے۔ ان کا سلوک بھی تمہارے ساتھ ویسا ہی ہوگا جیسا تمہارا اُن کے ساتھ رہتا ہے۔ اور خدائے رحمٰن ورحیم بھی تم پر رحم فرمائے گا۔ تمھیں اپنی ظاہری وباطنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے گا۔ اگر تم نے رحم کرنا چھوڑ دیا اور تمہاری عادات واخلاق میں قساوت وسنگدلی

Marfat.com

نے جگہ حاصل کر لی تو جب تمہارے اوپر کوئی مصیبت پڑے گی یا کوئی پریشانی لاحق ہو گی تو لوگ نگاہیں چرائیں گے اور تم سے گریز کریں گے نتیجہ یہ ہو گا کہ تم اُس مصیبت کی آگ میں تنہا جلو گے کوئی پوچھنے تک نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اور بھی اپنی رحمت سے محروم رکھے گا۔ اور جب دنیا میں تنگی سے گزرے گی تو عزت و خوشحالی سے کوئی بہرہ نہ ملے گا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اور نہ کلام سے سرفراز کرے گا۔ تم اپنے کرتوتوں کی وجہ سے شرمناک عذاب میں گرفتار ہو گے۔ اس لئے رحم کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ تم لوگوں کے بن جاؤ تا کہ لوگ تمہارے ہو جائیں۔ تم اللہ کے بتائے ہوئے اخلاق اختیار کرو تو وہ تمہیں سربلند کرے گا۔ اور تمہاری شان بڑھائے گا۔ وَاللّٰہُ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ اللہ تعالیٰ احسان یا نیکیاں کرنے والوں کا اجر رائگاں نہیں کرتا۔

Marfat.com

صدقہ!

مال بھی اور اچھی گفتگو بھی

عن عدی بن حاتم رض قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم النار فتعوذ منہا واشاح بوجہہ ثم ذکر النار فتعوذ منہا واشاح بوجہہ قال شعبۃ اما مرتین فلا اشکُّ ثم قال اتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ فان لم یکن فبکلمۃٍ طیبۃٍ۔ رواہ البخاری ومسلم۔

حضرت عدی بن حاتم رضؓ سے روایت ہے اُنہوں نے کہا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اس سے پناہ مانگی اور اس ذکر سے اپنا مُنھ موڑا۔ پھر دوزخ کا ذکر فرمایا اس سے پناہ مانگی اور اس سے مُنھ موڑا۔ شعبہؓ نے کہا ہے کہ آپ کے دو مرتبہ

Marfat.com

ایسا کرنے میں مجھے شک نہیں ہے آپؐ نے پھر فرمایا کہ دوزخ سے ڈرو خواہ آدھی کھجور صدقہ کر کے اور اگر نہ ہو تو پاکیزہ بات کہہ کر ہی سہی۔

لغت

تَعَوَّذَ۔ اعوذ باللہ کہا۔ یعنی خدا کی طرف پناہ مانگی۔ معاذ مصدر بھی ہے اور ظرف زمان و مکان بھی (پناہ مانگنا۔ پناہ کا وقت، پناہ کی جگہ)

اَشَاحَ۔ ڈرا۔ کوشش کی۔ پھیرا۔

شِق۔ نصف۔ ٹکڑا۔

تشریح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ اور اس کی شدت تپش کا اس طریقہ سے ذکر فرمایا جیسے آپ اپنی چشم مبارک سے اپنے سامنے منظر آتا دیکھ رہے ہیں۔ لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ۔ (اگر تم علم یقین سے جان لو تو بیشک تم دوزخ کو دیکھ لو گے) پھر فرمایا میں اللہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کے ذریعہ دوزخ کے شر اور ہولناکیوں سے اپنی حفاظت چاہتا ہوں۔ اور آپؐ نے اپنے

Marfat.com

سر کی حرکت سے اُس کے ذکر سے اس طرح مُنہ موڑا جیسے کہ دوزخ کے شعلے آپ کے قریب پہنچنے کو ہوں۔ پھر اس کا ذکر ایک بار اور فرمایا۔ اور اس وقت بھی ویسا ہی کیا جیسے پہلی بار دوزخ کا ذکر کرتے وقت کیا تھا۔

شعبہ جو راویانِ حدیث میں سے ہیں اور اس زمرہ میں ایک بڑا مقام رکھتے ہیں دو مرتبہ ایسا ہونے کو تو قطعی قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اس سے زیادہ مرتبہ بھی ذکر فرمایا یا نہیں اس کے متعلق شعبہ کو یقین کے ساتھ معلوم نہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ الخ

دردناک عذاب

دوزخ کا عذاب بڑا دردناک اور اُس کے خطرات اور ہولناکیاں نہایت سخت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے لئے رؤف (مہربان) اور رحیم تھے۔ اپنی امت کی سعادت کا اور اسے ضرر سے بچانے کا بیحد خیال رکھتے تھے۔ اسی لئے امت کی ایسے امور میں رہبری کیسے نہ فرماتے جن سے وہ دوزخ سے محفوظ اور اس کے ہول سے دور رہ سکتی ہے۔ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ

Marfat.com

صدقات دوزخ سے تحفظ کا ذریعہ ہیں، جو شخص اللہ کی راہ میں فقرا، مساکین، مشقت اٹھانے والوں اور جہاد کرنے والوں اور مصالح عامہ کے لئے خرچ کرتا ہے اُس کا دیا ہوا اُسے دوزخ کے شعلوں سے بچانے کے لئے ایک مضبوط و محفوظ دیوار بن جاتا ہے۔ اور جو شخص کم مال والا ہے اگر وہ تھوڑی چیز بھی اپنے مقدور کے مطابق ہنسی خوشی اور پورے خلوص کے ساتھ خدا کی راہ میں دیتا ہے تو وہی تھوڑی چیز اللہ کے نزدیک بہت ہو جاتی ہے۔ اللہ اس ثواب کے معاملہ میں چھوٹی سی کھجور کو بھی بلکہ اُس کے ایک ٹکڑے کو بھی بڑھا دیتا ہے یہانتک کہ وہ بلند پہاڑ کے برابر ہو جائے۔ یعنی اس کا اثر بڑا اور ثواب بہت ہوتا ہے اس لئے کسی کے صدقہ یا احسان کو حقیر نہ جاننا چاہیئے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ صدقہ خواہ ایک پیسہ یا آدھی روٹی یا روٹی کے ایک ٹکڑے ہی کی صورت میں ہو اُسے تھوڑا سمجھ کر اس کی تحقیر کرنا غلطی ہے بسا اوقات اسی سے کسی بھوکے کی بھوک رفع ہو جاتی ہے اور اکثر اسی حقیر صدقہ سے مرتے ہوئے آدمی کی جان بچ جاتی ہے۔

خدا کی طرف سے مذمت

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے جو کسی جماعت کی برائی اس

Marfat.com

کے کم خرچ کرنے کی بنا پر کرتا ہے حالانکہ وہی تھوڑی سی چیز جو ان لوگوں نے خدا کی راہ میں دی ہے انتہائی مشقت اور جد وجہد سے حاصل کی تھی اور رہی ان کے مقدور کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ حیثیت رکھتی تھی وہ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (جو لوگ صدقات کے بارہ میں دل کھول کر دینے والے مومنین کو اور اُن لوگوں کو جو بجز اپنی محنت کے ثمرہ کے کچھ نہیں رکھتے طعن دیتے ہیں پھر اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں تو اللہ ان کا مذاق اُڑاتا ہے اور ان کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے)

حضرت عائشہ کی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی اُس کے ساتھ دو بیٹیاں بھی تھیں اُس نے سوال کیا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی کھجور اس عورت کو دیدی، اُس نے کھجور کو اپنی بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور خود اُس میں سے کچھ نہ کھایا پھر اُٹھی اور چلی گئی۔ پھر

Marfat.com

ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان لڑکیوں کی خاطر تکلیف اٹھائی وہ اس کے لیے دوزخ کی آڑ بن جائے گی۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

مال کا صدقہ

اس سے ظاہر ہے کہ مال کا صدقہ نفع بخش ہے اور دوزخ سے بچاتا ہے خواہ زیادہ ہو یا کم۔ اگر کسی شخص کے پاس سائل اور محروم کو دینے کے لئے کوئی چیز نہ ہو تو اسے اپنی زبان ہلانا اور اچھے الفاظ سے صدقہ یا نیکی کا کام لینا چاہیے قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ۔ (اچھی بات کہنا اور خدا سے مغفرت چاہنا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد اذیت دی جائے (احسان جتایا جائے) اور اللہ بڑا غنی اور بردبار ہے اس لئے جب کوئی شخص کسی سائل سے اچھی طرح مخاطب ہو کر جواب دے۔ یا یہ وعدہ کرے کہ جس وقت خدا آسانی دے گا ہم تمھیں دیں گے تو یہ بات ہی اس کے لئے صدقہ بن جائے گی۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا (اور اگر تم اپنے

Marfat.com

رب کی رحمت کی جستجو کرتے ہوئے جس کے تم امیدوار ہو، اُن سے
روگردانی کرو تو اُن سے اچھی یا آسان بات کہو (جس میں سختی یا
جھڑکی نہ ہو) اہل ثروت کو مسکینوں کے کھلانے پر ترغیب دینا. اچھی
بات کا حکم دینا، بُری بات سے روکنا، لوگوں کے درمیان اصلاح کا
کام کرنا یہ سب صدقات ہیں. کیونکہ اگر تمھارے پاس مال کمیاب
ہوگا تو زبان تو کمیاب نہ ہوگی۔ لَا خَيْرَ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا
مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَنْ
يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔
(اُن کے بہت سے مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی بجز اس شخص
کے جو صدقہ یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم
دے اور جو اللہ کی مرضیوں کا جویا ہو کر یہ کرے گا تو ہم عنقریب
اس کو بڑا اجر دیں گے)

Marfat.com

اخلاق حسنہ!

ارشاد نبوی کے آئینہ میں

عن عبد اللہ بن عمرو رضؓ اَنّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اِن خیارکم احسنکم اَخلاقًا۔ وفی روایة ان من خیرکم احسنکم خُلُقًا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بیشک تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اخلاق میں تم سب سے بہتر ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بیشک تمھارے بہترین آدمیوں میں سے وہ ہیں جو اخلاق میں تم سب سے اچھے ہیں، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

لغت

خلق۔ ہر ایسی صفت کو کہتے ہیں جو نفس میں راسخ یا مضبوط ہو چکی ہو اور اُس سے تمام افعال سہولت کے ساتھ بے تکلف صادر ہوتے ہوں. جیسے کرم (سخاوت) ہے کہ اس سے بغیر کسی تکلیف یا کبیدگی کے عطا کا فعل واقع ہوتا ہے. یا حلم (بردباری) جو جاہل شخص کے سلوک پر صبر کرنے کی اور خطا کار کو معاف کر دینے کی دعوت دیتا ہے۔ یا حکمت (دانشمندی) جس کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ ہر کام کو مصلحت کی ترازو میں تول لیا جائے۔ بعض لوگوں نے خلق کی یہ تعریف کی ہے کہ ارادہ میں عادت کا نام خُلق ہے۔ اس طرح کہ جب کبھی دشمن لڑائی چھیڑے اُس سے مقابلہ کرنا شجاعت کہلاتا ہے۔ لفظ خُلق بھلائیوں اور برائیوں دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً بخل، جہالت، بزدلی وغیرہ رذائل بھی اس میں داخل ہیں۔

تشریح

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ کہ مسلمانوں میں سب سے اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے اور صفات

Marfat.com

شریفانہ ہیں۔ لیکن جن لوگوں کے اخلاق بُرے اور صفات خراب ہیں وہ اشرار (شریر لوگ) ہیں خواہ وہ نماز پڑھتے ہوں، روزہ رکھتے ہوں یا حج ادا کرتے ہوں۔ کیونکہ اُن کی نماز خدا سے ڈرنے والوں کی سی نماز نہیں ہوتی۔ ان کے روزے دکھاوے کے اور حج ریاکاری کا ہوتا ہے۔ اگر یہ عبادات خلوص پر مبنی ہوتیں تو بلا مجال اختلاف ان کا ثمرہ شریفانہ اخلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ کیونکہ سچی یا تحقیقی نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔ پُر خلوص روزے صبر و کرم کی دعوت دیتے ہیں۔ اچھا حج صبر اور حُسن معاشرت اور تعاون کی عادتیں بڑھاتا ہے۔ اس لئے اگر عبادت میں سچائی اور خلوص ہو تو اس کا ثبوت اچھے اخلاق سے ملتا ہے۔ اخلاق کی برائی عبادات میں کوتاہی یا خرابی کی نشانی ہے۔

خلق عظیم

خوش خلقی کا درجہ اتنا بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق میں سب سے برگزیدہ ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب خلق ہونے کی تعریف فرمائی ہے۔ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (بیشک آپ بڑے اچھے اخلاق پر ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا

Marfat.com

جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔ یعنی آپ کا ادب قرآن کے آداب تھے۔ اور آپ کا خلق قرآن کے اخلاق صبر، حلم، کرم، عفو، اخلاص، شجاعت، عدل، حکمت پر مبنی تھا۔ زندگی میں حُسن خلق سے جو فائدے پہنچتے ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں۔ اُمور و معاملات میں آسانی۔ مرغوب و مطلوب اشیاء کی فراہمی، مخلوق میں محبوبیت، اُن کی ستائش و تعریف اور اعانت کا استحقاق اذیتوں اور تکلیفوں سے دوری، مشکلات زندگی کی قلت، نفس کا اطمینان، زندگی میں پاکیزگی، اور رضائے خداوندی سے سرفرازی۔ رہا اُخروی زندگی میں ثمرہ کا سوال تو وہاں جنّت اور اس کی نعمتیں اور رب العالمین کا قرب۔ یہ نعمتیں حاصل ہوں گی۔

ترمذی کی حدیث

ترمذی نے حضرت جابرؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک قیامت کے دن مجھے تم میں سب سے زیادہ محبوب اور مجھ سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو اخلاق میں تم میں سب سے اچھا ہو۔ مکارم اخلاق (پسندیدہ اخلاق) کی ترغیب دینے کے بیان میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں اُن میں سے نوّاس بن سمعان

Marfat.com

کی یہ حدیث ہے البِرُّ حُسنُ الخُلُق (اچھا سلوک کرنا خوش خلقی ہے) اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابو درداءؓ کی حدیث ہے۔ مَا شَیْءٌ اَثقَلُ فی المیزان من حُسن الخُلق (میزان میں حُسنِ خلق سے زیادہ کسی شئے کا پلّہ بھاری نہ ہوگا) اسے ترمذی اور ابن حبّان نے روایت کیا اور اس کو صحیح کہا ہے۔ ابوداؤد نے بھی روایت کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے۔ انکم لن تسعوا الناس باموالکم ولکن یسعھم منکم بَسطُ الوَجہِ وحُسنُ الخُلقِ۔ (تم لوگ اپنے اموال کے ذریعہ نہیں سما سکتے لیکن تمھارے چہرہ کی کشادگی اور خوش خلقی ضرور ان میں گھر کرلے گی) اسے بزاز نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے۔ انما بُعثتُ لاُتمّم صالح الاَخلاَقِ۔ (میں تو صرف اس لئے مبعوث ہوا ہوں (رسول بنایا گیا ہوں) کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں) اسے احمد نے اور اسی طرح بزاز نے لفظ صالح کے بجائے مکارم کے لفظ کیساتھ روایت کیا ہے۔

محاسن اخلاق

محاسن اخلاق میں سے یہ اخلاق ہیں۔ صدق (راستبازی)

Marfat.com

شہامت (زیرکی) نجدت (دلیری) عزت نفس، تواضع، ثابت قدمی، بلند ہمتی، عفو، خندہ جبینی، رحم دلی، حکمت (دانائی) شجاعت، وقار، صیانت (بچاؤ) حریت (آزادی) دماثت (نرم خوئی) سعادت (نیکی) صبر، ورع (تقویٰ) حیا، سخاوت، نزاہت (پاکیزگی) راز کا تحفظ، قناعت، عفت، ایثار۔

اخلاق ذمیمہ

برے اخلاق یہ ہیں۔ جہالت، ریا، غیبت، چغلخوری، تبذل (بے شرمی) غداری، بے ہنری، بے وقوفی، جھوٹ، نادانی، مکر، بدی، غصہ، بے رحمی، کینہ، قحہ (سب سے لینا) حسد، بدخلقی، خودبینی، بزدلی، ہمت کی کمزوری، غرور، ترشروئی، غضب، دہشت، کاہلی، تمسخر، نام و نمود، حرص، شماتت (حقارت آمیز ہنسی) پھکڑپن، راز افشا کرنا، طمع، فسق و فجور۔ لہذا مکارم اخلاق پر حریص رہنا چاہیے انھیں اپنی زینت بنانا چاہیے۔ اور برے اخلاق سے بچنا چاہیے۔ تاکہ اُن اچھے اور برگزیدہ اشخاص میں شمول ہو جو خود الفت کرتے ہیں اور دوسروں میں بھی الفت پیدا کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

مدارات

بُرے اور شر پسند لوگوں کی!

عن عائشۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان شرّ الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ او ودعہ الناس اتقاء شرہ۔ رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد و الترمذی۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ میں سب سے بُرا وہ شخص ہے جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

لغت

وَدَعَ - چھوڑ دیا -

تشریح

آخرت میں لوگوں کے مراتب یا مدارج اسی طرح مختلف ہونگے جس طرح دنیا میں ان کے اعمال کے مراتب میں اختلاف پایا جاتا ہے وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا لوگوں نے جو عمل کئے ہیں اُن ہی کے لحاظ سے اُن کے مدارج ہیں، اس لئے لوگوں میں جس کے عمل سب سے اچھے ہیں اُس کا درجہ سب سے بلند ہے اور جس کے عمل سب سے پست اور ادنی ہیں اس کا مرتبہ بھی سب سے پست اور ادنی ہے۔

اعمال کا فرق

پھر ان دونوں کے درمیان بھی اعمال کے فرق و اختلاف کے لحاظ سے مختلف مدارج پائے جاتے ہیں، اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ قیامت کے دن مرتبہ میں بدترین شخص وہ ہوگا جسے لوگ ترک کر دیں اور چھوڑ بیٹھیں، اس لئے نہیں کہ اس میں کوئی بھلائی یا نفع رسانی کی صفت نہیں پائی جاتی بلکہ اُس کے شر سے

Marfat.com

بچنے اور اس کی مضرت وفساد سے محفوظ رہنے کے لئے۔ وہ جب ایسے شخص کو اس کے حال سے مطلع کرتے ہیں یا اُسے نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے گناہ یا ظلم سے باز آجائے تو اُس کی طرف سے امن میں نہیں رہتے۔ وہ جب اس سے ملتے جلتے ہیں یا بدی کا جواب بدی سے دیتے ہیں تو وہ اس خوف سے محفوظ نہیں رہ سکتے کہ وہ اُن پر گندگی اُچھالے گا۔ اور فحش گوئی سے پیش آئے گا۔ ان کے لئے مضرت رساں چالیں سوچے گا۔ جو اُن کی جان، آبرو، مال، دولت، منصب اور مرکزیت کو نقصان پہنچائیں گی۔ اس لئے ایسا شخص بڑا افترا پرداز، گناہ گار اور شریر مجرم ہے، وہ کسی بُری بات سے نہیں بچتا، نہ کسی گناہ سے الگ رہتا ہے۔ وہ اس قدر گھناؤنا اور قابل نفرت ہے کہ اگر تم ذرا اُس کے قریب جاؤ تو تمھیں اس کے پاس نہایت ناگوار بو محسوس ہوگی اور سخت قسم کی اخلاقی غلاظت تمھیں آلودہ کردے گی اس لئے سلامتی چاہو تو وہ اس سے دور رہنے یا اس کو بالکل چھوڑ دینے ہی میں مل سکتی ہے۔ ایسا شخص قیامت کے دن رتبہ میں بدترین شخص ہوگا۔ کیونکہ وہ معاشرہ کے لئے ایک وبال ہے اس کا ٹھکانا جہنم کے سوا کیا ہوگا۔ وہ اُس میں داخل ہوگا۔ اس کے شعلوں میں جلے گا۔ اور ہر قسم کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

Marfat.com

شر اور اسلام

اس قسم کے شخص کا اسلام میں کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں' ایمان بھی اس میں نہ تھوڑا پایا جاتا ہے نہ بہت۔ کیونکہ مؤمن اُسے کہتے ہیں جس کی طرف سے لوگوں کے جان و مال امن میں رہیں۔ اگر یہ شخص اپنے لئے مسلم یا مؤمن کا لقب رکھتا ہے تو یہ لقب جھوٹا ہے۔

ایک اور سبب

یہ ہیں اس حدیث کی تفصیلات' اب اس کا ایک سبب اور قابل ذکر ہے۔ بخاری نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی' آپ نے جب اُسے دیکھا تو فرمایا خاندان کا بُرا بھائی اور خاندان کا برا بیٹا۔ جب وہ بیٹھا تو آپ نے چہرہ کو بشاش بنالیا اور اس سے خوش ہوئے۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے کہا یا رسول اللہ آپ نے جب اُس شخص کو دیکھا تو اُس کے لئے ایسا ایسا فرمایا' پھر آپ اس کے سامنے بشاشت اور کشادہ روئی سے

Marfat.com

پیش آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عائشہ تم نے مجھے بدخلق کب محسوس کیا۔ بیشک قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ میں بدترین شخص وہ ہوگا جسے لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے چھوڑ دیں۔ جس حدیث کا ذکر کیا جارہا ہے اس میں عشیرت کا لفظ آیا ہے جو جماعت یا قبیلہ کے معنی میں ہے اور تَطَلَّقَ کے معنی ہیں چہرہ کو بشاش بنانا۔ اسی طرح فاحش کا لفظ آیا ہے جو فحش سے ہے فحش ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو حد سے گزر جائے اور بری معلوم ہو۔ قول میں ہو یا فعل میں یا صفت میں۔ لیکن اس کا استعمال قول میں اکثر ہوا کرتا ہے۔

وہ کون تھا

جس شخص نے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تھی بعض کا قول ہے کہ وہ مخرمہ بن نوفل تھا اور بعض کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصن الفذاری تھا۔ لوگ اسے احمق مخدوم کہتے تھے کیونکہ وہ اپنی قوم کا رئیس تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ دوستی کا سلوک فرماتے تھے تاکہ اپنی قوم کو مسلمان کرلے۔ یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلام لایا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں

Marfat.com

مرتد ہوا اور لڑا۔ پھر اسلام کی طرف لوٹا اور عہد فاروقی میں بعض فتوحات میں حاضر ہوا۔ یہی وہ شخص ہے جس کے لئے اسکے بھتیجے نے حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت حاصل کی تھی جب وہ ان کے پاس پہنچا تو کہا، اے خطاب کے بیٹے آپ ہمیں بڑا عطیہ نہیں دیتے۔ اور ہمارے درمیان عدل نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ برہم ہوئے یہانتک کہ آپ نے اُسے بری طرح مارنا چاہا تو حر نے کہا اے امیرالمؤمنین بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ (عفو اختیار کرو اور معروف (اچھی بات) کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیرلو) اور بے شبہ یہ شخص جاہلوں میں سے ہے۔ خدا کی قسم جس وقت حر نے عمرؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی تو عمرؓ نے ان احکام سے ذرا تجاوز نہ کیا۔

بخاری کی روایت

اس حدیث کو بخاری نے کتاب الاعتصام میں روایت کیا ہے بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کرنے والا مخرمہ ہو یا عُیَینہ اس قصہ میں معنی کے اعتبار سے اشکال پایا جاتا ہے کیونکہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو

Marfat.com

سامنے سے آتا ہوا دیکھیں اور اُس کے متعلق بطور مذمت فرمائیں خاندان کا بُرا بھائی، خاندان کا بُرا بیٹا، پھر اسکے سامنے چہرہ کو بشاش بنالیں اور جب اُس کے ساتھ بیٹھنے لگیں تو خوشی ظاہر فرمائیں کیا یہ صورت ضمیر کے خلاف ظاہرداری کے سوا کچھ اور ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے سرزد ہو سکتی ہے جن کی نسبت رب العالمین وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی شہادت دیتا ہے۔

آپؐ کے مذمت فرمانے کی نسبت اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کی حیثیت اُمت کے لئے نصیحت کی ہے اور اس طریقہ سے امت کو اس بات سے متنبہ کرنا مقصود ہے کہ ظاہر میں اچھے نظر آنے والوں اور خبیث طبیعت لوگوں سے دھوکا نہ کھائیں ورنہ اُن کے پھندے میں پھنس کر نقصان اُٹھائیں گے۔ بلکہ آپ کی اس قسم کی مذمت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کی غیبت کرنا جائز ہے جو کھلے بندوں فسق و بے حیائی اختیار کرے یا حکومت میں ظلم کرے یا بدعت کی علانیہ دعوت دے۔ وغیرہ

استدلال کی نوعیت

یہ استدلال صرف اسی صورت میں کامل ہو سکتا ہے جب کہ

Marfat.com

وہ شخص جس کی بُرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اُسی قسم اور مرتبہ کا ہو۔ مذمت کے بعد چہرے پر بشاشت اور خوشی کے اظہار کی نسبت یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ کا یہ طرز عمل مدارات میں سے تھا۔ اور مقصود شر سے بچنا تھا۔ دین میں مداہنت کی قبیل سے نہ تھا جو برے اخلاق میں سے ہے۔

قرطبی کا قول

علامہ قرطبیؒ نے کہا ہے کہ مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مدارات سے مراد دُنیا (دنیوی شے) کو دنیا یا دین کی بھلائی، یا دونوں کی مصلحت کے لئے صرف کرنا ہے، یہ مباح اور اکثر مستحب ہوتی ہے۔ اور مداہنت سے مراد دین کو دنیا کی مصلحت کے لئے ترک کر دینا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کیلئے دنیوی امور میں سے صرف حسن معاشرت اور نرم کلامی سے کام لیا تھا اور اس کے باوجود اُس کی کوئی تعریف نہیں فرمائی تھی، آپ نے اس سے جو سلوک فرمایا اس میں آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ تھا۔ کیونکہ آپ نے اس کے متعلق جو فرمایا وہ ایک حق بات تھی اور اس سے جو سلوک فرمایا وہ حسن معاشرت میں داخل ہے اس

Marfat.com

طریقہ سے اشکال یا اعتراض زائل ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے جو جواب دیا ہے اس کا ماحصل یہی ہے۔ پھر بھی نفس میں اس مذمت اور بشاشت کی نسبت کچھ خلش سی محسوس ہو سکتی ہے۔ اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور حسن خلق اس موقف سے ہمیشہ بلند نظر آتا ہے۔ اور یہ خلش جو ہمیں اپنے نفوس میں محسوس ہوتی ہے اسی خلش کی سی ہے جو حضرت عائشہؓ کو محسوس ہوئی تھی۔ اور جب اس خندہ پیشانی سے پیش آنے کا مقصود اُس سے اُنس کا اظہار رہا تو اسکی تکمیل کی ایک صورت یہ تھی کہ اس کا ذکر برائی سے نہ کیا جاتا کہ شائد اس کی خبر اُسے پہنچ جائے۔ اور جب اس کا مقصود مدارات ہو تو اس سے معمولی حالت سے ملنا جس میں کوئی تصنع ہو کافی تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے دل کے خلاف بات کیسے ظاہر ہوئی۔ حالانکہ آپ کا روئے مبارک آپ کے دل کا آئینہ تھا۔

ایک اور سوال

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا عیینہ کی شرارت اور طاقت اتنی زیادہ تھی کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے اور مدارات فرماتے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو

Marfat.com

جو جواب دیا تھا وہ بے شبہ حق ہے اور اس کے صحیح و درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ آپ اپنے کسی حال میں حد سے نہ گزرے، نہ کوئی فحش و بے حیائی کی بات کی۔ اور آپ نے جو کچھ فرمایا سچ فرمایا۔ رہا یہ کہ آپ انسان پر ایسی بات ظاہر فرمائیں جو آپ کے دل کے خلاف ہو۔ اور ایسی حالت میں کہ آپ کے دل میں کراہیت ہو بشاشت ظاہر فرمائیں، یہ صورت مقام رسالت سے بعید نظر آتی ہے۔

اس تمام بحث کے بعد یہ توقع بیجا نہ ہو گی کہ مسلمانوں کے ساتھ محبت کرنا چاہیئے نہ کہ دشمنی، ان سے صلح رکھنی چاہیئے لڑائی نہیں اور بُرے عمل اس خوف سے چھوڑ دینے چاہیئں کہ خدا کے یہاں بدترین سزا نہ ملے، یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ کی قوت ہر قوت سے فائق ہے اور اُس کی گرفت نہایت سخت ہے، اس لئے اپنی قوت پر مغرور نہ ہونا چاہیئے اور لوگوں کو اپنی سطوت و دبدبہ سے مرعوب نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ خدائے قہار جو غالب و مقتدر ہے قیامت کے دن کہیں سزا میں ماخوذ نہ فرمائے۔

Marfat.com

لگائی بجھائی!
جنت کے بدلہ جہنم اور عذاب دائمی!

عن حذیفہؓ قال سمعت النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم یقول" لایدخل الجنۃ قتات وفی روایۃ نمام" رواہ الشیخان وابوداؤد والترمذی والنسائی.

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جنت میں چغلخور داخل نہ ہوگا اور ایک روایت میں لفظ نمام (لگائی بجھائی کرنے والا) آیا ہے۔ اس کو شیخین ابو داؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

لغت

قتات۔ سخن چیں، عیب چیں، یا چغلخور عربی میں قتات نمام کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ نمّام وہ شخص ہے جو کسی واقعہ یا بات کے موقع پر حاضر ہو اور اُسے رنگ آمیزی اور مبالغہ کے ساتھ نقل کرتا پھرے، اور قتّات وہ جو کسی نامعلوم مقام سے کسی بات کو سنتا ہے پھر اپنی سنی ہوئی بات نمک مرچ لگا کر کہتا پھرتا ہے۔ نمّام ایسے آدمی کو بھی کہا جاتا ہے جو شر انگیزی فتنہ طرازی اور خیال آرائی کی خاطر بعض کی باتیں بعض تک پہونچائے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ۔ (ہر قسم خور ذلیل اور چغلخور غیبت کرنے والے کی بات نہ مانو) اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے والے، عیب لگانے والے، بدگو اور چغلخور کی اطاعت سے منع فرمایا۔ جو لوگوں کی چغلیاں کھاتا اور فساد برپا کرتا ہے کیونکہ ایسا شخص شر، فتنے، پیدا کرتا ہے، صدمات و آلام کے بیج بوتا ہے قرابت اور رفاقت، محبت اور ہمدردی، اپنایت اور غمگساری، دوستی اور مروت کے تعلقات منقطع کرتا اور تفریق ڈالتا ہے۔ یہ دو دوستوں کو دشمن، بھائیوں کو غیر، میاں بیوی کو ایک دوسرے سے متنفر اور بیٹے کو باپ کے خلاف اور باپ کو بیٹے کے خلاف اکساتا اور لڑاتا رہتا ہے۔ یہ شخص اُلّو کی طرح نحس برائی کا شگون لانے والا، ہیزم کش اور شعلے بھڑکانے والا بدانجام شخص ہے

Marfat.com

شیخ سعدیؒ نے ایسے ہی بد نہاد کے لئے کہا ہے۔

میان دو کس جنگ چوں آتش ست

سخن چیں بدبخت ہیزم کش ست

اسلئے ایسے آدمی کا کہنا ماننا غلطی ہے اور اس کو اس حرکت سے منع کرنا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کی بات کبھی نہ ماننی چاہیئے نہ اُن کے کہنے سننے پر عداوت و دشمنی کی طرح ڈالنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بارے میں محتاط رہنے اور اُس کے حق و باطل، دروغ و راستی میں تمیز اور فرق کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔ (اے مسلمانو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی جماعت کو نادانی سے تو مصیبت میں نہیں ڈال رہے ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ جو کچھ تم نے کیا ہے اس پر نادم یا شرمندہ ہونا پڑے) بلکہ بہتر تو یہ ہے، اور سلامت طبع کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ انسان اپنے آپ کو چغلی کی باتوں میں مشغول ہی نہ کرے، نہ اپنا وقت ایسے جاہلوں کی خبریں سننے میں ضائع کرے جن کا نتیجہ باہمی بغض و عناد کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔ اس کے برخلاف اپنے بھائیوں اور عزیزوں کی نسبت

Marfat.com

اچھا گمان رکھنا چاہیئے۔ چغلخور اور دراندازی کی مذمت کرنی چاہیئے۔ بلکہ خود اس کی اصلاح کی خاطر اس پران حرکات کی قباحت واضح کر کے خود اسے لگائی بجھائی اور چغلی سے متنفر کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اس سے صاف صاف کہنا چاہیئے کہ تم میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد نہ برپا کراؤ، مجھے میرے مددگاروں کا دشمن نہ بناؤ۔ تمھارے لئے یہی بہتر ہے کہ ایسی باتوں کا ذکر کرو جن سے تعلقات میں استواری اور استحکام پیدا ہو اور اخوت و برادری کے روابط مضبوط ہوں۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو شخص دوسروں کی برائیاں کرتا ہے، عیب جوئی میں بیباک ہے۔ یا دوسروں کے عیب تم تک پہنچاتا ہے وہ یقیناً تمھارے عیوب دوسروں سے بیان کرتا ہوگا، تمھاری کوتاہیاں دوسروں کے سامنے فاش کرتا ہوگا انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہے۔ اسی کی طرف حضرت شیخ سعدیؒ نے اشارہ کیا ہے ؎

ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد شمرد

لاجرم عیب تو پیش دگراں خواہد برد

اسلئے ایسے آدمی کو کبھی لائق اعتماد نہ سمجھنا چاہیئے۔ نہ اس کی چغلی پر کان دھرنا چاہیئے۔

Marfat.com

اس موقع پر یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ کبھی کبھی خبر کے دینے یا اِدھر سے اُدھر پہنچانے اور مشتہر کرنے میں شرعی مصلحت اور عام منفعت بھی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کا کسی آدمی کو اس کے گھر چوری ہونے کی تیاری سے مطلع کرنا یا اُس کے دشمن اسے قتل کر ڈالنے کی جو سازشیں کر رہے ہیں ان سے اُسے آگاہ کر دینا یا حکام اور ملوک کو ظالموں اور خائن یا رشوت خور ملازمین کے کردار سے مطلع کرنا وغیرہ۔ ایسے امور میں اگر نیک نیتی سے خبر رسانی کیجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ لوگوں کے جان و مال کو اتلاف سے بچانے اور حکام و رعیّت کی خیر خواہی کے لئے واجب ہے۔ اور دین خیر خواہی ہی کا دوسرا نام ہے۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا ہے کہ جنّت میں چغلخور داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تو پرہیزگاروں کا گھر ہے۔ اور یہ مجرموں کے گروہ میں شامل ہے اور اس وقت تک انھیں میں شامل رہے گا جب تک اس کی نیکیاں اتنی زیادہ نہ ہوں جن سے بدیوں کا اثر زائل ہو جائے۔ اس حدیث گرامی کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ لوگ چغلخوری سے پرہیز کریں اور لگائی بجھائی کی قبیح عادت کے خطرات سے متنبہ ہو جائیں۔ اور وقتی لطف و تفریح یا خبث باطن کی خاطر جنّت کے بدلہ میں دوزخ نہ خریدیں، خود بھی امن و آسائش سے رہیں اور دوسروں کو بھی رہنے دیں۔

Marfat.com

منافق اور منافقت

بدترین شخص اور بدترین عادت

عن ابی ھریرۃؓ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم
تجد من شرار الناس یوم القیامۃ عند اللہ
ذا الوجھین الذی یأتی ھٰؤلاء بوجہٍ وھٰؤلاءِ
بوجہٍ۔ رواہ البخاری ومسلم وابو داؤد۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک دو رخے
شخص کو شریر لوگوں میں سے پاؤ گے۔ جو اِن لوگوں کے پاس
ایک رُخ سے آتا ہے اور اُن لوگوں کے پاس دوسرے
رُخ سے۔ اسے بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے روایت کیا۔

Marfat.com

شرح

ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ملتے وقت ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے بے انتہا سچے اور مخلص دوست ہوں بھلائی کے جویا اور مصلحت کے حریص ہوں، دشمن کے دشمن اور دوست کے دوست، دشمنی میں سخت اور دوستی میں راسخ ہوں۔ لوگ اس کی ظاہر داری اور دوستانہ باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں، اس کی لگائی بجھائی میں آکر فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس سے دل کا بھید کہہ ڈالتے ہیں، اپنے دشمن کے بارے میں بے تکلفی سے صاف صاف اور کھری کھری باتیں کرنے لگتے ہیں، اس سے انتقام لینے کے طریقے اور اپنے بچاؤ کی چالیں بھی کہہ گزرتے ہیں، غرض جو باتیں نہ کہنی چاہئیں اور جن میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیئے اپنا سمجھ کر سب کہہ دیتے ہیں۔ لیکن منافق کا کیا حال ہوتا ہے!۔ اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ یہاں سے ہٹا اور ادھر دشمن کے پاس جا پہنچا، اب وہ اسے ساری داستان اس کا محب صادق بن کر سنا دے گا، ایک ایک راز سے آگاہ کرے گا اور اس کے سامنے ایسی تصویر کھینچے گا کہ وہ دہل جائے اور گھبرا اٹھے۔ یہ منافق دشمن کا ہم زبان بن کر تمہاری آبرو کے خلاف لب کشائی کرے گا اور اس پر یہ ظاہر کرے گا کہ وہ تمہارا دشمن ہے

Marfat.com

اور اس کا سچا اور وفادار دوست ہے۔ تمھارا دشمن اس کی باتوں سے مطمئن ہو جاتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمھاری طرح وہ بھی پورے اطمینان کے ساتھ اس دو رُخے شخص سے مِل کر ساز باز کرنے لگتا ہے اور تمھارے خلاف جو جو چالیں اور تدبیریں اس نے سوچ رکھی ہیں ایک ایک اس سے کہہ دیتا ہے۔ وہ پھر تمھارے پاس آکر ان کی خبر تمھیں دیتا ہے۔ غرض اسی طرح دونوں طرف دشمنی کی آگ بھڑکا دیتا ہے جو اس کی بدولت روز بروز بڑھتی رہتی ہے۔ اس قسم کا دروغ گو منافق کہلاتا ہے۔ اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائے اسلئے بلاشبہ اس کا شمار اللہ کے یہاں ایسے اشرار میں ہو گا جو دوزخ کے سزاوار ہیں، اور یہی وہ شخص ہے جو دو رُخا، منافق، فریبی ہے، یہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جو دو دشمنوں یا دو مخالف جماعتوں کے درمیان اصلاح و اتفاق اور اتحاد کی کوشش کرتے ہیں اور ہر فریق سے وہی بات کہتے ہیں جو دوسرے نے اس کی بھلائی میں کہی ہے اور جو برائیاں کی ہیں ان کا عنداذکر نہیں کرتے۔ وہ دو شخصوں کے درمیان پیدا شدہ دشمنی پیدا کرنے والی یا عداوت کو بڑھانے والی ہر بات کی کوئی معقول توجیہ کر دیتے ہیں۔ ان کی اس کوشش سے دونوں کے دلوں سے نفرت دور ہو جاتی ہے اور محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ مخالفت کے بجائے اعتماد اور اتحاد

Marfat.com

کے جذبات بیدار ہونے لگتے ہیں۔ پھر یہی مخالف آپس میں دوست بنجاتے ہیں، ایسے لوگ امین، ناصح مخلص اور شریف طینت لوگ ہیں دوسرے اشخاص اُن کے، دل سے شکر گزار ہوتے ہیں۔ اور خدا کی طرف سے اُن کو بڑا ثواب اور اجر و انعام ملتا ہے۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (جو شخص اللہ کی رضامندی طلب کرتے ہوئے ایسے کام کرے گا تو ہم اسے عنقریب بڑا اجر دیں گے)

Marfat.com

تاک جھانک

حسد اور باہمی عداوت کا بیان؟

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إیاکم والظن، فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم اللہ تعالیٰ المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم، کل المسلم علی المسلم حرام مالہ ودمہ وعرضہ، إن اللہ لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم التقوی ھھنا ویشیر الی صدرہ رواہ البخاری ومسلم فی کتاب الادب من صحیحیھما من طرق مختلفۃ والفاظ فیھما مفرقۃ۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بدگمانی سے خبردار رہو
کیونکہ بیشک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ کھوج
نہ لگاؤ، عیب جوئی نہ کرو، باہم حسد نہ کرو، نہ بغض و عداوت
کرو، اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو جیسا کہ
تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مسلمان مسلمان کے لئے
بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور نہ اُسے رسوا کرتا ہے
اور نہ اُس کی تحقیر کرتا ہے، اسلئے کہ یہ بات آدمی کے شر
کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔
ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال، خون اور آبرو حرام
ہے، بیشک اللہ تمھارے بدن اور صورت کی طرف نظر
نہیں کرتا لیکن وہ تمھارے دل اور عمل پر نظر کرتا ہے۔
تقویٰ (پرہیزگاری) یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ
یہاں ہے۔ اور آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ
فرمایا۔ اس کو بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین کی کتاب الادب
میں مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے، اور ان دونوں
کے باب میں ان کے الفاظ الگ الگ ہیں۔

Marfat.com

لغت

تجسّس۔ کھوج لگانا (ٹٹولنا) اور تحسّس۔ کسی چیز کو حواس سے دریافت کرنا۔ یا مطلق جاننے کے معنی میں بھی مستعمل ہیں۔ بعد میں یہ دونوں الفاظ لوگوں کی عیب جوئی کے معنوں میں مستعمل ہو گئے۔ بعض کے قول کے مطابق تجسّس دلوں کی پوشیدہ باتیں تلاش کرنا۔

تحسّس۔ بصارت اور سماعت کی مدد سے کسی چیز کا دریافت کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ (اے میرے بیٹو جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو (پتہ لگاؤ)۔

حسد۔ نعمت کے حق دار کی نعمت زائل ہو جانے کی تمنا کرنا۔ اس میں کوشش شامل ہو یا نہ ہو۔

تدابر۔ باہم جدائی اختیار کرنا۔ روگرداں ہونا۔ دشمنی کرنا۔

حقیر، احتقار۔ حقیر سمجھنا۔ تھوڑا جاننا۔

بحسب امریٔ۔ میں (ب) زائد ہے۔

عرض۔ آبرو۔

تقویٰ۔ مضرت رساں چیز سے بچنا اور محفوظ رہنا، اور یہ بات اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے باز رہنے سے حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

تشریح

اس حدیث میں چھ باتوں سے منع فرمایا ہے، نیز بھائی چارہ کا حکم دیا ہے اور اُن باتوں کو بیان فرمایا ہے جو اس ہدایت کی مقتضی ہیں، پھر اُن باتوں کا ذکر ہے جو مسلمان کی طرف سے مسلمان پر حرام ہیں اور آدمی کی اس چیز کا بیان ہے جس پر خدا نظر فرماتا ہے۔ ان امور کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ ظن کے معنی ایسی تہمت لگانا ہے جس کا کوئی سبب نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص کسی پر بے حیائی کا کوئی اثر ظاہر ہوئے بغیر بیحیائی یا فحش بات کی تہمت لگائے یہی بات بدگمانی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منع فرمایا ہے، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (اے ایمان والو اکثر بدگمانیوں سے بچو بیشک بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے)۔ جو ظن حرام ہے اس میں ایسے شخص پر بدگمانی داخل نہیں ہے جو اپنے آپ کو علانیہ بدگمانی کے موقع پر پیش کرے۔ نہ معاشی امور میں بدگمانی ظن حرام میں داخل ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ حسنِ ظن بھی اس سے خارج ہے۔ البتہ الٰہیات اور نبوت کے متعلق بدگمانی سوءظن میں داخل ہے

Marfat.com

کیونکہ اس قسم کی بدگمانی حرام ہے، اور الٰہیات اور نبوت پر یقین لانا واجب ہے۔ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ اجتہاد اور رائے کے ساتھ حکم دینا منع ہے کیونکہ ایسا کرنا ظن یا گمان پر عمل کرنا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ظن حرام وہ ظن ہے جو دلیل سے عاری ہو نہ کسی اصل پر مبنی ہو نہ تحقیق نظر پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظن کو اکذب الحدیث (نہایت جھوٹی بات) فرمایا ہے۔ اس پر دو پہلوؤں سے اعتراض ہو سکتا ہے، ایک یہ کہ ظن، حدیث (بات) کی قبیل سے نہیں ہے کہ اکذب (بہت زیادہ جھوٹ) بن جائے، بلکہ وہ ایک نفسی عمل ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسے جھوٹ کا جو اصل کے اعتبار سے مستند نہ ہو ظن کی طرف منسوب کیا جانا ظن کی طرف منسوب ہونے والی بات سے زیادہ سخت ہے، ایسی صورت میں ظن (گمان) اکذب الحدیث کیونکر ہو گا۔

ان میں سے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ظن ایک نفسی بات ہے اس لئے اگر یہ بات واقع کے مطابق نہ ہو تو اسے جھوٹ کہا جائے گا یا یوں کہو کہ ظن سے مراد وہ ظن ہے جو کلام سے پیدا ہوتا ہے، دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگر ظن کو اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جھوٹ کہا جائے کہ اس سے مراد ایسا ظن ہے جو کسی شئی پر مبنی نہ ہو تو یہ

Marfat.com

واقع کے مطابق نہ ہوگا۔ اور اس لئے جھوٹ ہوگا۔ اور اکذب الحدیث (بہت زیادہ جھوٹی بات) اسلئے کہا جائے گا کہ کذب محض کے مقابلہ میں بے بنیاد ظن سے زیادہ دھوکہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ظن میں پوشیدگی زیادہ ہے اور کذب محض میں وضاحت واظہار ہے۔ یا ایسے ظن کی مذمت میں مبالغہ مقصود ہے اس لئے اس کو اکذب کی صفت سے موصوف فرمایا ہے کیونکہ کذب (جھوٹ) جانی بوجھی چیز ہے اور صاحب ظن اپنے زعم میں کسی چیز پر تکیہ رکھتا ہے اس لئے گویا وہ اس کی نظر میں قبیح نہیں ہوتا۔ اسی لئے اس قسم کے ظن سے نفرت دلانے کے لئے اس کی برائی اس صفت کے ساتھ بیان فرمائی گئی۔

(۲ و ۳) وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَحَسَّسُوْا۔ ان دونوں کے درمیان جو فرق ہے اس پر پہلے بحث کیجا چکی ہے۔ قرآن کریم نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے بھید معلوم کرنے اور اُن کے عیب ٹٹولنے کی عادت نہ ڈالی جائے خواہ کسی طریقہ سے ہو۔ ہمیں ظاہر پر اکتفا کرنا چاہیئے اور دل کی بات یا پوشیدہ امور کو خدا کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔ ہاں اگر تجسس کا طریقہ کسی بڑے فساد کو روکنے یا کسی بڑی مصلحت کے حصول کے لئے اختیار کیا جائے تو حرام نہ ہوگا بلکہ سراسر جائز اور مناسب ہوگا۔ مثلاً ہم کو بعض ایسے لوگوں

Marfat.com

کا حال معلوم ہو جو کسی بڑے جرم قتل، سرقہ وغیرہ کا عزم کر چکے ہوں اور ہم ارتکاب جرم کی راہ میں حائل ہونے یا اُنھیں گرفتار کرانے کیلئے جاسوسی کریں، یا کسی جرم کا ارتکاب کر کے بھاگ جانے والے مجرموں کا کھوج لگائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ملک، قوم، اور دین کی خدمت ہے۔

(۴) ولا تحاسدوا۔ یعنی تم ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے کے زوال نعمت کی تمنا کرو، خواہ یہ نعمت مال کی شکل میں ہو یا رتبہ وغیرہ کی صورت میں۔ کیونکہ یہ بات ان مومنوں کے اخلاق کے منافی ہے جو دوسروں کے لئے بھی وہی بات پسند کرتے ہیں جو خود اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی تمنا کی ممانعت فرمائی ہے وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) اور خدائے بزرگ و برتر نے اپنی کتاب مقدس میں مسلمانوں کو ان آیات میں علاوہ اور چیزوں کے حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (آخری آیت ہے) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ (کہہ دو اے محمدؐ میں صبح کے پروردگار کے ذریعہ اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اس نے پیدا کی

Marfat.com

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ حسد مذموم ہے اگرچہ اس میں دوسرے سے نعمت چھین لینے کی کوشش شامل نہ ہو۔ ہاں اگر انسان کے دل میں کوئی خیال پیدا ہو اور وہ اس کے لئے کوشش کر کے اس میں کامیاب نہ ہو تو اسکے لئے عفو اور درگزر کی امید ہو سکتی ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ بیشک وہ لوگ جو پرہیز گار ہیں جب انھیں شیطان کا وسوسہ آلیتا ہے تو وہ (اپنی غلطی کو) یاد کرتے ہیں اور پھر صاحب بصیرت بن جاتے ہیں۔

(۵) وَلَا تَبَاغَضُوْا۔ اس سے مراد اسباب بغض سے بچنا ہے۔ کیونکہ بغض ابتدا میں خود بخود پیدا نہیں ہوتا۔ اسلئے ہر ایسی بات جو بغض اور عداوت کا سبب بنے اس پر عمل کرنا انسان کے لئے ممنوع ہے ہاں اللہ کے لئے بغض کرنا محمود (پسندیدہ) ہے کیونکہ یہ وقوع شر سے نفرت و کراہت کے لئے اور بندہ کی گناہوں سے بیزاری و طہارت کے لئے ہوتا ہے اور یہ ایک شریفانہ احساس ہے جو مومن سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتا۔ یہ احساس جتنا زیادہ قوی ہوگا مرد مومن کا ایمان اور کردار مستحکم ہوتا چلا جائے گا۔

(۶) وَلَا تَدَابَرُوْا۔ لغت کے اعتبار سے تدابر کی تشریح پہلے

Marfat.com

کیجا چکی ہے۔ تدابر سے روکنے کا مقصود قطع تعلق اور مفارقت کو ترک کر دینے کی ہدایت ہے۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں کہا ہے "میں تدابر کا مطلب سلامتی سے روگردانی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا اور باہم عداوت اسی کی ایک شکل ہے

(۷) اخوت ۔ بھائی بندی کا حکم۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا، کونوا عباد اللہ اِخوانا کما امرکم اللہ۔ یعنی تم شفقت، رحمدلی، غمخواری اور خیر خواہی میں نسبی بھائیوں کی طرح بن جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں حکم آیا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں) اگرچہ یہ آیت خبر کی حیثیت رکھتی ہے پھر بھی حکم کے معنوں میں ہے۔ اس سے غرض یہ ہے کہ افراد مسلمین کے درمیان باہم ایسا ہی شعور پیدا ہو جائے جیسا ایک ہی خاندان کے افراد کے مابین پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہر فرد دوسرے کی مصلحت کے لئے اور اس کی مضرت دفع کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے کیونکہ ایمانی رابطہ نسبی رابطہ سے بڑھکر ہے یہانتک کہ اگر کسی کام میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو مخلوق کی اطاعت جس میں ماں باپ بھی شامل ہیں واجب نہیں رہتی۔ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا

Marfat.com

فِی الدُّنیَا مَعرُوفًا۔

(۸) اخوت کے مقتضی امور۔ (۱) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ (۲) وہ اس پر ظلم نہیں کرتا (۳) نہ اُسے رسوا کرتا ہے (۴) نہ اسکی تحقیر کرتا ہے (۵) آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان کے مسلمان سے بھائی چارہ رکھنے کا مقصد دونوں کے درمیان علاقۂ الفت کی توثیق اور استواری ہے جو محبت و مودّت (دوستی) رفق و شفقت ملاطفت و موانست کو دعوت دیتی ہے اور دلوں کی صفائی اور عملی خیر اندیشی کے ساتھ امور خیر میں باہم اعانت کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ اخوت ان صفات کی نفی کا مطالبہ کرتی ہے جو اس کے بعد مذکور ہیں مثلاً مسلمان اپنے بھائی کے حقوق کو کم نہیں کرتا۔ جب وہ کسی حق بات میں اس کی مدد کا طالب ہو تو اُسے چھوڑ نہیں دیتا، نہ اُسے ذلیل سمجھتا ہے، نہ اُس کی تحقیر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ باتیں قاطع اخوت اور باعث عداوت ہیں اور جس تحقیر سے تعلقات منقطع ہوتے ہوں اور عداوت پیدا ہوتی ہو، مسلمان کے لئے اس میں شر و فساد کا کافی سامان موجود ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ ورنہ اسلام کا وہ نظام اخوت ہی پارہ پارہ ہو جائے گا جس کی نظیر مذاہب عالم میں کہیں

Marfat.com

نہیں ملتی۔

(۹) **مسلمان کی حرمت**: (مسلمان پر مسلمان کا خون، مال اور آبرو حرام ہے) یہ ایک جامع فقرہ ہے جس میں مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے حقوق کی حفاظت کرنے اور اس کے خلاف زیادتی سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ لہذا مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ

(۱) وہ اپنے بھائی کا خون بہائے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً۔

(۲) اسے دوسرے مسلمان کا مال کسی صورت سے چوری سے لوٹ سے یا معاملات میں دھوکہ دے کر نہ چھیننا چاہیئے۔

(۳) نہ اُس کے اوصاف و اخلاق یا آباو اجداد پر یا اُن لوگوں پر جو کسی سبب سے اُس کی طرف منسوب ہوں یا اُس کی نظر میں محبوب و محترم ہوں طعن و تشنیع کرنی چاہیئے۔

(۴) ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کی عزت و حرمت کا پاس رہنا چاہیئے۔

(۱۰) **نگاہ رب کا مقام**۔ اس حدیث میں ہے کہ اللہ صورت اور جسم کی طرف نظر نہیں کرتا بلکہ قلوب و اعمال کی طرف دیکھتا ہے کیونکہ یہ تقوی کا محل و مقام ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی قیمت اس کی اچھی وضع، اچھی صورت اور

Marfat.com

بھاری بھرکم جسم سے نہیں جانچی جاتی بلکہ پاکیزہ اعمال سے پرکھی جاتی ہے جو خلوص سے معمور قلب سے صادر ہوتے ہیں۔ جس کا دل صاف اور اللہ کے خوف اور اُس کی عظمت سے بھرپور ہو اور اس میں لوگوں کے ساتھ بھلائی کی محبت لبسی ہوئی ہو۔ اور اس سے اعمالِ صالحہ صادر ہوتے ہوں جن سے اُس کے نفس میں اور خاندان اور قوم میں صلاحیت اور دین میں رفعت پیدا ہو ایسا شخص اللہ کی نظر میں رعایتؔ رحمت اور ثواب کا مستحق ہے۔ خواہ اُس کے کپڑے میلے کچیلے ہوں، جسم دُبلا پتلا ہو اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل وحقیر ہی کیوں نہ سمجھا جاتا ہو، ان وجوہ سے دل کی پاکیزگی پر متوجہ ہونا اور نیکیوں کی طرف زیادہ سے زیادہ سبقت کرنا چاہیئے اور اس کا بہت خیال رکھنا چاہیئے کہ کہیں ظاہری حالات کی طرف توجہ باطن کی توجہ سے غافل نہ کردے کیونکہ اگر ایسا کیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی چھلکوں کو رکھا جائے اور مغز کو پھینک دے۔

Marfat.com

گناہ اور تمسخر

فطرت انسانی کی ایک افسوسناک گمراہی!

عن ابی ھریرۃ رضہ قال سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کلُّ امتی معافی الا المجاھرین وانّ مِنَ المجانۃ ان یَعمَلَ الرجلُ باللیل عملاً ثم یصبح وقد سترہ اللہُ فیقول یا فلان عملتُ البارحۃَ کذا وکذا وقد بات یسترہ ربہ ویصبح یکشف ستر اللہ عنہ۔ رواہ البخاری و مسلم۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میری ساری امت مجاہروں کے سوا معاف کردی جائے گی، اور بیشک یہ بات بے حیائی میں سے ہے کہ کوئی شخص رات کو

Marfat.com

کوئی کام کرے پھر اس حال میں صبح کرے کہ اللہ اس کے عیب پر پردہ ڈال چکا ہے اور وہ کہے" اے فلاں میں نے گذشتہ رات ایسا ایسا کیا حالانکہ اس نے رات اللہ کی پردہ پوشی کے ساتھ گزار دی تھی اور اب صبح کو وہ اپنے اوپر سے اللہ کا پردہ اٹھا رہا ہے (جس بات کو خدا نے چھپا دینا چاہا اسے خود ظاہر کر رہا ہے) اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

لغت

المُعَافاۃ - ایک دوسرے کی ایذا سے سلامت رہنا۔ عفو اس کا مادہ ہے اس لئے باہم معاف کر دینے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

المجاھرۃ - اعلان، اظہار۔ جہار، اجہار اور مجاہرہ تینوں کے معنی ایک ہیں۔

المُجانۃ۔ تمسخر، جو کچھ کہے یا کہا جائے اُس سے بے پروائی برتنا۔

البارحَۃُ۔ ذکر کرتے وقت قریب ترین گزری ہوئی شب۔ یہ لفظ بَرِح سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں زائل ہوا۔ اس طرح بارحہ کے معنی شب گزشتہ ہوئے۔

الستر۔ وہ جس سے پردہ کیا جائے یا چھپایا جائے۔ پردہ۔

Marfat.com

تشریح

معاصی (گناہ) اللہ کی ممنوعہ حدود ہیں جن کے پاس بلکہ ارد گرد جانا بھی ہم پر حرام کیا گیا ہے تاکہ ہمارے اجسام و عقول اور جانیں اور آبروئیں محفوظ رہیں۔

معاصی کے ارتکاب سے دن ہو یا رات پوشیدہ طور پر ہو یا علانیہ ہر طریقہ سے اجتناب ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اوقات و اطوار کے فرق سے اثر مختلف اور سزا الگ الگ ہو وہ اس طرح کہ جو لوگ چُھپ کر گناہ کرتے ہیں اور اپنے فسق و فجور میں اخفا سے کام لیتے ہیں اُن میں کچھ نہ کچھ حیا باقی ہوتی ہے' اگر اللہ سے نہیں تو لوگوں سے تو ہوتی ہی ہے' کم از کم اُن کا ضمیر زندہ رہتا ہے جو انھیں متنبہ کرتا رہتا ہے اور ایک خیر خواہی کرنے والے نفسی واعظ کا کام انجام دیتا ہے اگرچہ وہ اس کے حکم پر مغلوب اور شیطان سے مقہور ہوتا ہے' تاہم اسی ضمیر کی بدولت وہ اپنے کرتوت ظاہر کرنے سے شرماتے ہیں اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپاتے رہیں۔ اگرچہ اللہ ان کے سب کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے چونکہ وہ اپنے جرم میں دوسروں کو نہیں لپیٹتے نہ اُن کے عملوں سے غافل لوگوں کو فسق و فجور میں اپنی پیروی کی ترغیب دیتے ہیں

Marfat.com

اس لئے اُن کی خطائیں معاف ہونے کی امید کیجاسکتی ہے وہ جب بھی توبہ کرلیں اور اپنا جو کچھ بگاڑ بیٹھے ہیں اسے سنوارلیں اچھے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی۔ (بیشک جو توبہ کرے، اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ پھر راہ پا جائے، میں اس کے گناہ بخش دینے والا ہوں) یہ اس لئے کہ ان جرموں کا ضرر نہیں پھیلا اور ان کا اثر بڑھنے نہیں پایا انھوں نے جو گناہ کیا مشہور نہ ہوا۔

لوگوں کی دوسری قسم

ان کے برخلاف جو لوگ اپنے فسق وفجور کا اعلان اور گناہوں کا اظہار کرتے ہیں، اپنے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، سرِ راہ شراب پیتے ہیں، کھلے بندوں بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہیں، علانیہ سود کا لین دین کرتے ہیں، محفلوں میں جوا کھیلتے ہیں، نماز ترک کرنے اور زکوٰۃ نہ دینے کا فخریہ اظہار کرتے رہتے ہیں، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کے اندر ماہ رمضان میں سب کے سامنے کھاتے پیتے ہیں اور لوگوں کی آنکھوں کے آگے رشوتیں لیتے ہیں ایسے لوگ معاف کیے جانے والوں اور شر واذیت سے محفوظ رہنے والوں میں سے نہیں ہیں، ہو بھی نہیں سکتے، انھوں نے ہر رعایت

Marfat.com

کا استحقاق کھودیا ہے۔ انھیں عفو الٰہی سے کوئی حصہ نہ ملے گا اور مل بھی کیسے سکتا ہے۔ ان کا اعلان تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شرارت ان کے دلوں میں قدم جما چکی ہے اور ان کے گوشت اور خون میں پیوست ہو چکی ہے۔ یہ لوگ حیا کی عادت کو خیر باد کہہ چکے ہیں ان میں پرہیزگاری اور تقویٰ کی صفات مردہ ہو چکی ہیں اسی لئے اللہ اُن کی گمراہیوں میں اضافہ کرتا ہے اور علانیہ فسق و فجور کی سزائیں اُن کو اور گناہوں کے غار میں ڈھکیلتا ہے۔

(۱) فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا۔ (اُن کے دلوں میں روگ ہے پس اللہ ان کا روگ اور بڑھاتا ہے)۔

(۲) فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ (جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا)

(۳) وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ (اور اللہ فاسقوں کی قوم کو راہ نہیں دیتا)۔

اس لئے ان کی توبہ غیر متوقع اور ان کے لئے نصیحت غیر مقبول ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لئے اللہ کی طرف سے عفو و درگزر کی امید کیسے کیجا سکتی ہے۔ قانون الٰہی اور نظام و ضابطہ تو یہی ہے کہ توبہ کرنے والے ہی اُس کے عفو کے حقدار ہیں اور جو لوگ اپنے گناہوں سے

Marfat.com

شرمندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع ہوتے ہیں وہی اس کے درگزر سے مستفید ہوتے ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ نصیحتوں سے وہی لوگ متاثر ہوتے ہیں جن میں گناہوں کی مخالفت کرنے کی استعداد مردہ نہیں ہوئی ہے اور جو لوگ اس استعداد کو کھو چکے ہیں تو آیات قرآنی کے مطابق ان کی گمراہی پر گمراہی بڑھتی جاتی ہے وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۔ لیکن ایسے لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اُن کی ناپاکی پر ناپاکی بڑھتی ہے اور وہ کافر ہونے کی حالت میں مر جاتے ہیں) جب یہ حالت ہے تو یہ لوگ معاف کئے جانے والوں میں کیسے داخل ہو سکتے ہیں، مزید براں اُن کا کھلے بندوں معصیت کا مرتکب ہونا لوگوں کو ان جرائم میں اپنے اقتدار کی عملی دعوت دینا ہے، یہ لوگ اپنے عمل سے لوگوں کو اپنے طریقہ پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں اور کمزور ایمان اور ضعیف ارادہ والے افراد اُن کی دعوت فسق کو قبول کر کے گناہوں کا بوجھ اُٹھانے میں اُن کے حصہ دار بن جاتے ہیں پھر اِن لوگوں کا فسق و فجور بھی ان استادانِ معصیت کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وَمَنْ دعا الی ضلال کان علیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیامة۔ (جو شخص کسی کو کسی گمراہی کی طرف

Marfat.com

بلاتا ہے' اس گمراہی کا دبال اور اس پر عمل کرنے کا والے کا وبال قیامت تک اس کے سر پر پڑتا ہے) پھر اگر ان کے نفوس میں توبۃ النصوح (سچی توبہ) کی گنجائش ہوئی تو اس کے ذریعہ خود اپنے گناہوں سے تو رہائی پا سکتے ہیں لیکن ان لوگوں کے وبال سے کیسے بچیں گے' جنھیں بغیر علم کے گمراہ کر چکے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توضیح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ و معصیت کے اظہار و اعلان کی توضیح فرمادی ہے کہ ایسا شخص رات کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپ کر اور انھیں غافل پا کر بے حیائی یا فحش کا مرتکب ہوتا ہے پھر جب صبح ہوتی ہے تو علام الغیوب اور ستار الذنوب کے سوا کوئی اس کی اس حرکت سے آگاہ نہیں ہوتا مگر یہ اپنی شامت اعمال سے خود ہی اپنی بیحیائی پر سے پردہ اُٹھاتا ہے اور اپنے جرم کا اپنی زبان سے اعلان کرتا ہے۔ یعنی جب اس کے شیطان سیرت مصاحب اور لہو و لعب میں شریک ہونے والے ہم نشین جمع ہوتے ہیں تو یہ ان کے سامنے فخر یہ لب کشائی کرتا اور کہتا ہے "میں نے گزشتہ شب فلاں فلاں حرکت کی' فلاں کی آبرو لی' شراب پی' جوا کھیلا' بڑے مزے سے رات گزاری وغیرہ

Marfat.com

وہ اس حرکت سے اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ لیتا ہے اور لوگوں پر اپنے جرم اور قبیح حرکات انکشاف کرتا ہے جن لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی سے روگ ہے وہ اس بے حیائی سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ دراصل وہ جاہل اور احمق ہے اور کمزور رائے والا ہے، وہ اپنی جان کا دشمن ہے، اور ان انسانی شیاطین میں شامل ہے جو اپنی بیہودگیاں فخریہ انداز میں ایک سے دوسرے پہنچاتے رہتے ہیں، اس لئے یہ شخص بے حیائیوں کا اعلان کرنے والوں میں سے ہے اور اسلیئے اس کا شمار اُن لوگوں میں نہیں جن کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ اولئک الذین اُبسلوا بما کسبوا لھم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون (یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے جو کچھ کیا تھا اس کی بدولت ثواب سے محروم کر دئے گئے۔ ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے، اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے)

لہذا سیدھے راستہ پر چلنا اپنے اوپر فرض کر لینا چاہیئے۔ فسق وفجور کے اعلان سے بہت پرہیز کرنا چاہیئے اگر کوئی لغزش ہو بھی جائے تو اُسے چھپانا چاہیئے۔ اگر توبہ کر لو اور صراط حق پر قائم ہو تو ممکن ہے اللہ معاف فرما دے۔ کیونکہ اس کی رحمت کاملہ کا دامن بہت

Marfat.com

وسیع ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ان گھناؤنی چیزوں سے اجتناب کرو جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص لغزش کر بیٹھے تو اُسے چاہیئے کہ اللہ کی پردہ پوشی سے اُسے چھپائے اور پوشیدہ رکھے۔

اسے حاکم نے اپنی کتاب میں درج کیا' اور مالک نے زید ابن اسلم کی حدیث مرسل سے روایت کیا۔

Marfat.com

تواضع اور تکبّر!

عن حارثۃ بن وھب الخزاعیؓ عن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم، قال اَلَا اُخبرُکم باھل الجنّۃ: کُلُّ ضَعیفٍ متضَعِّفٍ، وفی روایۃ مُتضاعِفٍ، وفی اُخری متضعَّفٍ لو اَقسَمَ علی اللہ لاَ برّہٗ۔ اَلا اخبرکم باھل النّار، کل عُتُلٍّ جوّاظ مُستکبرٍ۔ رواہ الشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ۔

حضرت حارثہ بن وہب خزائیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا، "کیا میں تمھیں اہل جنت کی خبر نہ دوں، ہر کمزور متواضع شخص، اور ایک روایت میں ہے منکسر شخص اور دوسری روایت میں ہے ضعیف شخص جنتی ہے" اگر وہ اللہ کے نام پر قسم کھائے تو اللہ اُسے سچ کر دکھائے کیا میں تم سے اہل دوزخ کا حال نہ بیان کروں، ہر سخت

Marfat.com

جھگڑالو، زبردست اور متکبر شخص" دوزخی ہے" اسے شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

لغت

ضعیف۔ کمزور، نفس بدن یا حالت کے لحاظ سے۔

متضعف و مستضعف۔ وہ شخص جسے لوگ کمزور جانتے ہوں اور اس کی مفلسی، تباہ حالی جسمانی کمزوری، اور قوای کے انحطاط کی وجہ سے دنیا میں اُس پر جبر کرتے ہوں۔

متواضع۔ جو اپنے آپ کو تکلف کے ساتھ کمزور ظاہر کرے۔

اَقسَمَ۔ قسم کھائے۔

بَرَّ، اَبَرَّ۔ قسم کو سچ کر دے، تصدیق کر دے۔

عُتُلّ۔ شدید۔ بدخلق، عرب ہر سخت اور قوی شخص کو عُتُل کہتے ہیں۔ شدید خصومت والا۔ نصیحت سے بیزار۔ یہ لفظ شدت اور قوت کے تمام معنوں پر مشتمل ہے

جَوّاظ۔ شدید، سخت مزاج، بدکار، موٹا، اور اترا کر چلنے والا۔

مستکبر۔ جو کسی ایسی بات میں جو خود اُس کے اندر نہ ہو اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھے۔ یہ شخص بناوٹی مدعی ہے۔

Marfat.com

تشریح

لوگوں کو موٹاپے اور طاقت، شکل اور قوت، وضع اور صورت سے قیاس نہیں کیا جاتا، بلکہ اُن کے قلوب و اعمال اور اخلاق سے جانچا جاتا ہے۔ جس شخص کے پہلو میں قلب سلیم ہو، شریفانہ کام کرے اخلاق حسنہ کا مالک ہو وہ اللہ کے احسان پر گویا اُس کی حمد کرتا ہے اور اسے اچھا ثواب پورا پورا اجر عطا ہوتا ہے خواہ اس کا بدن کمزور قوت سست، حال خراب، دولت کم اور صورت بری ہی کیوں نہ ہو بال غبار آلود اور منتشر ہوں، رنگ کالا، کپڑے پھٹے پرانے پیوند لگے ہوئے، لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو اور جاہل احمق اُسے کمزور سمجھتے ہوں قوت، دبدبہ اور شان و شوکت والے لوگ اس پر دلیر ہوں، یہی وہ شخص ہے جسے ضعیف و متضعف اور مستضعف کہتے ہیں۔ ایسا شخص منکسر المزاج، متواضع اور خاکسار ہوتا ہے، لوگوں سے جھک کر ملتا ہے لیکن اس کا نفس قوی، اخلاق سنجیدہ، عقیدہ خالص اور رویہ صاف اور سیدھا ہوتا ہے۔ یہ اگر اللہ کے نام پر قسم کھالے کہ وہ اُسے دوست، علم، بیوی، اولاد، یا قوت اور مرتبہ دے گا تو اللہ اُس کی قسم پوری کر کے اُسے سچ کر دکھاتا ہے، اُس کی خواہش پوری کر دیتا ہے کیونکہ اللہ

Marfat.com

کے نزدیک اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور وہ اُس کے نزدیک مقرب و معزز ہے۔ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ۔ (ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو زمین میں کمزور ہیں، اور اُن کو سردار بنائیں اور (جنت کا) وارث بنائیں) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہی ہیں میراث لینے والے جو وارث بنیں گے فردوس کے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے)

مذموم افعال

اور جس کے سینہ میں کمینہ قلب ہو مذموم افعال کرتا ہو رذیلوں کے سے اخلاق رکھتا ہو طبیعت اور دل کا سخت ہو نصیحت سے بیزار پندو وعظ سے متنفر بے حیا اور فاسق، سخت جھگڑالو، لالچی، اکڑ کر چلنے والا بے شرم، بہت سخت طبیعت، بڑا کھانے پینے والا، موٹا تازہ اور اترانے والا پیٹو، متکبر، حق سے روگرداں ہو جب اللہ کی نشانیاں (آیات قرآنی) سنے تو غرور سے منہ پھیرے گویا انہیں سنا ہی نہیں اللہ کی بندگی کے اقرار سے شرم محسوس کرے، اُس کی توحید کے اقرار اُس کے رسول کے اتباع سے اُسے ننگ آئے اور ایسی چیز پر

Marfat.com

تکبّر کرے جو اس میں موجود نہیں۔ جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں وہ اللہ کے نزدیک قابل نفرت ہے اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ (بیشک اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) اس کا ٹھکانہ دوزخ اور مسکن جہنم ہے چاہے کتنا تنومند اور مغرور وسرکش ہو۔

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ (بیشک جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور اُن کے مقابلہ میں تکبّر کیا اُن کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ اُس وقت تک جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو (یعنی جنت میں کبھی نہ جائیں گے)

اور ہم مجرموں کو اس طرح سزا دیا کرتے ہیں ،

(۲) لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ (ان کے لئے دوزخ کا بچھونا ہے، اور اوپر سے اوڑھنا ہے، اور اسی طرح ہم ظالموں کو بدلہ دیتے ہیں)

اس لئے اپنی قوت پر دھوکہ نہ کھاؤ، اسے ایسے کمزوروں پر زبردستی

Marfat.com

کرنے میں استعمال نہ کرو جن کے نفوس باعظمت اور قلوب رحم سے معمور ہیں، کیونکہ وہ اللہ کے مقرب بندے اور اس کے مخلص سپاہی ہیں، ان کی دعا رد نہیں ہوتی، نہ کوئی توقع ناکام ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ (بیشک اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں اور نیکوکار ہیں)۔

Marfat.com

دُوری اور جدائی

ملاقات میں پیش قدمی کی ہدایت

عن ابی ایوب الانصاریؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال یتلقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام۔ رواہ البخاری ومسلم۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین رات سے زیادہ دور رہے اور جب دونوں ملیں تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں، ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

تشریح

ایک ایماندار اپنے دوسرے ایماندار بھائی کے لئے محبت کرنے والا دوست دار اور مخلص ہوتا ہے۔ وہ جدائی، عداوت، نفرت، اور لڑائی جھگڑے کو نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ باتیں احسان و مہربانی کو ضعیف کر دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان پر اس بات کو حرام کر دیا ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن رات تک جدا رہے۔ اور جب ایک دوسرے سے ملیں تو یہ اپنا منہ ادھر کر لے اور وہ ادھر نہ باہم بات کریں نہ ایک دوسرے کو سلام کریں۔

یہ حدیث اپنے مفہوم کے ساتھ تین دن تک جدائی کے حلال ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس میں لوگوں کے ساتھ نرمی اور رحمت ملحوظ ہے۔ کیونکہ جدائی غصہ اور نفرت کے اثر سے ہوتی ہے اور غصہ میں بھڑک، غلبہ اور تیزی و شدت پائی جاتی ہے، پہلی مرتبہ یا شروع ہی میں اس پر قابو پانا دشوار ہوتا ہے اسلئے تین دن کی اجازت دی گئی تاکہ غیظ و غضب کی آگ ہلکی یا ٹھنڈی پڑ جائے، اس کا اثر کمزور ہو جائے یا زائل ہو جائے۔ لیکن اس میعاد سے زیادہ دن تک دوری و جدائی اس وقت تک حرام ہے جب تک اس میں کوئی غالب یا مرجح

Marfat.com

مصلحت نہ ہو۔ مثلاً اگر معاملہ سے دین میں فساد آنے کا اندیشہ یا جان اور دنیا کے ضرر کا خطرہ ہو تو ان حالات میں جدا رہنا جائز ہو گا۔ بسا اوقات اچھی قسم کی جدائی موذی قسم کی ہم نشینی سے بہتر ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بیویوں کی تادیب کے لئے اُن سے عارضی جدائی کا حکم دیا ہے۔ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا (اور تم جن عورتوں کی نافرمانی سے ڈرتے ہو انھیں نصیحت کرو، اور انھیں اُن کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو اور انھیں (ہلکے طور پر) مارو۔ پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کرلیں تو اُن پر زیادتی نہ کرو) اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور ہجر جمیل کا حکم دیا گیا ہے۔ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا (اور جو وہ کہتے ہیں اس پر صبر کرو، اور اُن سے اچھے طریقہ سے جدا رہو)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے دو ساتھی بغیر عذر کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے پچاس

Marfat.com

دن تک الگ رہے اور صحابہ کو بھی ان سے دور رہنے کا حکم دیا۔
یہاں تک کہ عرصۂ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گیا اور
جینا دوبھر معلوم ہونے لگا۔ اور وہ سوچنے لگے کہ اللہ کی طرف سے ہٹ کر
اللہ کے سوا کہیں پناہ نہیں۔ اسکے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
بیویوں سے ایک ماہ تک دور رہے۔ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی
(ضرورت اور موقعہ کے لحاظ سے) دوری اختیار رکی ہے۔
بحث کا مقصود یہ ہے کہ جب دوری یا جدائی اختیار کرنے میں مضرت
سے زیادہ مصلحت ہو تو اُسے اختیار کرنا جائز ہے خواہ تین دن سے
زیادہ ہو جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جدائی یا دوری کا گناہ
سلاموں کے تبادلہ سے زائل ہو جاتا ہے اور دونوں علیحدگی اختیار
کرنے والوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو دوسرے کو سلام کرنے
میں پہل کرے۔ اُسے اس پہل اور نفس کی سرکشی کو مغلوب کرنے کا
ثواب ملے گا۔ اگر دوسرا اس سلام کا جواب نہ دے تو گناہ میں مبتلا ہو گا
امام احمدؒ نے کہا ہے دوری یا جدائی صرف سلام کرنے ہی سے زائل
نہیں ہوتی بلکہ اختلاف سے پہلے کے حالات کا بحال کرنا ضروری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

Marfat.com

اس باب میں حضرت عائشہؓ کا ایک واقعہ ہے جو اُن کے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ پیش آیا، اس پر علماء نے اعتراض کیا ہے چونکہ اس میں بڑے ادب کا پہلو پایا جاتا ہے اس لیے ہم اسے یہاں بیان کرتے ہیں پھر اس اعتراض کا جواب دیں گے۔

بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ اس بیع یا عطیہ کے بارے میں جو حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو دیا تھا، عبداللہ نے کہا "بخدا عائشہ باز رہیں، ورنہ میں اُن سے پردہ کروں گا۔ حضرت عائشہؓ نے سُنا تو کہا، کیا انھوں نے یہ کہا ہے"، لوگوں نے کہا، "ہاں" عائشہؓ نے کہا "میں اپنے لیے اللہ سے نذر مانتی ہوں کہ ابن الزبیر سے کبھی بات نہ کروں گی"۔ جب دونوں میں بے تعلقی کو طول ہوا تو ابن الزبیر نے ان کے پاس سفارش کرائی۔ اس پر آپؓ نے کہا "بخدا میں ان کے بارہ میں ہرگز سفارش قبول نہ کروں گی اور اپنی نذر نہ توڑوں گی"۔ جب ابن الزبیر کو اس حال میں زیادہ دن گزرے تو انھوں نے مسوّر بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث سے گفتگو کی، یہ دونوں بنی زہرہ سے تھے، اور ان سے کہا "میں تم دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے عائشہ کے پاس لے چلو۔ کیونکہ اُن کے لیے جائز نہیں کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کی نذر مانیں (حضرت عائشہ

Marfat.com

ان کی خالہ اور مربیہ تھیں)، مسور اور عبدالرحمٰن انھیں لے کر چلے۔ یہ اپنے لباس اور پوشش وغیرہ میں لپیٹے ہوئے تھے، انھوں نے حضرت عائشہ سے اجازت طلب کی اور کہا، السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم آئیں۔ عائشہ رض نے کہا آؤ۔ انھوں نے کہا، کیا ہم سب؟ کہا، ہاں تم سب اندر آؤ۔ وہ یہ نہ جانتی تھیں کہ ان دونوں کے ساتھ ابن الزبیر بھی ہیں۔ جب یہ لوگ آئے تو ابن الزبیرؓ پردہ کے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت عائشہ رض کو گلے لگایا اور ان کو قسم دینے اور رونے لگے۔ مسور اور عبدالرحمٰن بھی انھیں قسمیں دینے لگے۔ مگر انھوں نے ان دونوں سے بات نہ کی۔ ان سے مل لیں۔ وہ دونوں ان سے کہتے رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک تعلق یا دوری اختیار کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ دور رہے۔ جب انھوں نے صلۂ (رحم، عفو اور غصہ پی جانے کے فضائل اور لوگوں کو تنگی میں ڈالنے سے باز رہنے کی خوبیاں بیان کیں تو وہ ان سب باتوں کو یاد کر کے رونے لگیں اور بولیں میں نے نذر مانی ہے اور نذر بڑی سخت ہے۔ مگر وہ لوگ برابر کہتے اور معاف کر دینے پر اصرار کرتے رہے یہانتک کہ حضرت عائشہ رض نے ابن الزبیر سے بات کی اور اس نذر کے ضمن میں چالیس غلام آزاد کئے

Marfat.com

آپ اس کے بعد بھی جب کبھی اپنی اس نذر کو یاد کرتیں تو روتے روتے آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

اعتراض و جواب

اس واقعہ پر دو پہلوؤں سے اعتراض وارد ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت عائشہؓ کی نذر، نذر معصیت کی قسم سے ہے جو واجب نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ ام المؤمنین کو ایسی ناروا بے تعلقی اختیار کرنا زیبا نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ ابن الزبیر نے ایسی بات کہہ کر بڑی جسارت کی ہے (ابن الزبیر نے یہ الفاظ کہے تھے "ولاَحجرَنّ علیھا" میں ان سے پردہ کروں گا) کیونکہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہنے والے کے نزدیک حضرت عائشہ کی قدر کم ہے اور وہ انھیں اس کام کی طرف منسوب کر رہے ہیں جو ناروا اسراف و تبذیر میں داخل ہے جس کی وجہ سے انھیں اللہ کی دی ہوئی روزی میں تصرف کرنے سے روکنا واجب ہو جاتا ہے ساتھ ہی یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ یہ جسارت حضرت عائشہؓ کے ساتھ کی گئی تھی جو ام المؤمنین ہونے کے علاوہ ابن الزبیر کی حقیقی خالہ بھی تھیں، ابن الزبیر مرتبہ میں ان سے بہت چھوٹے اور کم تھے۔ ان وجوہ سے حضرت عائشہؓ نے ان کی اس

Marfat.com

جسارت کو نافرمانی پر محمول کیا۔ ایسی بات اگر اپنے کر بیٹھتے ہیں تو یہ بات بڑایوں اور غیروں کے مقابلہ میں بہت بڑی اور ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ نے ابن الزبیر سے بات چیت ترک کر کے انھیں اس جسارت کی سزا دینا مناسب خیال کیا، آپ جانتی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالکؓ اور ان کے دو ساتھیوں سے بھی اسی طرح بات کرنے سے منع فرمایا تھا اور یہ سزا ان کے بلا عذر غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی بنا پر تجویز کی تھی۔ مگر منافقین میں سے جو لوگ جہاد سے دستکش رہے اُن سے بات چیت موقوف نہ فرمائی، اس کا سبب یہ تھا کہ کعب وغیرہ تینوں اشخاص آپؐ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان سے مواخذہ ضروری تھا۔ منافقین کو اُن کی حقارت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا۔ اسی پر حضرت عائشہؓ کے عمل کو قیاس کیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ نے اس بے تعلقی کو ایک مباح امر خیال کیا تھا۔ اسلئے اس کی نذر مانی اور جب ابن الزبیر سے بات کرنے پر مجبور ہو گئیں اور یہ نذر پوری نہ ہو سکی تو اس کا کفارہ ادا کیا۔

ایک اہم سبق

ان واقعات میں ہمارے لئے جو سبق ہے اُسے ذہن میں رکھنا ضروری

Marfat.com

ہے۔ ام المومنین کے ساتھ صحابہؓ کا ادب کس درجہ بلند تھا۔ وہ اُن کی مرضی اور خوشی کا کتنا خیال رکھتے تھے، اور حضرت عائشہؓ نذر پوری کرنے کا کس قدر خیال رکھتی تھیں اور جب وہ نذر پوری نہ ہوئی تو کتنا روئیں۔ اور آپ نے نذر کا کفارہ ادا کرنے کے لئے کیسی فراخ دلی سے چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا۔ پھر اس کے بعد بھی اس نذر کو یاد کر کے کس طرح روتی تھیں کہ اُسے پورا نہ کر سکیں۔ تکمیل شرائع دین کی حرص اور امہات مومنین کا احترام اسے کہتے ہیں۔

Marfat.com

سچ اور جھوٹ!

اثرات، عواقب اور نتائج

عن عبد اللہ بن مسعودؓ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال علیکم بالصدق، فان الصدق یھدی الی البر۔ وانّ البر یھدی الی الجنۃ وما یزال الرجل یصدق و یتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا وایّاکم و الکذب، فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار، وما یزال الرجل یکذب و یتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذّابا۔ رواہ البخاری ومسلم و ابوداؤد والترمذی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا، صدق کو لازم کرلو کیونکہ صدق (سچ) نیکی

Marfat.com

کی راہ دکھاتا ہے، اور نیکی جنت کی رہنما ہے، آدمی برابر سچ
بولتا اور سچ کو پسند کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اللہ کے نزدیک
صدیقوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے خبردار رہو کیونکہ
جھوٹ بدکاری کیطرف رہبری کرتا ہے اور بدکاری دوزخ کیطرف
اور آدمی برابر جھوٹ بولتا اور اسے پسند کرتا رہتا ہے، یہانتک کہ
اللہ کے نزدیک اُسے کذّاب (بڑا جھوٹا) لکھدیا جاتا ہے۔ اسے
بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

لغت

راغبؒ نے اپنی کتاب مفردات القرآن میں لکھا ہے کہ سچ اور جھوٹ
کی اصلیت بات سے تعلق رکھتی ہے اور بات زمانہ ماضی سے متعلق ہو یا
مستقبل سے، وعدہ سے منسوب ہو یا کسی اور صورت سے سچ، جھوٹ
خبر کی حالت میں ہوا کرتا ہے اور کبھی استفہام اور طلب کی صورت میں۔
صدق۔ (سچ) قول اور ضمیر اور خبر میں مطابقت کو کہتے ہیں۔ اگر یہ شرط
پوری نہ ہو تو صدق نہ رہے گا بلکہ جھوٹ ہوگا۔ یا دو اعتبارات سے
سچ اور جھوٹ کے درمیان تردد کی صورت ہوگی۔ جیسے کوئی منافق
کہے کہ "محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"، اس موقعہ پر اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ اس

Marfat.com

کی دی ہوئی خبر واقعہ یا حقیقت کے مطابق ہے اس لئے اس نے سچ کہا تو درست ہوگا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ اس کا قول اس کے ضمیر کے خلاف ہے اس لئے جھوٹا ہے تو بھی درست ہوگا۔

صدیق۔ جو بہت زیادہ سچ بولتا ہو۔ کبھی صدق وکذب کا استعمال اعتقاد کے متعلق ہوتا ہے۔ مثلاً صَدَّقَ ظَنِّی، اس نے میرے گمان کی تصدیق کردی (میرے گمان کو سچ کردکھایا) اور کبھی فعل سے متعلق ہوتا ہے جیسے "قد صَدَّقتَ الرُّؤیا"، بیشک تم نے خواب کو سچ کردکھایا۔

مسلک جمہور!

یہ امام راغبؒ کا بیان تھا۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ صدق وہ ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ اور کذب وہ جو خلاف واقعہ ہو۔ دوسرے لوگوں کا قول ہے، صدق وہ ہے جو اعتقاد کے مطابق ہو۔ اور کذب وہ ہے جو اس کے خلاف ہو۔

ھدایت۔ مطلوب کی طرف پہنچانے والی رہبری۔

بِر۔ کار خیر میں وسعت کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ تمام نیکیوں کے لئے ایک جامع لفظ ہے۔ اس کا استعمال خالص ودائمی عمل پر ہوتا ہے۔

جَنّت۔ پوشیدہ چیز۔ اس کا اطلاق کھجوردار درختوں والے باغ

Marfat.com

پر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ درخت اپنے نیچے والی چیزوں کو چھپائے اور سایہ کیئے رہتے ہیں۔

تحرّی۔ پسند کرنا، ارادہ کرنا۔

فجُور۔ فساد کی جانب رغبت۔ گناہوں کا میلان۔ یہ لفظ تمام اقسام کے شر پر حاوی ہے۔

تشریح

صدق (سچ) سب سے بڑی فضیلت اور خلائق کے لئے اصل اصول ہے۔ اس پر معاشرہ کا نظام اور امور کی ترتیب کا دارو مدار ہے۔ یہ ایک بہت پسندیدہ صفت ہے اور جس شخص میں یہ صفت ہوتی ہے وہ سب لوگوں کے نزدیک ایک بلند مقام پر فائز ہوتا ہے سب اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کی باتیں بڑی رغبت سے سُنتے ہیں۔ وہ ان میں محبوب ہوتا ہے۔ حکام اس کی بات کا احترام کرتے ہیں۔ اور قضاۃ اس کی اس شہادت کو قبول کرتے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کا اسی طرح حکم دیا ہے جس طرح قرآن اس آیت میں حکم دیتا ہے۔

(۱) يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (اے

Marfat.com

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔)

(۲) اور ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کے ذکر میں فرمایا ہے
وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (ہم نے انھیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کے لئے سچائی کی بلند مرتبہ زبان بنائی)

(۳) اور اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سچ کی تعریف فرمائی ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ إِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (اور اسمٰعیلؑ کو کتاب میں یاد کرو۔ بیشک وہ وعدہ کا سچا اور نبی مرسل تھا)

(۴) اور ادریس علیہ السلام کی، اس آیت میں وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا، وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (اور ادریسؑ کو کتاب میں یاد کرو۔ بیشک وہ بہت سچا نبی تھا۔ اور ہم نے اُسے بہت بلند مرتبہ دیا تھا)

صدق!

صدق (سچ) بات میں، عقیدہ میں اور عمل میں ہوتا ہے۔ بات میں سچ یہ ہے کہ بات کہنے والے کے ضمیر کے مطابق یا حقیقت کے موافق ہو، یا

Marfat.com

دونوں کے مطابق ہو۔ یہ حدیث بات میں استواری کو پسند کرنے کی دعوت دیتی ہے اور ہدایت کرتی ہے کہ۔

(۱) بغیر جانے کوئی بات نہ کہو۔

(۲) جب گذشتہ زمانے کے متعلق کچھ کہو تو سچ کہو اور جب اپنے ارادہ کا ذکر کرو تو اپنی بات کو ارادہ یا نیت کے مطابق بناؤ۔

(۳) جب وعدہ کرو تو اُسے پورا کرنے کا عزم رکھو۔

(۴) جس بات کو تم جانتے ہو اپنی کسی ضرورت سے سننے والوں کو دھوکہ دینے کے لئے اُس بات کی نسبت نہ پوچھو۔

(۵) اپنے خادم سے کوئی ایسی چیز طلب نہ کرو جسے قبول نہ کرنے کا پہلے حکم دے چکے ہو۔ یا پہلے متنبہ کر چکے ہو۔

صدقِ عقیدہ

عقیدہ میں سچ یہ ہے کہ جو بات وجدان میں حاصل ہو اس کے مطابق ہو۔ مثلاً وجدان میں اللہ واحد اور فعال ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے شروع کرتا ہے اور لوٹاتا ہے تم ان صفات میں کسی کو خدا کا شریک و سہیم نہ بناؤ۔ اسی طرح وجدان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں، ان کی رسالت کا اعتقاد رکھو، یا ایسے ہی وجدان میں اُمّت کا

Marfat.com

ظلم یا اس کا عدل ہے۔ اس لئے وجدان جس بات کی شہادت دے اس پر عقیدہ رکھو۔ علیٰ ہذا القیاس۔

عقیدہ میں سچ کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اس کی تحقیق کرو، حسیات یا عقلیات میں سے اس پر دلیل طلب کرو، شبہات دور کرو فعل میں سچ یہ ہے کہ اس کا ظاہر ویسا ہی ہو جیسا باطن یا نفس میں ہے پھر وہ خالص اللہ کے لئے ہو مصلحت اس کی مقتضی ہو، اس پر نفاق یا ریا کا رنگ نہ چڑھا ہو اور اس کے ذریعہ کسی ادنیٰ غرض تک رسائی تمہارا مقصود نہ ہو۔ جیسے کوئی شخص کسی بڑے آدمی کی ملاقات کو جائے تو اس پر اپنی دوستی اور محبت کا اظہار کرے، حالانکہ دراصل اس کا مقصد شخصی منفعت کا حصول ہو، یا مثلاً کوئی شخص کسی مرتبہ اور پوزیشن کی طمع میں مدارات اور خاطر داری سے پیش آئے اور اس میں جدوجہد سے کام لے۔

ارشاد نبویؐ

سچ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ نیکی کا راستہ بتاتا ہے اور امور خیر میں وسعت کی رہبری کرتا ہے، یہ اسلئے ہے کہ وہ فضائل کا سرچشمہ اور ان کی اصل ہے۔ غور کرو تو اللہ پر ایمان لانا

Marfat.com

اس کے رسولوں کی اور وحی کی تصدیق کرنا سچ ہی کی ایک شاخ ہے، جو شخص سچا ہوتا ہے اُسے نیکیوں کی توفیق حاصل ہوتی ہے وہ بھلائیوں کو قائم کرتا ہے اور نیکوکاری جنت کا راستہ بلکہ اس کی کنجی ہے جسکے بغیر جنت کے دروازے نہیں کھلتے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَائِکِ یَنْظُرُوْنَ، تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ، یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ، وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۔ (بیشک نیکوکار نعمت (جنت) میں ہوں گے، تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہونگے تم اُن کے چہروں سے نعمت کی تازگی کو پہچان لوگے، انھیں خالص شراب جس پر مشک کی مہر ہوگی پلائی جائے گی اور یہ وہ چیز ہے جس میں سبقت کرنے والوں کو سبقت کرنی چاہیے)

ایک اہم مسئلہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اخلاق کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ بیان فرمایا ہے اور وہ خلق کی تکوین (پیدائش) اور تربیت اور اُسے نفس میں قوت پہنچانے اور استقلال بخشنے کا طریقہ ہے جسکے ذریعہ کسی خلق کو طبائع کی صف میں لایا جاسکتا ہے (یعنی طبیعت کی طرح یا طبیعت ثانیہ بنایا جاسکتا ہے) وہ یہ ہے کہ آدمی اچھے یا

Marfat.com

قابل عزت عمل کا ارادہ کرتا رہے اور ایک بار کے بعد دوسری بار، تیسری بار کے بعد چوتھی، پانچویں کے بعد چھٹی بار عمل میں لائے اور اتنی مرتبہ کرے کہ اس کام کا ایک خاص اثر نفس پر مرتب ہو جائے اور اُس کی طرف سے طبیعت میں خوب روانی پیدا ہو جائے۔ اس طریقہ کا فائدہ یہ ہوگا کہ کوئی خلق یا اخلاقی فضیلت طبیعت کے اندر اچھی طرح راسخ ہو جائے گی اور اس سے پاکیزہ اعمال بلا کسی دقت کے نہایت سہولت و روانی کے ساتھ صادر ہونے لگیں گے۔ اسی طرح جو شخص سچائی کو اپنی خصلت، خلق یا طبیعت بنانا چاہتا ہو وہ اپنے اقوال و اعمال میں سچ بولنے اور سچ سے کام لینے کا ارادہ کرے اور پے در پے کرتا رہے ایسا کرتے کرتے ایک وقت وہ آئے گا کہ سچ بولنا اس کا خلق یا طبعی عادت بن جائے گا۔ اور وہ صدیق کا مرتبہ حاصل کر لے گا۔

جو شخص بہادر، دلیر یا صف شکن جری بننا چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ جب شدائد دعوت دیں اُن میں گھس پڑے اور جب خطرات درپیش ہوں اُن کا مقابلہ کرے بار بار یہ عمل کرنے سے شجاعت اس کا خلق بنجائے گی۔ اسی طرح جو سخی بننے کا خواہاں ہو اُسے چاہیئے کہ جب بھی کوئی طالب احسان ہو، اس کو اپنے مال میں سے کچھ دے۔ ایسا کرتے کرتے فیاض اور سخی بن جائے گا۔

Marfat.com

صدیق کا مطلب

صدیق لکھے جانے کے معنی یہ ہیں کہ ایسے شخص کو اس کے نامۂ اعمال میں صدیق لکھا جائے گا، وہ صدیقوں کے زمرہ میں محسوب ہوگا، اور اس سے خوش ہو کر اس بات کا اعلان ملاءِ اعلیٰ میں کیا جائے گا تاکہ اس کا ذکر عزت سے کیا جائے۔ اور لوگوں کے قلوب میں القار کیا جائے گا تاکہ وہ اس کا احترام کریں اور اس کی توقیر و تکریم کریں۔

جس طرح صدق (سچ) فضائل کی بنیاد ہے اُسی طرح کذب (جھوٹ) رذائل کی جڑ ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرہ کی بنیادیں ہل جاتی ہیں اور معاملات اور کاروبار کی رفتار میں خلل آجاتا ہے، جو شخص جھوٹا ہوتا ہے وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، لوگ اُس کی بات پر یقین نہیں کرتے، نہ کسی کام میں اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اُنھیں اس کا پاس بیٹھنا تک پسند نہیں آتا۔ اس کی باتیں قابل نفرت اور شہادت مردود سمجھی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن میں کذب کی برائی کی گئی ہے، اس سے نفرت دلائی گئی ہے اور عذاب شدید کی وعید ہے، وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا

Marfat.com

حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ، مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے کسی شی کو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اس طرح تم اللہ پر جھوٹی تہمت باندھو، بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹی تہمت باندھتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔ دنیوی منافع بہت کم ہیں اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے)

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (جھوٹی باتیں تو وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ اور وہی لوگ جھوٹے ہیں)

عقیدہ اور عمل

جھوٹ بھی سچ کی طرح قول، عقیدہ اور عمل میں ہوتا ہے ایسی بات کہنا جو ضمیر یا واقعہ یا ان دونوں کے مطابق نہ ہو یا نیت کے موافق نہ ہو جھوٹ ہے، یا جو چیز وجدان یا ادراک کا ساتھ نہ دیتی ہو اس کا اعتقاد رکھنا جھوٹ ہے، اعمال میں ریا کرنا یا انھیں اُن کے نفسی لباس کے خلاف کوئی اور جامہ پہنانا جھوٹ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے، انسان کو شر کی طرف

Marfat.com

لیجاتا ہے اور دیانت کا پردہ چاک کر ڈالتا ہے اس کے نتیجہ میں جھوٹ بولنے والا گناہوں میں جا پھنستا اور ان کے ہاتھوں ہلاکت میں پڑجاتا ہے، شرک یعنی کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرانا جو بہت بڑا جرم ہے جھوٹ نہیں تو کیا ہے، اور وہ نفاق جو صریح کفر سے بھی بدتر ہے جھوٹ کے سوا کیا ہے، اسی طرح معاملات میں جعل و فریب، وعدوں میں عہد شکنی کی نیت اور اعمال میں جھگڑے پیدا کرنا یہ سب جھوٹ کی مختلف شکلیں ہیں۔

دوزخ کا راستہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ فسق و فجور دوزخ کی راہ دکھاتا ہے اور فاجر کو جہنم کے نچلے طبقہ میں پھینک دیتا ہے اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ (بیشک فاجر و بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے جس میں وہ قیامت کے دن داخل ہوں گے) اور جس طرح پسندیدہ اعمال ارادہ کرنے اور عادت ڈالنے سے اخلاق عالیہ بن جاتے ہیں، جو نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں، اسی طرح جب بُرے اعمال کا ارادہ کیا جاتا ہے یا عادت ڈال لیجاتی ہے اور ان کا شوق کیا جاتا ہے تو نفس میں ناپسندیدہ اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں

Marfat.com

جو خرابیوں اور گناہوں کی جڑ ہوتے ہیں۔ اس طرح جو شخص اپنے نفس کو ایک مرتبہ جھوٹ کی اجازت دے دیتا ہے اور پھر دوبارہ اور سہ بارہ یا بار بار جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ اس کا خلق بن جاتا ہے۔ اور وہ ذلیل و کذاب ہو جاتا ہے۔ اسلئے اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ ورنہ وہ تمھارا خلق یا طبیعت بن جائے گا۔ جن چیزوں کا کرنا حرام ہے انھیں چھوڑ دو۔ اور اگر ان میں سے کسی قباحت میں مبتلا ہو گئے ہو تو توبہ کی طرف سبقت کرو۔ اُسے پھر کرنے یا بار بار دہرانے سے بہت پرہیز کرو ورنہ تباہ کاروں میں جا ملو گے۔

سیاہ اعمالنامہ

جھوٹ کے عادی شخص کا اللہ کے یہاں کذاب لکھا جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ اس کا نام اس کے سیاہ اعمال نامہ میں درج کیا جائیگا۔ اسے منافق لوگوں میں محسوب کیا جائے گا اور ملاءِ اعلیٰ میں اس کی تشہیر کی جائے گی۔ لوگوں کے دلوں میں الہام کیا جائے گا کہ جھوٹے کو حقیر سمجھیں، لعنت بھیجیں، ہوتے ہوتے ایسا شخص لوگوں کے درمیان مردود اور قابل لعنت قرار پا جائے گا۔ اور سب اس سے دشمنی رکھینگے۔ اس لئے صدق اور سچائی کا التزام رکھنا چاہیئے تاکہ لوگوں کے

Marfat.com

درمیان مرتبہ بلند ہو اور اللہ کے نزدیک بھی بڑا درجہ ملے اور جھوٹ سے بہت بچنا چاہیئے. کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کی بدولت فاجر و گناہ گار اور جھوٹے و مکار بن جاؤ. جہانتک ممکن ہو اپنے نامۂ اعمال کو پاک و صاف بناؤ اور مقربان الٰہی میں بلند مقام حاصل کرو. کہ خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کا یہی واحد راستہ ہے۔

Marfat.com

ضبطِ نفس!

ارشادِ نبوی کی روشنی میں!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پہلوان کسی کو پچھاڑ دینے سے نہیں ہوتا، پہلوان تو صرف وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔ اسے بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

الصُّرعَۃ - زمین پر گرانا، پچھاڑنا۔

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ پہلوان یا قوی وہ شخص نہیں ہوتا جو لوگوں کو پچھاڑ دے، حقیقت میں پہلوان تو وہ ہے جو غصہ اور اشتعال کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے اور اسے اپنے حلم سے مغلوب کرلے غیظ و غضب کی رو میں نہ بہے، گالی گلوچ، مار پیٹ اور قتل وغیرہ پر نہ اُتر آئے اور اپنے اقوال و افعال میں اعتدال کے طریقوں سے اسلئے تجاوز نہ کرے کہ جس شخص نے اسکی غیرت کو اُبھارا ہے اس سے انتقام کی خواہش پوری کر سکے۔

حقیقی پہلوان وہ شخص ہوتا ہے جو غصّہ کے وقت نفس پر قابو پالے۔ کیونکہ برائیوں کا حکم دینے والا نفس انسان کا بدترین دشمن ہے وہی اسے تباہیوں اور ہلاکتوں میں ڈھکیلتا ہے جب وہ اسکی لگام قابو میں رکھے گا اور نفس اس پر غالب نہ آنے پائے گا تو اس طرح وہ اپنے نہایت طاقتور دشمن (نفس) کو مغلوب کرلے گا۔ اور یہ وہ معرکہ ہے جو پچھاڑنے اور گرانے سے زیادہ سخت ہے۔

Marfat.com

جذبۂ مخفی!

اس موقع پر یہ سمجھ لو کہ غصہ انسان کے اندر ایک چھپا ہوا جذبہ ہے جو اُسے حق سے تجاوز کرنے اور آبرو ریزی کرنے پر اُکساتا ہے جب وہ اپنا کام کرتا ہے تو آدمی کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، خون میں ہیجان کی وجہ سے گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آدمی تباہ کن انتقام پر اُتر آتا ہے۔ اس حالت میں نفس سے جہاد کرنا اور اُسے اُس کے ارادہ سے روکنا واجب ہے، اگر اس موقع پر وہ نفس پر فتح پالے تو ایسا شخص ایک بہادر سپاہی ہوگا جس نے اپنے شدید ترین دشمن کو شکست دی ہے۔

سربلندی کا راستہ

حقیقت میں ضبطِ نفس ہی وہ فضیلت ہے جس کی بدولت بڑے بڑے لوگوں نے سربلندی پائی ہے، عالی مرتبہ جنرلوں اور لیڈروں نے اسی سے قدرت و قوت حاصل کی ہے۔ یہ فکر و نظر میں نمیء د احسان کا سنگِ بنیاد اور حکمت کی ترازو میں اقوال کا وزن ہے۔ اس کی برکت سے تمام اعمال مصلحت کے موافق صادر ہوتے ہیں۔

Marfat.com

جس شخص میں ضبط نفس کی صفت موجود ہوتی ہے وہ ثابت قدم مستقل مزاج اور مطمئن و سنجیدہ ہوتا ہے، اس کے اخلاق میں اعتدال اور عادات میں متانت پیدا ہو جاتی ہے، یہ صفت انسان کو طیش، اشتعال، بے صبری اور گھبراہٹ سے بچاتی ہے اور لوگوں کو اعزاز و احترام کی دعوت دیتی ہے۔ جو شخص اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے لوگ اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اسلئے تم بھی غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پانے کی عادت ڈالو تاکہ سب سے زیادہ بہادر بن جاؤ۔

Marfat.com

شرم و حیاء

اثرات اور مؤثرات

عن عمران بن حُصینؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحیاءُ لایاتی الا بخیر

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حیار بھلائی کے سوا کچھ نہیں لاتی۔ اسے بخاری، مسلم اور احمدؒ نے روایت کیا۔

لغت

حیاء کے معنوں میں عربوں کے اندر اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں، حیا وہ خلق ہے جو اچھے کام کرنے اور بُرے افعال چھوڑنے پر اُبھارتا ہے۔ بعض کا قول ہے "وہ نفس کا فعلِ مکروہ کے ارتکاب سے ڈرنا سمٹنا اور باز رہنے کی کوشش کرنا ہے" بعض کے نزدیک شر

Marfat.com

کی نسبت کے ساتھ مذمت کے خوف کا نام حیا ہے۔

زمخشریؒ کا قول ہے" حیا اس تغیر و انکسار کو کہتے ہیں جو بُرائی اور مذمت کے خوف سے انسان کو لاحق ہوتا ہے۔ لفظ 'حیا' حیات سے مشتق ہے "فلاں شخص حیا سے مرگیا، فلاں حیا کی شدت سے مرا جارہا ہے" وغیرہ فقرے اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ امام راغبؒ کا قول ہے، حیا، نفس کا بُری بات سے سکڑنا ہے، یہ صفت انسان کی خصوصیات میں سے ہے تاکہ ہر جائز و ناجائز خواہش پر آنکھیں بند کرکے عمل نہ کرنے لگے اور اس طرح چوپایوں کی طرح نہ بن جائے۔ حیا، عفت سے عبارت ہے، اسی لئے حیا کرنے والا فاسق نہیں ہوتا۔ بعض اوقات مطلق انقباض کی وجہ سے بھی حیا ہوتی ہے جیسا کہ بعض لڑکوں میں ہوتا ہے۔

تشریح

چونکہ حیا ایک نفسی تغیر اور باطنی خلق ہے اسلئے وہ آدمی اور بُرائیوں کے درمیان آڑ بن جاتی ہے یا اُسے معیوب اور قابل مذمت عمل سے باز رکھتی اور اس پر شدت سے نکتہ چینی پر اُبھارتی ہے، بے شبہ وہ اِن وجوہ سے ایک پسندیدہ خلق ہے جس کا نتیجہ ہمیشہ خیر اور بھلائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس شخص کے دل میں کسی بےحیائی کا خیال گزرتا ہے

Marfat.com

تو حیا اُس کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے۔ یا اُسے کوئی شخص گالی دیتا ہے تو حیا برائی کا بدلہ بُرا دینے سے روکتی ہے، ہسی سے کوئی سائل سوال کرتا ہے تو حیا سائل کو محروم نہیں رکھنے دیتی۔ کوئی خوبصورت لڑکی سامنے آجاتی ہے تو حیادار کی آنکھیں جھک جاتی ہیں؛ یا اُس کا مقروض شخص مالی مشکلات کی وجہ سے اپنے قرض سے بریت چاہتا ہے تو حیا کی بدولت اُسے معاف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر باحیا شخص کسی مجلس میں شریک ہوتا ہے تو اس کی حیا اُسے غیر ضروری بات کرنے یا ناپسندیدہ شغل میں حصہ لینے سے روک دیتی ہے۔

اچھے آثار

جس شخص کے دل میں حیا کے اچھے آثار ہوں اور جو اُن پاکیزہ اعمال پر کاربند ہو بے شبہ وہ پسندیدہ اخلاق کا آدمی ہے۔ بخاریؒ نے عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اپنے بھائی کو حیا کی نصیحت کر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو" کیونکہ حیا تو ایمان سے ہے اور اعلیٰ درجہ کی حیا وہ ہے جو اللہ کے نگہبان ہونے کے شعور اور اس کے حق کی عظمت سے پیدا ہو کیونکہ بیشک یہ چیز انسان کو

Marfat.com

حق کے راستہ پر قائم رکھتی ہے وہ اس سے نہ دائیں طرف مڑتا ہے نہ بائیں جانب"۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سے اتنی حیا کرو جتنا حیا کا حق ہے، ہم نے کہا نیا رسول اللہ کیا ہم اللہ سے حیا کرتے ہیں، فرمایا "ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ سے کما حقہ حیا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے سر کی اور اُن چیزوں کی جو اس میں ہیں حفاظت کرو مثلاً آنکھیں کان اور زبان، اور پیٹ کی اور جن اعضا پر وہ حاوی ہے، اور موت اور مصیبت کو یاد کرو۔ جو شخص آخرت کو چاہتا ہے وہ دنیوی زندگی کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اس پر اتنا فریفتہ نہیں ہوتا کہ واجبات کی طرف سے غافل ہو جائے، وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے، جو ایسا کرتا ہے وہ اللہ سے کما حقہ حیا کرتا ہے" بعض اسلاف نے کہا ہے "میں نے معاصی کو مذلت کی نظر سے دیکھا، مروّت سے اُنھیں چھوڑ دیا اس لیے وہ ذلیل ہو گئے۔ کبھی اللہ سے حیا اس کی نعمتوں میں تصرف کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور عاقل شخص معصیت میں اُن سے مدد لیتے ہوئے شرماتا ہے

فرق مدارج

لیکن اگر تم کسی گناہ کے مرتکب شخص کا سامنا کرنے سے یا اُس کو

Marfat.com

گناہ سے روکنے سے منہ موڑ کر بیٹھ جاؤ یا جس حق کی تمھیں ضرورت ہے
اس کا مطالبہ نہ کرو، یا اپنے اُستاد سے کسی اُلجھے ہوئے یا پوشیدہ
مسئلہ کے متعلق سوال نہ کرو یا کسی ایسی بات کے متعلق استاد سے سوال
کرتے ہوئے شرماؤ جس میں تمھاری نظر اس کی نظر سے مختلف ہو یا ایسے
موقع پر اپنے ساتھیوں سے جھینپو اور ڈرو کہ شاید تمھاری رائے غلط ہو
یا کسی ایسی مجلس میں جہاں باطل اور خطاکاری سر اُٹھائے اور تم حق بات
سے واقف ہو اُس پر بھی خاموش رہو تو یہ سمجھ لو کہ اس قسم کی تمام
صورتیں پسندیدہ حیا میں داخل نہیں ہیں نہ انھیں حیا کے اثر سے تعبیر
کیا جا سکتا ہے یہ باتیں تو عجز اور مذلت، بزدلی اور حقارت کا اثر ہیں
ان پر حیا کا اطلاق اسلئے ہوتا ہے کہ ان کے اور حقیقی حیا کے درمیان
مشابہت پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا پردہ نشین
دوشیزہ کی حیا سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ پھر بھی آپؐ نے بُری
بات (امر منکر) سے ممانعت ترک نہ فرمائی، نہ باطل کا اقرار کیا، نہ غلط
بات پر خاموشی اختیار کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

صحیح حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا

Marfat.com

رحمہ اللہ انصار کی عورتوں پر رحم کرے انھیں حیا نے اپنے دین کے معاملات میں سوال کرنے اور دین کو سمجھنے سے نہ روکا۔ بخاری نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا، ام سلیمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا، بیشک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا، کیا عورت کو احتلام ہو تو غسل واجب ہوتا ہے، آپؐ نے فرمایا، ہاں! جب وہ رطوبت دیکھے۔ حضرت انسؓ سے بھی روایت ہے کہ انھوں نے کہا، ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے کہا، کیا آپ کو میری حاجت ہے (یعنی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرنا چاہتی تھی) ایک بولی اس میں حیا کتنی کم ہے! جواب ملا، وہ تم سے اچھی ہے، اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے پیش کر دیا۔

Marfat.com

بے شرمی اور بے حیائی

انسان کی ارذل ترین صفت

عن ابی مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انَّ مِمَّا اَدرکَ النَّاسُ من کلامِ النبوۃ الاولی اذا لم تستحیِ فاصنع ما شئتَ

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت اولی کے کلام میں سے جو کچھ لوگوں نے معلوم کیا اس میں سے یہ ہے کہ اگر تم میں حیا نہیں ہے تو جو چاہو کر گزرو۔

لغت

نبوّت۔ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفارت یا ایلچی گری

Marfat.com

تاکہ اُن کے معاملات معاد (آخرت) ومعاش کی خرابیاں دور کیجائیں.
حبلے۔ کی شرح پہلے ہوچکی ہے۔

تشریح

جس دن سے اللہ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی اولاد کے درمیان نزاع شروع ہوا، اللہ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے نبی بھیجنا شروع کردئے اور ان کے ذریعے کتاب، حق کے ساتھ نازل کی جس میں کامل حکمتیں اور بیش قیمت نصیحتیں تھیں، اُن میں سے وہ بھی تھیں جنھیں لوگوں میں امثال کا درجہ حاصل ہوا اور وہ نسلاً بعد نسل ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی رہیں. انھیں میں یہ مثل ہے "جب تم حیا نہیں کرتے تو جو چاہو کرو" یعنی جب آدمی کے پاس حیا نہ رہی جو اس کے اور برائیوں کے درمیان حائل ہو اور اُسے جعل وفریب سے روکے، تو برائی بھلائی میں سے جو اسے اچھی معلوم ہو کر گزرے، وہ حق ہو یا باطل، پاک ہو یا ناپاک، معروف ہو یا منکر، اسکے ارتکاب میں عیب، مذمت اور ملامت سے سابقہ پڑتا ہو یا نہ پڑتا ہو، وہ جو کچھ کریگا اللہ اس کی نگرانی فرمائے گا اور اس کی ایک ایک حرکت مقید رہیگی۔ پھر اسے اسکے کئے کی منصفانہ وعادلانہ سزا دے گا۔

Marfat.com

اس عبارت میں امر کا صیغہ زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکی) کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اس میں اس بات سے متنبہ کیا گیا ہے کہ حیاء ہی وہ شے ہے جو آدمی کے اور برائی کے درمیان حائل ہوتی ہے اور جو شخص اس سے محروم ہوتا ہے وہ لامحالہ شر و فساد کے غار میں جا پڑتا ہے، اس کی حالت یہانتک خراب ہو جاتی ہے کہ ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے وہ گمراہی اور برائی کے کام کرنے پر مامور ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں امر کا صیغہ اباحت (مباح ہونا) کے لئے ہے۔ اور اس صورت میں عبارت حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب تم اپنے عمل میں صواب اور درستی کے طریقوں پر چلنے کی وجہ سے کسی فعل سے شرمندگی کی طرف مائل ہو تو جو تمھیں مناسب معلوم ہو کرو۔ اس میں تم پر کوئی حرج نہ ہوگا۔ لیکن جو معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں وہ جلد آسانی سے سمجھ میں آتے ہیں۔

حد سے تجاوز

ہمیں اس دنیا میں شریر، کمینے اور فاسق و فاجر بہت ملتے ہیں جو حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ خونریزی، غارت گری اور آبرو ریزی کے جرموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حق کو مقدس نہیں سمجھتے کسی رائے کا

Marfat.com

احترام نہیں کرتے۔ نصیحت کرنے والے نصیحتیں کرتے رہتے ہیں اور اُنکے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ اپنے مرتبہ کے تحفظ اور تسلط کی بقا کے لئے ہر بیحیائی اور ظلم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، آزادیوں کا گلا گھونٹتے ہیں، جماعتوں میں انتشار برپا کرتے ہیں پھر ان کے یہ حالات دیکھکر صاف طینت اور پاک باطن تعجب سے پوچھتے ہیں۔

۱۔ یہ لوگ اپنی گمراہی سے باز کیوں نہیں آتے۔

۲۔ کیا ان کے پاس دل نہیں ہے۔

۳۔ کیا ان میں ہمدردی کا شائبہ نہیں۔

۴۔ کیا ان میں انسانیت ذرا بھی باقی نہیں۔

لیکن اگر یہ حضرات اس زندۂ جاوید حکیمانہ قول کو سُنتے تو اس کے سبب سے واقف ہو جاتے، ان کی حیرت جاتی رہتی، وہ سبب یہی ہے کہ ایسے لوگ حیا کے خُلق سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس لئے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ خواہ اُن کی اِن حرکات سے بندوں میں کتنی ہی تباہی اور ملکوں میں کیسی ہی خرابی کیوں نہ پھیلے وہ ان بیہودگیوں سے باز نہیں آتے وَمَن يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ۔

Marfat.com

مومن کی پہچان
بار بار دھوکہ نہیں کھاتا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم. قال لا یُلدَغُ المؤمنُ مِن جحرٍ واحدٍ مرتین رواہ الشیخان وابوداؤد وابن ماجہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا، ایماندار شخص ایک بل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ اسے شیخینؒ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

لغت

لَدغٌ۔ زہریلے جانوروں کا کاٹنا یا ڈسنا۔

Marfat.com

تشریح

اس حدیث کا سبب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عزہ شاعر کو جنگ بدر کے دن گرفتار فرمایا تو اس نے آپ سے اپنے فقر اور عیالداری کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان فرمایا اور بغیر فدیہ کے رہا کردیا اور اس سے یہ عہد لے لیا کہ وہ آپ کے خلاف لوگوں کو نہ اُکسائے گا اور نہ آپ کی ہجو کرے گا۔ وہ رہا ہو کر اپنی قوم سے جا ملا اور پھر اپنی حرکتوں پر اُتر آیا۔ یعنی لوگوں کو بھڑکانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنا شروع کردی۔ اس کے بعد جنگ اُحد کے دن پھر گرفتار ہوا اور آپ سے احسان فرمانے کی استدعا کی، اس پر آپؐ نے فرمایا نہیں، اگرچہ تو اپنے دونوں رخسار مکہ سے رگڑتا اور یہ کہتا پھرے کہ میں نے محمدؐ کا دو مرتبہ مذاق اُڑایا۔ پھر اُس کے قتل کئے جانے کا حکم دے کر فرمایا، مسلمان شخص ایک بل سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

یہ حدیث خبر کے صیغہ میں امر کے معنوں میں آئی ہے یعنی مومن کو چاہیئے کہ محتاط، مجتنب (پرہیز کرنے والا) ذکی و دانشمند ہو، اس میں غفلت نہ پیدا ہو، کہ دین یا دُنیا کے معاملہ میں بار بار دھوکہ کھائے۔ یا

Marfat.com

اس حدیث میں مومن کامل کی شان اور مرتبہ سے آگاہ کیا گیا ہے، جس کو اس کے تجربات، معاملات کی باریکیوں سے واقف کر دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ مستقبل کے متعلق ماضی کے حوادث پر اعتبار کیا کرتا ہے لیکن تغافل شعار مومن بار بار ڈسا جاتا ہے یعنی فریب میں مبتلا ہوتا ہے۔

اور اگر لاُیلدَغُ کے بجائے لایلدَغِ المؤمنُ پڑھا جائے کیونکہ یہ حدیث صیغہ نہی کے ساتھ بھی وارد ہوتی ہے، تو اس صورت میں شارح مشکوٰۃ کے قول کے مطابق یہ معنی ہوں گے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعزہ کے متعلق اپنے نفس زکیہ (پاکیزہ) میں حلم و عفو کی جانب میلان پایا تو اس میں ایک محتاط و زیرک مومن کامل کا جو پہلو تھا اسکو الگ کر لیا (یعنی اس قسم کے خلاف احتیاط عفو سے واسطہ نہ رکھا) اور فریب کھانے سے منع فرماتے ہوئے گویا اپنے نفس سے یہ فرمایا کہ محتاط مؤمن جو اللہ کے لئے غصہ کرتا اور اس کے دین کی طرف سے مدافعت کرتا ہے، اس کے خصائل میں سے یہ نہیں ہے کہ وہ اس جیسے غدار اور سرکش سے ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ بھی دھوکہ کھائے۔ اس لئے حلم کی گفتگو سے باز رہے اور اللہ کے اس دشمن سے انتقام لیا۔ کیونکہ اللہ کے لئے غصہ کا موقع حلم و عفو سے انکار کرتا ہے

Marfat.com

اوصافِ نبوی

درحقیقت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا بہت ہی مشکل ہے۔
آپ بچپن سے ہی متقی اور پرہیزگار تھے اور جب آپ جوان ہوئے تو
آپ [illegible] لوگوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ سچے اور امانت
دار ہونے کی وجہ سے مشہور تھے۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ نے حق کی تبلیغ
شروع کی۔ آپ کی تعریف [illegible] آپ مومنوں کے ساتھ
ملاطفت اور [illegible] کے ساتھ شفقت اور رحمت کی بہت ہی اعلیٰ مثال ہے۔
آپ کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے [illegible]
[illegible] مومنوں کے ساتھ رحمت [illegible]
[illegible] کے لئے [illegible]

ایمان اور غفلت

شریعت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایمان اور غفلت میں
[illegible] ہے ایمان [illegible] کا مقتضیٰ ہے جو [illegible]
[illegible] اور گزشتہ امتوں سے نصیحت حاصل نہیں
کرتے اور [illegible] سے مستفید نہیں ہوتے ان کے [illegible]

Marfat.com

اب تک مکمل نہیں ہوا اگرچہ وہ عبادت کی رسموں پر قائم ہوں، مومن صاحبِ فراست اور محتاط ہوتا ہے۔ ہر بلا سے عبرت حاصل کرنا اسکے اخلاق میں سے ہے۔ غالبًا اس حدیث میں اللہ تعالےٰ کے اس قول کی طرف "جو قرآن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذکر میں وارد ہے" اشارہ ہے۔ ھَل اٰمنکم علیہ الا کما اَمنتکم علی اخیہ من قبل۔ (کیا میں اس کے متعلق تمھاری بات پر اسی طرح یقین لے آؤں جیسے اس کے بھائی کی نسبت تمھاری بات پر یقین لایا تھا) اور منافقین کے بیان میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف۔ اَوَ لَا یرون انھم یُفتَنون فی کل عام مَرَّۃ او مرّتین ثم لا یتوبون و لا ھم یَذَّکَّرُونَ؛ (کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں، پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں)

Marfat.com

غدار کا جھنڈا
کذب و دروغ کے خلاف تلقین!

عن عبداللہ بن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الغادر یرفع له لواء یوم القیامة یقال هذہ غدرۃ فلان ابن فلان۔ رواہ الشیخان۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، بیشک قیامت کے دن غدّار کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائیگا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی غدّاری ہے۔

لغت

غدار۔ کسی چیز میں خلل ڈالنا اور اُسے چھوڑ دینا۔ نقض عہد اور

Marfat.com

بے وفائی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

لِواء۔ جھنڈا جس کو صرف صاحب لشکر پکڑتا ہے۔

تشریح

(۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ (اے مسلمانو! وعدوں کو پورا کرو)

(۲) اور فرمایا۔ وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا۔ عہد کو پورا کرو۔ بیشک عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(۳) اور فرمایا اَوْفُوْا بِعَھْدِ اللّٰہِ اِذَا عَاھَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْکِیْدِھَا، وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ علیکم کَفِیْلًا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (جب تم معاہدہ کرو تو اللہ کا عہد وفا کرو اور قسموں کو ان کے استوار کرنے کے بعد نہ توڑو، حالانکہ تم نے اپنے اوپر اللہ کو ضامن بنایا ہے بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے)

ایفائے عہد!

مومن صادق القول اور وعدہ وفا کرنے والا ہوتا ہے، غدّاری اسکی خصلت نہیں۔ کیونکہ غدر (بدعہدی) نظام زندگی میں خلل پیدا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

اور آدمی کی تدبیروں اور مصلحتوں میں خرابی ڈالتا ہے، وہ ایک طرح کا جھوٹ ہے اور جھوٹ منافقت کی جڑ ہے اس سے معاہدہ کرنے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ قیامت کے دن غدار (بدعہد، دروغ گو) کی تشہیر کی جائے گی۔ اور ایسے موقع پر کی جائے گی جب سارا عالم جمع ہوگا۔ اس کے لئے ایک ایسے مقام پر جھنڈا کھڑا کیا جائے گا جہاں سے سب اسے دیکھ سکیں، اور اس کی مذمت، طعن و تشنیع اور تعذیب کے لئے کہا جائے گا" یہ فلاں ابن فلاں کی غداری ہے۔

تھوڑی دیر کے لئے تصور کرو کہ تم ایک بہت بڑے جلسہ میں ہو اور بادشاہ کے سامنے موجود ہو، پھر ایک منادی ندا دیتا ہے یہ فلاں مجرم ہے اس نے غداری کی، اس نے جھوٹ بولا، کیا اس موقع پر تم اس نسبت سے چیخ نہ اٹھو گے، خواہ یہ اعلان واقع کے مطابق اور صحیح کیا جارہا ہو۔ پھر جب یہ اثر ہمارے خاص مجمعوں میں ہو سکتا ہے تو محشر عام میں کیا حال ہوگا۔ جس میں آدم علیہ السلام سے لیکر کسی مخلوق کو بھی نہ چھوڑا جائے گا۔ اور سب کو وہیں جمع ہونا پڑے گا۔ یہ وہ موقف ہوگا جس میں خود رب العالمین جلوہ گر ہوگا۔ یقیناً اس وقت کا عذاب سخت دکھ دینے والا

Marfat.com

ہوگا اور دہشت نہایت سخت ہوگی۔ اس وقت اگر تم اسی جرم میں ماخوذ ہو تو کہو گے یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ (افسوس ہے اس زیادتی پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کی)

یہ جھنڈا حقیقی ہو سکتا ہے جس میں صاحبِ علم کا کوئی نشان اور اس کی غداری کی جانب اشارہ ہوگا، اور اس سے غداری کا اشتہار بھی مقصود ہو سکتا ہے، بغیر اس کے کہ کوئی جھنڈا بلند کیا جائے۔ اس حدیث سے غرض یہ ہے کہ غداری سے نفرت دلائی جائے اور یہ بیان کر دیا جائے کہ یہ بڑا جرم ہے اور ایسا مجرم اللہ کے نزدیک بڑا ذلیل ہوتا ہے اور دردناک عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

Marfat.com

سلام میں آغاز

باہمی رواداری کا نسخہ کیمیا!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر رواہ البخاری ومسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیادہ چلنے والے کو اور پیادہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سلام ایک مبارک طریقہ ہے جو اللہ نے مسلمانوں کے لئے مقرر

Marfat.com

کیا ہے وہ فرماتا ہے فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ۔ (جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو اللہ کی طرف سے مبارک و پاکیزہ دعا گوئی ہے) اس حدیث میں ہم پر واضح کیا گیا ہے کہ سلام کی ابتدا کس شخص کی طرف سے زیادہ درست اور مناسب ہے اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اولاً جو شخص سواری پر ہو وہ پیادہ چلنے والے کو سلام کرے۔ کیونکہ سلام کا مقصد دلوں میں دوستی و محبت کا حصول اور نفرت کو دفع کرنا ہے۔ اور سوار شخص کی حالت پیادہ رو سے بہتر ہوتی ہے اسلئے اس کی جانب سے سلام میں پہل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی رفعت کی حالت میں اپنے مسلمان بھائی سے تواضع کر رہا ہے اور یہ تواضع اس کی دوستی اور خیر خواہی کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

حکمت کی بات

دوسری حکمت یہ ہے کہ سلام آنے والے کی دعا خیر کے حق میں ہے اور سوار اکثر پیادہ چلنے والے سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے اسلئے گویا وہ پیادہ کے پاس آتا ہے لہذا اسلام کی ابتدا اسکے لیے پسندیدہ قرار دی گئی اور جب دونوں ملنے والے سوار یا پیادہ ہوں تو ان میں سے

Marfat.com

جس کی حالت بہتر ہو اُسے سلام میں پہل کرنا چاہیئے اور اگر دونوں مساوی حالت میں ہوں تو جو چاہے پہلے سلام کرے، بہر حال پہل کرنے والے کو دوسرے پر ترجیح اور فضیلت حاصل ہو گی۔

دوسری ہدایت یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے کیونکہ سلام وضع ورواج کے لحاظ سے آنے والے کی طرف سے ہوتا ہے اور آنے والا یہاں وہی ہے جو بیٹھے ہوئے شخص کے پاس چل کر آرہا ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ بیٹھا ہوا شخص کبھی اپنے پاس آنے والے کی طرف سے شر کا بھی اندیشہ رکھتا ہے، جب آنے والا سلام کرتا ہے تو اُس کی طرف سے خوف زائل ہو جاتا ہے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ بعض اوقات بیٹھے ہوئے آدمی پر بکثرت گزرنے والوں کی مراعات گراں گزرتی ہیں اسلیئے اس کی یہ مشقت رفع کرنے کے لئے سلام کی پہل کا بار اس پر سے اُٹھا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد تھوڑے آدمیوں کو ہدایت ہے کہ زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ اور غالبًا اس میں یہ حکمت ہے کہ اگر زیادہ لوگوں کی طرف سے سلام کی ابتداء رکھی جاتی تو کم تعداد والوں کے دلوں میں غرور پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا، اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ کم تعداد کے لوگ زیادہ یا ایک کثیر جماعت کے مقابلے میں زیادہ تیز چل سکتے ہیں اس لئے انکی

Marfat.com

حیثیت زیادہ تعداد والوں کے پاس آنے والوں کی سی ہو گی، اور سلام آنے والے ہی کی طرف سے موزوں ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ کلفت کے اعتبار سے تھوڑوں کا ابتدار کرنا زیادہ آسان ہے۔

رعایت

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص پختہ سڑکوں یا بازاروں میں چل رہا ہو وہ صرف بعض بعض ملنے والوں کو سلام کرے۔ کیونکہ اگر وہ سب کو سلام کرے تو اپنے کام کی طرف سے غافل ہو جائے گا جس کے لئے وہ نکلا ہے۔ اس کے علاوہ یہ عمل مقررہ رواج سے بھی باہر ہو گا اور مومن ایک دانشمند اور حکیم شخص ہوتا ہے، جب جیسا موقع ہوتا ہے اس کے لحاظ سے عمل کرتا ہے۔

Marfat.com

سونا چاندی اور ریشم کا استعمال

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال امرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسبع ونہانا عن سبع، امرنا باتباع الجنائز وعیادۃ المریض واجابۃ الداعی ونصر المظلوم وابرار القسم او المقسم ورد السلام۔ وفی روایۃ وافشاء السلام بدل ردہ، وتشمیت العاطس ونہانا عن آنیۃ الفضۃ وخاتم الذہب والحریر والدیباج والقسی والاستبرق والمیثرۃ الحمراء۔ رواہ البخاری فی جملۃ ابواب من صحیحہ ورواہ مسلم فی کتاب اللباس والزینۃ ورواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وغیرہم ـ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے

Marfat.com

کہاکہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا اور سات سے منع فرمایا آپؐ نے ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے، مریض کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم یا قسم دلانے والے کی قسم کی تصدیق کرنے اور سلام کا جواب دینے کا حکم فرمایا (اور ایک روایت میں سلام کا جواب دینے کے حکم کے بجائے سلام کو پھیلانے یعنی رواج دینے کا حکم ہے) اور چھینکنے والے کی چھینک آنے پر یرحمک اللہ کہنے کا حکم دیا۔ اور ہمیں چاندی کے برتن، سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیباج، حریر و کتان سے بنا ہوا کپڑا، استبرق (موٹا ریشمی کپڑا) اور سرخ ریشمی و اونی فرش سے منع فرمایا۔ اسے بخاری نے اپنی صحیح کے تمام ابواب میں اور مسلم نے کتاب اللباس والزینۃ میں اور ابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے روایت کیا۔

لغت

جنائز۔ جنازہ کی جمع ۔ عیادۃ۔ ملاقات، مزاج پرسی کرنا۔
برّ۔ ابراد۔ قسم کی تصدیق یا اسے پورا کرنا۔

Marfat.com

اِفشا۔ پھیلانا۔ بڑھانا۔ عطاس۔ چھینک۔

تشمیت۔ کسی کی چھینک سُن کر یرحمک اللہ کہنا۔

آنیۃ۔ برتن۔ یہ اناءٌ کی جمع ہے۔

دیباج۔ ابریشم سے بنا ہوا کپڑا جس کا تانا یا تا ریشم کا ہو۔

قسّی۔ حریر و کتان سے ملا ہوا کپڑا۔ بقول بعض قِسّی قز کی طرف منسوب ہے۔ جو ابریشم کی ایک قسم ہے ز، س، سے بدل گئی۔

استبرق۔ گاڑھا یا موٹا ریشمی کپڑا۔

میثرۃ۔ ایک قسم کا فرش جو ریشم اور اُون سے بنایا جاتا تھا اور جسے عورتیں اپنے شوہروں کے لئے زین پر بچھایا کرتی تھیں بقول ابو عبید عجمی گھوڑوں کی زینوں پر رکھنے کا فرش جو دیبا و حریر سے تیار کیا جاتا تھا اور بقول بعض دیبا کے زین لفظ میثرۃ "وثارۃ سے نکلا ہے جسکے معنی ہیں نرمی اور نعمت کے۔

تشریح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اشیاء کا حکم دیا اور سات سے منع فرمایا ہے جو ان باتوں کی طرف رجوع ہوتی ہیں۔

(۱) چاندی کے برتن کا استعمال۔

Marfat.com

(۲) سونے کی انگوٹھی پہننا۔

(۳) تمام اقسام کے حریر کا استعمال۔

اسی طرح وہ تمام امور جن کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جن سے منع فرمایا ہے تعداد میں دس ہیں۔ ان کی تفصیل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) جنازوں کے ساتھ یا پیچھے چلنا۔ یہ بات مسلمان کے احترام اس سے نباہنے اور اس کا حق ادا کرنے میں داخل ہے کہ جب وہ اس دنیا کو چھوڑے تو اس کے جنازے کا اتباع کیا جائے، اس کی میت کو دفن کیا جائے، اسلئے ہم جنازے کے ساتھ اس کے آگے، پیچھے، دائیں بائیں اس کے قریب قریب چلتے ہیں۔ اس پر نماز ادا کرتے ہیں اسکی نعش کو قبر میں رکھتے ہیں اور اس طریقے سے ہم ساتھ رہنے، نماز پڑھنے، اٹھانے، دفن کرنے اور دعا و استغفار کرنے کی صورت میں جو کچھ کر سکتے ہیں میت کے ساتھ کرتے ہیں اور اس مصیبت میں ہمدردی ظاہر کر کے ان کے کھوئے ہوئے عزیز کو آخری منزل تک پہنچا کر میت کے اقربا کے ساتھ سلوک کرتے ہیں پھر میت کے ساتھ چلنے، نماز پڑھنے اور زندگی اور عالم بقا کو یاد کرنے کا ثواب اپنے آپ کو پہنچا کر خود اپنے نفوس کے ساتھ احسان کرتے ہیں عالم بقا

Marfat.com

کی یاد زندہ دل لوگوں کے نزدیک نیکیوں پر اُکساتی اور برائیوں سے نفرت دلاتی ہے۔

بخاری کی روایت

بخاری کے یہاں ابوہریرہؓ سے جو حدیث مروی ہے اس میں آیا ہے کہ جو شخص ایمان و احتساب کے لئے مسلمان کے جنازے کا اتباع کرے اس پر نماز پڑھے اور اسکے دفن سے فارغ ہونے تک ساتھ رہے تو اُسے دو قیراط کے برابر ثواب دیا جائے گا جن میں سے ہر قیراط جبل اُحد کے برابر ہو گا یعنی اُسے بہت بڑا ثواب ملے گا اور جو شخص دفن سے پہلے صرف نماز پڑھ کر واپس ہو جائے اُسے ایک قیراط کے برابر یعنی پہلی شکل کا نصف ثواب ملے گا۔ علماء نے کہا ہے "جنازوں کے پیچھے چلنا سنت ہے خواہ اُن لوگوں کا ہو جنھیں ہم جانتے ہیں یا اُن کا جنھیں ہم نہیں جانتے۔ اس میں اپنے اور پرائے برابر ہیں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازوں کے اتباع سے منع فرمایا شیخین کے یہاں ام عطیہ کی جو حدیث مروی ہے اس میں روایت ہے کہ ہمیں (یعنی ہم عورتوں کو) جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا ہے اور اُن کا اتباع ہمارے لئے مقصود نہیں ہے۔

Marfat.com

۲۔ مریض کی عیادت۔ اس موضوع پر ۳۹ ویں حدیث میں تشریح کی جا چکی ہے۔

۳۔ دعوت قبول کرنے والے کی دعوت قبول کرنا۔ شیخین کے یہاں عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ولیمہ (دعوت) میں بلایا جائے تو اُسے چاہیئے کہ اس میں شریک ہو۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے" جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو دعوت دے تو اسے چاہیئے کہ قبول کرے خواہ وہ شادی ہو یا اس کے مثل کوئی اور تقریب" دعوتیں ایسی تقریبوں کے لئے کیجاتی ہیں، جو شادی بیاہ، لڑکے کی ولادت، یا کسی مہم میں کامیابی یا مرض سے شفا، یا کسی مقصد کے حصول پر منائی جائیں، یہ دعوتیں بھائیوں اور دوستوں کے اعزاز واکرام اور ان کے ساتھ سلوک کرنے کیلئے کی جاتی ہیں۔ اور ایمان کا طے شدہ اصول یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز محبوب رکھو جو تمھیں اپنے لئے محبوب ہو، محبّت ایک نفسی مفہوم اور داخلی شعور ہے جس کا اظہار عمل سے ہوتا ہے اس لئے جب تم اپنے بھائی کی دعوت قبول کرتے ہو اور اس کی خوشی میں شریک ہوتے ہو تو اپنے اس عمل سے اسکی محبت کا ثبوت دیتے ہو اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو نعمت اسے میسّر ہوئی ہے گویا

Marfat.com

خود تم ہی کو میسر ہوئی ہے۔ اس طریقے سے تعلقات میں مضبوطی اور روابط میں استواری پیدا ہوتی ہے۔

لیکن جب تم بلا عذر دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہو تو اس کا دل دکھاتے ہو اُسے صدمہ پہنچاتے ہو اور اس کا موقع دیتے ہو کہ قرابت یا دوستی کے تعلقات منقطع یا کم از کم ضعیف ہو جائیں بلکہ بسا اوقات ایسا انکار عداوت اور خصومت کا سبب بن جاتا ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلقات کی تقویت کے لئے اور اُنھیں منقطع ہونے سے بچانے کے لئے دعوت قبول کرنے کا حکم دیا ہے اسلئے اسے قبول کرنا واجب ہے،

یہی بات ظاہر یہ کہتے ہیں، ابن حزم نے کہا ہے" بے شبہ یہ جمہور صحابہ اور تابعین کا قول ہے" اور فقہا میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جنھوں نے شادی کی دعوت اور دوسری قسم کی دعوت میں فرق کیا ہے اور شادی کی دعوت کو قبول کرنا واجب قرار دیا ہے دوسری دعوتوں کو نہیں بلکہ جمہور علمائے شافعیہ و حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اس دعوت کو قبول کرنا فرض عین ہے، اسی کی امام مالکؒ نے توثیق کی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا فرض کفایہ ہے۔ مجھے تو اس خصوص میں امام شافعیؒ کا قول بہت پسند آتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ دعوت ولیمہ میں آنا واجب ہے اور دعوت ولیمہ وہ ہے جو شادی کی دعوت کے نام سے مشہور ہے اور ہر دعوت

Marfat.com

جس کی کوئی شخص دعوت دے ولیمہ کہلاتی ہے۔ میں کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسے ترک کرے۔ اگر کوئی ترک کرے تو اس کا گنہگار ہونا ایسا واضح نہیں جیسا شادی کی دعوت ترک کرنے سے گنہگار ہونا واضح ہے۔ شیعوں کے نزدیک سب دعوتوں کو قبول کرنا واجب نہیں ہے، فقہا نے عذرات کی بنا پر ترک اجابت (دعوت نہ قبول کرنے) کو جائز قرار دیا ہے ان عذرات میں سے بعض یہ ہیں۔ کھانے کے متعلق کوئی شبہ درپیش ہو مثلاً حاکم ظالم نے دعوت دی ہو جو لوگوں کے اموال میں تقویٰ نہ برتتا ہو۔ یا یہ یتیموں کے متولی کا کھانا ہو جو پرہیز گاری میں مشہور نہ ہو یا جعلساز اور فریبی تاجر وغیرہ کا ہو۔ ان ہی عذرات میں ایک یہ ہے کہ اس دعوت کو دولتمندوں کے لئے خاص کر دیا جائے جیسا کہ آجکل اکثر لوگ کرتے ہیں۔ یا دعوت میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کے ساتھ ہونے سے دُکھ پہنچے گا، یہ دعوت اس کے شر کے خوف سے یا اس کے مرتبے کی طمع میں یا امر باطل میں اعانت حاصل کرنے کے لئے کی گئی ہو یا اس میں گناہ کے سامان مہیّا کئے گئے ہوں مثلاً شراب نوشی، لڑکیوں کا رقص اجنبی عورتوں سے میل جول وغیرہ یا وہ دعوت خرابی یا فساد یا اس کے مماثل امور کا ذریعہ ہو۔

نسائی کے یہاں حدیث جابرؓ میں مذکور ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت

Marfat.com

کے دن پر ایمان رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور ہو۔

۴۔ مظلوم کی اعانت۔ یہ بھی ان چیزوں میں سے ہے جو فرض کفایہ ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سے ہے۔ مظلوم کی اعانت ایسے شخص پر واجب ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو اور کسی ضرر سے نہ ڈرتا ہو۔ اس مسئلہ پر حدیث ۲۴ کے ضمن میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔

۵۔ کسی کی قسم پوری کرنا یا سچ کر دکھانا۔ یہ بات مومن کے ساتھ احسان اور اعزاز و اکرام میں داخل ہے۔ جب تمہارے لئے کوئی شخص قسم کھائے کہ تم اس کو اپنے مال میں سے ضرور دو گے یا اس کی حاجت پوری کرنے میں اُسے مدد دو گے، یا اُسے کوئی مسئلہ سکھاؤ گے، یا کسی پیچیدگی میں اُسے مناسب رائے دو گے، یا کسی یتیم کو سہارا دو گے تو تم اس کی قسم سچ کر دکھاؤ اور اس کی امید درست اور صحیح ثابت کر دو۔

علماء نے کہا ہے کہ کسی کی قسم کو پورا کرنا سنت ہے جب کہ اس میں کوئی فساد یا مضرت کا خوف نہ ہو اگر اس قسم کی کوئی بات ہو تو وہ قسم پوری نہ کی جائے گی۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ تم فلاں شخص کے ستانے یا اس کا مال غصب کرنے یا حق چھیننے میں اس کی ضرور مدد کرو گے یا اس کے ساتھ شراب ضرور پیو گے یا معصیت کا ارتکاب کرو گے تو

Marfat.com

ایسی قسم کا پورا کرنا تم پر حرام ہوگا کیونکہ اگر خالق کی معصیت ہو تو مخلوق کی اطاعت قطعًا واجب نہیں رہتی۔

۶۔ سلام کا جواب بڑھا کر دینا یا اتنا ہی لوٹا دینا۔ سلام کرنا محبت کا سبب اور اخوت والفت کی نشانی ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا حکم دیا گیا ہے اور یہ توضیح کی گئی ہے کہ سلام اللہ کی جانب سے ایک مبارک و پاکیزہ تسلیم یا تحیت ہے۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً۔ ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے مکرم مہمانوں کا سلام جب وہ اُن کے پاس آئے یہ تھا قَالُوا سَلٰمًا۔ قَالَ سَلٰمٌ (انھوں نے کہا سلام، ابراہیمؑ نے کہا سلام) اور یہ سلام اہل جنت کا شعار ہے تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ (جنت میں اُن کی تسلیم سلام کہنا ہے) سلام کو لوٹانے یا اُس کو بڑھا کر جواب دینے کا حکم اس کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔

لیکن اکثر علماء نے بیان کیا ہے کہ سلام کی ابتداء سنت ہے اور اسکا جواب دینا واجب ہے۔ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا (جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سلام سے بہتر سلام کرو یا اُسے لوٹا دو یعنی دہرادو) جس شخص نے سلام کیا ہے اگر وہ جماعت کے ساتھ ہو تو یہ سلام اُن لوگوں کے حق میں سنت کفایہ ہے اُنمیں سے

Marfat.com

کسی نے سلام کر لیا تو اُن میں سے سب کے حق میں سنت سلام ادا ہو گئی، اور جسے سلام کیا گیا ہے وہ ایک ہی ہو تو جواب دینا اس پر واجب ہو گا۔ ایک کے بجائے جماعت کو سلام کیا گیا ہو تو سلام کا لوٹانا اُن کے حق میں فرض کفایہ ہو گا۔ ایک نے سلام کا جواب دیا تو باقی سبکدوش ہو گئے۔

احمد اور بیہقی کے یہاں حضرت علیؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی جماعت گزرے تو اس کی طرف سے اُن میں سے کسی ایک کا سلام کرنا کافی ہوتا ہے، اور اسی طرح کسی ایک کا سلام کا جواب دینا کفایت کرتا ہے۔ ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ سلام کا جواب سب کی طرف سے دیا جانا واجب ہے۔ چاہیئے کہ جس طرح ملاقات کے وقت سلام کیا جاتا ہے اُسی طرح جدا ہوتے وقت بھی کرے۔ اِن سلاموں میں سے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے، دونوں مساوی ہیں۔

اسی طرح ہمیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل نہ کرنی چاہیے کیونکہ یہ مسلمانوں کا شعار ہے۔ ہاں اگر وہ سلام میں پہل کریں تو ہم انہیں جواب دیں گے۔ مسلم کے یہاں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے "یہود اور نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل نہ کرو" صحیحین میں انسؓ کی حدیث میں ہے

Marfat.com

جب اہل کتاب تمھیں سلام کریں تو کہو وعلیکم۔ ایک گروہ اس رائے پر گیا ہے کہ ہمارے لئے انھیں سلام کرنے میں پہل کرنا جائز ہے۔ اور یہ بات ابن عباسؓ و ابو امامہؓ وغیرہم سے مروی ہے۔ اور یہ بعض شافعیوں کی رائے ہے۔ جو سلام کا حکم یا اُسے بڑھانے کا حکم دینے والی عام حدیثوں سے سند لیتے ہیں۔ بعض شافعیوں کا قول ہے" ان کے ساتھ سلام میں پہل کرنا مکروہ ہے حرام نہیں" علما نے کہا ہے" لفظ سلام تحیت (آداب و تسلیم وغیرہ) میں اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے" اسلئے السلام علیکم کے معنی ہیں" تم اللہ کی حفاظت اور رعایت میں ہو" جیساکہ یہ کہا جاتا ہے" خدا تمھارے ساتھ ہے" اللہ تمھارا ساتھی رہے" ایک قول کے مطابق سلام سلامتی کے معنوں میں ہے۔ یعنی اللہ کی سلامتی ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے۔

ہم اس سے پہلے کی حدیث میں سلام سے متعلق بعض بحثیں پہلے درج کر چکے ہیں۔

۷۔ چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا اس مفہوم کے لئے "تشمیت العاطس" کے الفاظ آئے ہیں۔ تشمیت کے معنی ہیں (چھینکنے والے کیلئے) دعا کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب چھینکنے والا کہے الحمدللہ تو سننے والا کہے یرحمک اللہ، اس کے جواب میں چھینکنے والا

Marfat.com

کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اللہ تمھیں ہدایت دے اور تمھاری حالت بہتر کرے۔ لیکن اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو سننے والا یرحمک اللہ بھی نہ کہے گا۔ بخاری نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخصوں کو چھینک آئی آپ نے ایک کے جواب میں یرحمک اللہ کہا دوسرے کے جواب میں نہیں کہا۔ تو اس شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کے جواب میں تو یرحمک اللہ کہا میرے جواب میں نہیں کہا، آپ نے فرمایا، اس نے الحمد للہ کہا تھا، تم نے نہیں کہا۔ اور چھینکنے والا تو چھینک آنے کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے الحمد للہ کہتا ہے جس نے اس کی مضرت دفع کر دی۔ کیونکہ چھینک دماغ میں گھسنے والے بخارات کو خارج کر دیتی ہے۔ اگر یہ دماغ ہی میں رہ جاتے تو اس میں مشکل سے اچھے ہونے والے امراض پیدا کر دیتے۔ پھر اس شدید جھٹکے کے بعد اعضاء کا صحیح و سالم رہنا ایک اور نعمت ہے جو حمد الٰہی کی مقتضی ہے۔ چونکہ الحمد للہ اللہ کی طاعت کے لئے کہا جاتا ہے اس لئے یہ کام رحمت کو واجب کرنے والے امور میں شامل ہے۔ اسلئے چھینک سن کر یرحمک اللہ کہنے والا اس کے لئے دعا کرتا ہے پھر چھینکنے والا اس کے بدلے میں اسی شخص کے لئے ہدایت اور اصلاح حالت کی دعا کرتا ہے۔

Marfat.com

اگر مسلمان نہ ہو

علمار نے کہا ہے کہ اگر چھینکنے والا مسلمان نہ ہو تو رحمت کے بجائے اس کے لئے ہدایت کی دعا کیجاتی ہے، جیساکہ ابوداؤد اور ترمذی نے ابوموسی سے روایت کی ہے، انھوں نے کہا "یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس توقع پر چھینکتے تھے کہ آپ ان سے یرحمکم اللہ فرمائینگے آپ اس کے بجائے ان کو مخاطب کرکے فرماتے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ علمار نے کہا ہے" جب تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ زکام کی حالت ہے اور اس حالت میں پے در پے یرحمک اللہ کہنے سے ہم نشینوں کے کام میں ہرج کا اندیشہ ہے۔ لیکن اگر زکام کے مریض کے لئے شفا و عافیت کی دعا کیجائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں، کیونکہ یہ بات مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ رحم و شفقت کے سلوک میں داخل ہے۔ اور بے شبہ بہت اچھی بات ہے۔

تشمیت (یرحمک اللہ کہنا) کا حکم دینا اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے" ہر مسلمان پر جو کسی مسلمان کی چھینک کی آواز سنے واجب ہے کہ جواب میں یرحمک اللہ کہے۔

Marfat.com

اور یہ حدیث بھی اس کی موید ہے۔

واجب کیا ہے

مسلمان کے لئے مسلمان پر پانچ چیزیں واجب ہیں، ان میں چھینک پر یرحمک اللہ کہنا بھی داخل ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے "مسلمان پر چھ باتیں واجب ہیں" اسی حدیث میں ہے کہ جب کوئی چھینک آنے پر الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہا جائے۔ ان میں سے پہلی حدیث بخاری میں ہے تیسری مسلم میں اور دوسری دونوں میں آئی ہے۔ بعض مالکی اور تمام اہل ظاہر اسکے وجوب کے قائل ہیں ابن القیم نے بھی اس رائے کو قوت پہنچائی ہے اور کہا ہے "یہ حدیث صریح حکم وجوب کے الفاظ سے مروی ہے اور ایسے الفاظ کے ساتھ ہے جو اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اس میں صاف اور ظاہر الفاظ ہیں اور صیغۂ امر استعمال ہوا ہے جو اس کے لئے حقیقت کا حکم رکھتا ہے صحابہ کے قول کے مطابق ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔ پھر کہا بے شبہ فقہا نے بہت سی اشیاء کا وجوب ان اشیاء کے مجموعے کے بغیر ثابت کیا ہے" اور دوسرے لوگوں کی رائے اس جانب ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے جب بعض لوگ اس پر عمل کر لیتے ہیں تو باقی لوگوں پر سے ساقط ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ابوالولید بن رشد اور ابوبکر بن العربی نے اس رائے کو مرجح کہا ہے حنفیہ اور جمہور حنابلہ (حنبلی علما) نے بھی یہی بات کہی ہے۔ مالکیوں کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مستحب ہے اور ایک شخص کا اس پر عمل کر لینا جماعت کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ یہی شافعیوں کا مسلک ہے اور قول ثانی کی دلیل ہونے کے اعتبار سے قابل ترجیح ہے۔

جو صحیح حدیثیں وجوب پر دلالت کرتی ہیں وہ فرض کفایہ ہونے کے منافی نہیں کیونکہ چھینکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنے کا حکم اگرچہ تمام مکلف اشخاص کے لئے وارد ہوا ہے لیکن فرض کفایہ ہے جس کے مخاطب مجموعی طور سے سب ہیں مگر یہ فرض بعض کے کر لینے سے باقی کے سر سے اتر جاتا ہے۔

۸۔ چاندی کے برتن۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے روکنے کے لئے صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور اُن میں ایسے برتنوں میں کھانے پینے سے عذاب کی وعید آئی ہے ان ہی حدیثوں میں حذیفہ رض کی حدیث ہے جس میں وہ کہتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" ریشم اور دیباج نہ پہنو نہ سونے چاندی کے برتن میں کھاؤ اور نہ اُن کے طباقوں میں کھاؤ (اس حدیث میں طباقوں کے لئے صحائف کا لفظ آیا ہے جس کا واحد صحفہ ہے

Marfat.com

اور صحفہ اس برتن کو کہتے ہیں جس میں پانچ آدمیوں کا پیٹ بھر جاتا ہے) کیونکہ یہ برتن دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور تمھارے لئے آخرت میں ہوں گے۔ اس کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

ان ہی میں سے ام سلمہؓ کی حدیث ہے جو شیخین کے یہاں روایت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو شخص چاندی کے برتن میں پانی پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ جھونکتا ہے" اور مسلم کی روایت میں ہے "جو شخص سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے (آخر تک) اس وجہ سے فقہا نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام قرار دیا ہے اور اس بات میں مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے یعنی سب کے لئے حرام ہے وہ صرف سونے چاندی کے زیور اپنی زینت اور بناؤ سنگھار کے لئے استعمال کرسکتی ہیں۔ ان کے برتنوں میں کھاپی نہیں سکتیں۔ ابوداؤد کے نزدیک ان برتنوں میں صرف پینا حرام ہے۔ شاید انھیں ان میں کھانا حرام ہونے والی حدیث نہیں پہنچی یا اُن کے نزدیک اس کا صحیح ہونا ثابت نہ ہو سکا۔ ایک جماعت حرام ہونے کے بجائے مکروہ ہونے

Marfat.com

کی قائل ہے۔ ان کا قول ہے "یہ احادیث محض زہد کے لئے ہیں" اس کی تردید ام سلمہؓ کی حدیث میں مذکورہ وعید سے ہوگئی۔ ایک گروہ نے ان سب سے علیحدگی اختیار کی ہے اور وہ اس کے مطلقاً مباح ہونے کے قائل ہیں۔ فقہاء کی ایک جماعت نے استعمال کی دوسری چیزوں کو بھی اکل وشرب کے ساتھ ملا دیا ہے مثلاً سونے چاندی کی چیزوں کو خوشبو اور سرمہ رکھنے کے لئے استعمال کرنا لیکن محققین نے اسکو تسلیم نہیں کیا (ان کے نزدیک سونے چاندی کا عطردان اور سرمہ دانی استعمال کیجا سکتی ہے) ایک حدیث میں جو احمد اور ابو داؤد نے روایت کی ہے آیا ہے "چاندی سے چمٹے رہو اور اس سے کھیل کی طرح کھیلو" جمہور فقہا سونے چاندی کے برتن اختیار کرنے سے منع کرنے میں متفق ہیں۔ اس منع میں استعمال داخل نہیں ہے اور ایک گروہ نے اسکی اجازت دی ہے۔

فقہا کا مسلک

فقہاء نفیس جواہر کے برتن استعمال کرنے کے قائل ہیں خواہ وہ قیمت میں سونے چاندی سے زیادہ ہوں، ان میں سے بعض نے اس سے منع کیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس باب میں اس قاعدہ کو فراموش نہ کرو کہ

Marfat.com

اصل ان سب اشیار میں حلال ہونا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (اس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لئے پیدا کیا ہے) اس لئے بغیر دلیل کے کوئی تحریم درست نہیں ہو سکتی اور تحریم (حرام قرار دینے) کی حکمت میں ہمیں جو بات نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی باتوں میں اسراف اور اتراہٹ کا گمان پایا جاتا ہے اور اسراف (فضول خرچی) قرآنی دلیل کے مطابق حرام ہے يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (اے آدم کی اولاد مسجدوں میں بن سنور کر جاؤ، کھاؤ پیو، اسراف نہ کرو، بیشک اللہ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا) اسی لئے ہماری رائے ہے کہ نفیس جواہرات کو اختیار کرنا بلکہ اگر حد سے متجاوز ہو تو عورتوں کے لئے سونے چاندی کے زیورات تک اس آیت کے ذریعے حرام ہیں۔ جیسے اکل و شرب میں اسراف حرام ہے۔ اگر اسراف نہ ہو تو اس میں کوئی حرمت نہیں قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ، قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (کہدو اے محمد، اللہ کی اس زینت کو اور رزق میں سے پاکیزہ چیزوں کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں کس نے

Marfat.com

حرام کیا ہے، کہدو یہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو دنیوی زندگی میں خالص یوم قیامت کے لئے ایمان لائے۔ ہم ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں نشانیوں کو اسی طرح کھولتے اور واضح کرتے ہیں)

ہمارے لئے سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے سے بہتر یہ ہے کہ ہم صنعتی یا زرعی اعمال میں اُن سے کام لیں یا ان پر تجربات کریں اور اپنی ثروت بڑھائیں، اپنی قوم کو معزز بنائیں انھیں اجنبیوں کے اموال سے بے نیاز کریں، جنھوں نے ہمیں غلام بنا رکھا ہے اور خود ہماری زمینوں اور املاک میں ہمیں اپنا کارکن اور مزدور مقرر کیا ہے۔

۹۔ سونے کی انگوٹھی پہننا۔ سونے کی انگوٹھی کی ممانعت اسکے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ابو موسیٰؓ کی اس حدیث میں حرمت کی صراحت آئی ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے اور مردوں پر حرام کیا گیا ہے" اسے احمد نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے، لیکن یہ حدیث معلول ہے (یعنی اس میں علت موجود ہے) کیونکہ اس کی سند میں سعید بن ابی ہند کا ابو موسیٰ سے روایت کرنا درج ہے حالانکہ سعید نہ ابو موسیٰ سے ملے نہ اُن سے حدیث سنی۔ مردوں پر حرام ہونے کی

Marfat.com

نسبت جمہور کا قول ہے۔" ایک جماعت اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی قائل ہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے اسے پہنا ہے جن میں سعد بن ابی وقاصؓ طلحہ بن عبید اللہؓ، صہیبؓ، حذیفہؓ، جابر بن سمرہؓ اور براء بن عازب، ہماری حدیث کے راوی شامل ہیں اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ شاید انھوں نے یہ خیال کیا کہ ممانعت تنزیہ (نقصان سے پاک رکھنے) کے لئے ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے یا چاندی کی انگوٹھی استعمال فرمائی اور اس کا نگینہ کف (ہتھیلی) مبارک کے قریب رکھا۔ اور اس میں "محمد رسول اللہ" نقش فرمایا۔ لوگوں نے بھی اسی کے مثل انگوٹھی بنوا کر پہننا شروع کی۔ جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں نے اسے اختیار کر لیا ہے تو آپ نے اُسے پھینک دیا اور فرمایا "میں اسے کبھی نہ پہنوں گا" پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی اختیار فرمائی تو لوگ چاندی کی پہننے لگے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکرؓ نے پھر عمرؓ نے پھر عثمانؓ نے انگوٹھی پہنی یہاں تک کہ اریس کے کنوئیں میں حضرت عثمان کے ہاتھ سے گر گئی جو مدینہ میں مسجد قبا کے قریب ہے، اور اس سے چاندی کی انگوٹھی پہننے کا جواز معلوم ہوا۔

Marfat.com

۱۰- ریشم کا استعمال - مذکورہ حدیث مختلف اقسام کا خالص حریر حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے بلکہ ایسے کپڑے کے حرام ہونے پر بھی جس کی بناوٹ میں ریشم وغیرہ جمع کیا گیا ہو۔ ریشم پہننے اور اس کے فرش پر بیٹھنے کی ممانعت میں بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے شیخین کے یہاں حضرت عمرؓ کی یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ریشم نہ پہنو کیونکہ جو شخص اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں نہ پہنے گا" انہی میں سے شیخین کی عبداللہ بن عمرؓ اور ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ عمرؓ نے استبرق (موٹے ریشم) کا ایک لباس بکتے ہوئے دیکھا، اُسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور کہا، یا رسول اللہ یہ خرید لیجئے اور اسے عیدین کی زینت میں اور وفود سے ملاقات کے موقع پر استعمال فرمایا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لباس تو اس کے لئے ہے جس کا بھلائی میں کوئی حصہ نہ ہو پھر جب تک اللہ کو منظور تھا عمرؓ اس کے پہننے سے باز رہے۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کے پاس ایک دیبا کا جبہ روانہ فرمایا عمرؓ آپ کے پاس آئے اور کہا، یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تھا یہ لباس تو اُن لوگوں کا ہے جن کا بھلائی میں کوئی حصہ نہیں پھر بھی آپ نے اُسے میرے پاس بھیجا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اسے تمہارے

Marfat.com

پہننے کے لیے نہیں بھیجا ہے بلکہ اس لئے کہ تم اسے بیچو اور اس سے اپنی حاجت پوری کرو۔ انہی میں سے بخاری کے یہاں حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ انھوں نے کہا ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں پینے اور کھانے سے اور حریر و دیبا پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

اور دوسری حدیثیں ایسی بھی وارد ہوئی ہیں جو اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے عقبہ کی یہ حدیث ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیچھے سے کھلی ہوئی ریشم کی قمیص یا قبا ہدیہ میں بھیجی گئی۔ آپ نے اُسے پہنا پھر اس میں نماز ادا فرمائی پھر چلے گئے اور اسے نہایت نفرت سے اُتار پھینکا پھر فرمایا یہ متقیوں کے لئے نہیں چاہیے"۔ ان ہی حدیثوں میں مسوّر بن مخرمہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبائیں پیش کی گئیں۔ پھر وہ (مسوّر) اور ان کے باپ ان میں سے کسی قبا کی طلب کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے تو بٹن لگی ہوئی ریشمی قبا پہنے ہوئے تھے اور فرمایا اے مخرمہ ہم نے اسے تم سے پوشیدہ رکھا۔ پھر آپ اسکی خوبیاں دکھانے لگے

Marfat.com

اور فرمایا "کیا مخرمہ راضی ہوئے" ان دونوں کو شیخین نے روایت کیا انہی احادیث میں سے انسؓ کی روایت کی ہوئی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی پوستین پہنی جو بادشاہ روم نے آپ کے پاس ہدیہ میں بھیجی تھی۔ پھر اُسے جعفر کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اسے پہنا پھر آپ کے پاس آئے اور کہا میں نے اس کو تمھارے پہننے کے لئے نہیں دیا، کہا پھر میں کیا کروں، فرمایا! اسے اپنے بھائی نجاشی کے پاس بھیجدو۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ ریشم بیس سے زیادہ صحابیوں نے پہنا ہے۔ ان میں انسؓ اور مذکورہ حدیث کے راوی براء بن عازب بھی ہیں۔

تعارض اور اختلاف

دلائل میں اس تعارض کی وجہ سے ریشم پہننے کی حرمت محل نظر بن گئی ہے۔ قاضی عیاضؒ نے ایک جماعت سے اس کا مباح ہونا بیان کیا ہے ان میں ابن عُلیہ بھی ہیں لیکن جمہور فقہا ان احادیث کی بنا پر جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تحریم کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں "عقبہؓ کی حدیث میں ہے کہ "یہ متقیوں کے لئے نہیں چاہیئے" جب اس کا پہننا متقیوں کے لئے مناسب نہیں تو اس کا حرام ہونا ہی زیادہ موزوں ہے مسورؓ اور انسؓ کی حدیث کے متعلق انھوں نے کہا ہے "یہ دونوں حدیثیں

Marfat.com

افعال کی قسم سے تعلق رکھتی ہیں اور ریشم کے حرام ہونے پر جو اقوال دلالت کرتے ہیں ان کا مقابلہ نہیں کرتیں۔ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ریشم پہنا کرتے تھے پھر پہننے اور نہ پہننے میں تحریم (حرام قرار پانا) آخری حکم بن گئی جیسا کہ جابرؓ کی حدیث اس سے آگاہ کرتی ہے "انھوں نے کہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیتہً میں آئی ہوئی دیبا کی قبا پہنی، پھر جلد ہی اسے اُتار دیا اور اُسے عمر بن الخطابؓ کے پاس بھیج دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اسے اُتارنے میں بڑی جلدی فرمائی، فرمایا، مجھے اس سے جبریل علیہ السلام نے منع کر دیا، پھر آپ کے پاس عمرؓ روتے ہوئے آئے اور کہا، یا رسول اللہ آپ نے ایک چیز کو ناپسند فرمایا اور مجھے دیدیا۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا، میں نے تمھیں پہننے کو نہیں دی، اسلئے دی ہے کہ تم اسے بیچ ڈالو۔ حضرت عمرؓ نے اُسے ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اسے احمدؒ نے روایت کیا۔ اور مسلم میں بھی اس کے قریب کی روایت ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ انسؓ کی حدیث کے سلسلہ سند میں علی بن زید بن جدعان ہیں جن کی حدیث حجت نہیں سمجھی جاتی" خطابی نے کہا ہے "اس میں شبہ کیا جاتا ہے کہ پوستین باریک ریشم سے بھرا ہوا تھا" انھوں نے کہا ہے "صحابہؓ نے جو کچھ پہنا تھا وہ خز تھا جو اون اور ریشم سے

Marfat.com

بُنا جاتا ہے۔

شوکانی کا بیان!

محمد بن علی الشوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں بیان کیا ہے "یہ کہا جانا ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیباج کی قبا پہننے اور قباؤں کو صحابہؓ کے درمیان تقسیم فرمانے میں کوئی ایسی بات نہیں جو اس حدیث کے ممانعت والی احادیث پر مقدم ہونے کی دلیل ہو اسی طرح اس میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں جو اس کے متاخر ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ جس سے نہی (ممانعت) کو کراہت کی طرف پھیرنے والا قرینہ پیدا ہو جائے یہ بات دلائل کے درمیان توافق پیدا کر دیتی ہے۔ اس کو تقویت دینے والی حدیثوں میں سے وہ حدیث ہے جو پہلے بیان کیجا چکی ہے اور جسمیں ذکر ہے کہ بیس صحابیوں نے ریشم پہنا تھا اور یہ بات بالکل بعید ہے کہ صحابہ ایسی بات کریں جو شریعت میں حرام ہو اور یہ بھی بعید از قیاس ہے کہ تمام صحابہ ریشم کی تحریم سے واقف ہونے کے باوجود اُن بیس صحابیوں کی طرف سے خاموشی اختیار کریں اور انھیں منع نہ کریں حالانکہ اُن میں سے بعض بعض کو اس سے بہت کم درجے کی باتوں پر روک دیا کرتے تھے۔

Marfat.com

رہا عورتوں کے لیے حریر (ریشم) پہننے کا جواز تو ہمیں اس بارہ میں ابن الزبیرؓ کے سوا کسی مخالف کا علم نہیں، ابن الزبیرؓ نے عام احادیث سے حُجت قائم کرتے ہوئے ریشم عورتوں کیلئے بھی حرام کر دیا لیکن عورتوں کے لیے اس کے حلال ہونے پر دلالت کرنے والی بکثرت حدیثیں ان کے اس طریقے کو غلط ٹھہراتی ہیں، مثلاً حضرت علیؓ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دھاری دار ریشمی یا ریشم آمیز لباس ہدیہ میں دیا گیا جس میں ریشم غالب تھا۔ آپ نے وہ میرے پاس بھیج دیا۔ میں نے آپ کے چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے۔ اور آپ نے فرمایا" میں نے یہ لباس تمھارے پہننے کیلئے نہیں بھیجا تھا میں نے تو اس لئے بھیجا تھا کہ تم اسے پھاڑ پھاڑ کر اوڑھنیاں بناؤ اور عورتوں میں تقسیم کر دو اسے شیخین نے روایت کیا۔

جواز کی صورت

ریشم کا استعمال عذر کی صورت میں مثلاً خارش وغیرہ کی وجہ سے جائز کر دیا گیا ہے۔ شیخین وغیرہ نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیرؓ کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔ بعض ایسی حدیثیں آئی ہیں جن سے ریشم کے بیل بوٹے

Marfat.com

اور سنجاف لگانا اور کپڑوں میں تھوڑا ریشم استعمال کرنا مباح ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور صرف پانچ یا تین چار انگل برابر ریشم استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسے مسلم اور اصحاب السنن" ابو داؤد ابن ماجہ نسائی" وغیرہ نے روایت کیا۔

اس جامع بیان کے بعد بہترین مشورہ یہ ہے کہ غور و انصاف کے ساتھ خود بھی تمام دلائل پر نظر کرکے اور اپنے دل سے فتویٰ لے کر کوئی رائے قایم کیجائے کہ اسی کا فیصلہ بہترین ہوگا لیکن کسی حالت میں من مانی نہ کرنا چاہیئے۔ اور خواہش نفس کو دین سمجھ کر عمل نہ کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

کھانا کھلانا

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما أن رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أی الاسلام خیر؟ قال تُطعِمُ الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف

رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا کھانا کھلاؤ اور جسے جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے (دونوں کو) سلام کرو۔ اسے شیخین، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

اسلام ۔ اطاعت کرنا یا امن وسلامتی میں داخل ہونا۔ یہ لفظ احکام کے اس مجموعے پر بھی بولا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔
قرأ السلام۔ سلام کہنا۔

تشریح

ایک سوال کرنے والے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی بہترین اور مفید ترین خصلتیں دریافت کیں تو آپ نے اسے جواب دیا کہ ان میں سب سے بہتر کھانا کھلانا اور سلام کرنا ہے بعض اور مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے سوالوں کے اور جوابات بھی دئے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے پوچھا کونسا اسلام افضل ہے، آپ نے فرمایا اس شخص کا، جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

سبب اختلاف

جواب میں اختلاف کا سبب سائلوں اور سامعوں کے حالات کا اختلاف ہے۔ جس شخص کے ہاتھ اور زبان سے لوگ ڈرتے تھے اُسے اس سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی گئی کہ مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے

Marfat.com

مسلمان محفوظ رہیں) اور جس کے قول یا فعل سے نفع عام کی امید کی جاتی تھی اُسے کھانا کھلانے کی ہدایت ہوئی۔ کھانا کھلانے میں اسے محتاج پر خرچ کر دینا، مہمان کے سامنے پیش کرنا، دعوتیں کرنا وغیرہ سب شامل ہیں بلکہ مسلمان کیلئے اپنے مال سے مدد کرنے کا اشارہ بھی اس میں داخل ہے خواہ وہ مدد کسی قسم کی ہو اور یہ مال کھانے پینے کی صورت میں ہو یا مسکن لباس یا نقدی کی شکل میں۔ اور ہمارا ایسے لوگوں کو سلام کرنا جنھیں ہم جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں جان پہچان والوں کے درمیان محبت بڑھاتا ہے اور انجان لوگوں میں دوستی اور ربط و ارتباط کی دعوت دیتا ہے۔ اسلئے ہم کو اپنا سلام جان پہچان والوں کیساتھ مخصوص نہ کر دینا چاہیئے اور نہ اس میں ان لوگوں کی تخصیص کرنی چاہیئے جن کے تکبر و تصنع سے ہم واقف ہیں بلکہ ہمیں چاہیئے کہ شعائر اسلام قائم کرنے کے لئے ہر مسلمان کو سلام کریں تاکہ سب میں الفت پیدا ہو اور اُن کے باہمی تعلقات استوار اور مضبوط ہو جائیں۔

لیکن اگر تم نے نہ جاننے والوں کو سلام نہ کرنے کی عادت ڈالی تو بسا اوقات جاننے والوں کو بھی نہ کرو گے اور تمھارا اُنسے منہ پھیر لینا تمھاری طرف سے وحشت پیدا کرنے کا باعث ہو جائیگا۔ جن لوگوں نے کافر کے ساتھ سلام میں پہل کرنا جائز رکھا ہے انھوں نے ایک حدیث سے تمسک

Marfat.com

کیا ہے لیکن اسے حجت نہیں بنایا جاسکتا، کیونکہ سلام اسلام کا شعار ہے اس لئے اس حدیث کے الفاظ مَن عرفتَ سے مسلمان مراد ہے۔ اور مَن لَم تعرف کا مفہوم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو تو سلام کرو، نہ معلوم ہو تو بھی اسے احتیاطاً سلام کرنے میں حرج نہیں یہاں تک کہ اس کا کافر ہونا واضح ہو جائے۔

ان دونوں خصلتوں (کھانا کھلانے اور سلام کرنے) کا ذکر خصوصیت سے اسلئے کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں حاجت ان کی مقتضی تھی۔ مہاجرین اپنے گھر بار اور اموال دین کے لئے چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے اور انصار نے اپنے اموال میں سے آدھا آدھا ان میں تقسیم کر دیا تھا یہ آپس میں ایک دوسرے کے تعارف اور موانست کے محتاج تھے۔ اس کے علاوہ ان میں تمام اعمال خیر کی جانب اشارہ ہے، مالی ہوں یا بدنی۔ اسی لئے ان کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں بھوکے کو کھانا کھلانے کے ضمن میں تفصیل سے بحث کیجا چکی ہے۔ دوسری حدیثوں میں شرح و بسط کیساتھ ان امور کا بیان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

سرگوشی کے آداب

اخلاق اور رواداری کی تعلیم

عن عبداللہ بن عمرؓ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال، اذا کانوا ثلاثۃً۔ وفی روایۃ لمسلم، اذا کان
ثلاثۃٌ۔ فلا یتناجی اثنان دُونَ الثالث. وفی روایۃ
اخریٰ اذا کنتم ثلاثۃً فلا یتناجی رجلان دون الآخر
حتی تختلطوا بالناس۔ اَجَلُ ان ذالک یحزنہ وفی
روایۃ یتناج۔ رواہ البخاری ومسلم۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا" جب تین آدمی ہوں، اور مسلم کی ایک روایت میں ہے
جب تین ہوں تو۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر۔
آپس میں سرگوشی (کانا باتی) کرنے لگیں۔ ایک اور روایت میں

Marfat.com

ہے کہ جب تم تین ہو تو تم میں سے دو کو تیسرے سے الگ ہو کر سرگوشی نہ کرنی چاہیئے یہانتک کہ تم لوگوں میں جا ملو۔ ہاں یہ بات اسے رنجیدہ کر دے گی۔ایک روایت میں یتناجٰی کے الفاظ آئے ہیں۔اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

لغت

مناجات۔ سرگوشی۔کانا باتی۔
اَجَلْ ۔بمعنی مِن اجل۔اس وجہ سے۔اس لئے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ، اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیْسَ بِضَآرِّھِمْ شَیْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللہِ (اے مسلمانو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ ظلم اور رسول کی نافرمانی کے لئے نہ کرو۔ نیکی اور پرہیزگاری کے لئے کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے (یعنی قیامت میں) سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہے (یعنی ایک شیطانی حرکت ہے) تاکہ جو لوگ ایماندار ہیں رنجیدہ ہوں۔حالانکہ

Marfat.com

یہ سرگوشی انھیں بجز اللہ کے حکم کے کوئی نقصان نہ پہنچائے گی اور اللہ پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے)

اللہ نے ہمیں ایسی سرگوشی سے منع فرمایا ہے جس میں ضرر یا ضرر رسانی کا اندیشہ ہو۔ ہمیں چاہیئے کہ معاصی (گناہوں) کے متعلق باہم سرگوشی نہ کریں جن کا ضرر اول تو ہم ہی پر عائد ہوتا ہے اور یہ گناہ ہمیں اپنے رب کی رحمت سے دور رکھتے ہیں۔ مثلاً کھانے پینے میں اور لباس میں اسراف اور فضول خرچی ہے۔ نہ جرائم کے لئے ایسی حرکت کریں جن کی چنگاری اولاً لوگوں تک پہنچتی ہے ثانیاً ان سے ہم تک ان کا نقصان پہنچتا ہے، مثلاً زنا، قتل، سرقہ، غارت گری۔ نہ اُن باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے لئے سرگوشی کریں جن کے کرنے کا حکم ہمیں دیا گیا ہے۔ نہ اُن امور میں جن کو ہمارے لئے مشروع کیا گیا ہے ان سے تجاوز کرنے کے لئے سرگوشی کریں۔

مباح صورت

نیک کاموں کے لئے البتہ باہم سرگوشی مباح ہے مثلاً علم کی اشاعت اصلاح خلق، صرف مال، اصلاح دشمن یا ایسے امور جو ہمیں مضرت سے بچاتے اور برائیوں سے محفوظ رکھتے ہوں اُن کیلئے سرگوشی کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

مثلاً دشمن کے مقابلہ کے لئے قوت فراہم کرنا، اس سے محفوظ رہنے کے لئے قلعے اور پناہ گاہیں مہیا کرنا، حوادث میں کام آنے کے لئے مال جمع کرنا، امراض سے بچانے کی تدابیر وغیرہ۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ گناہوں کیلئے سرگوشی شیطان کے وسوسے سے تعلق رکھتی ہے تاکہ اس طریقے سے ایمانداروں کو رنج میں ڈالا جائے کیونکہ نیکوکاری اور پرہیزگاری سے انھیں خوشی اور گناہوں کے ارتکاب اور اُن کے متعلق بات چیت اور ساز باز کرنے سے رنج ہوتا ہے۔ سرگوشی کبھی ایمانداروں کے لئے مکر کا جال بچھانے کیلئے ہوتی ہے اور اس سے انھیں نقصان پہنچانا مقصود ہوتا ہے، بری بات کی سرگوشی جو تیسرے شخص کو چھوڑ کر دو آدمیوں کے درمیان یا تیسرے اور چوتھے سے الگ ہو کر ایک جماعت کے درمیان جس میں لوگ ایک یا زیادہ آدمیوں سے علیحدہ گفتگو کریں مطلقاً حرام ہے، خواہ یہ حرکت ان سے اجازت لے کر کیجائے یا بلا اجازت۔

سرگوشی کے آداب

بھلائی یا نیکی کے لئے باہم سرگوشی حلال ہے البتہ اس کے متعلق بھی آداب ہیں جنھیں حاضرین کی نسبت ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ ان ہی کو رسول اللہ

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے یعنی اگر مجلس تین آدمیوں پر مشتمل ہو تو دو آدمی تیسرے کو الگ کر کے سرگوشی نہ کریں کیونکہ اس سے اس شخص کو رنج و ملال ہوگا۔ بعض اوقات ایسے مواقع پر بدگمانی کی گنجائش ہوتی ہے کہ یہ لوگ شاید اسکے خلاف کوئی چال سوچ رہے ہیں یا اُس کی آبرو لینے کی سازش کر رہے ہیں اور جب وہ مجلس سے اُٹھے گا تو کبیدگی اور ملال اور شبہات میں مبتلا ہو کر اُٹھے گا۔ اس لئے دوستی کو باقی رکھنے اور اُنس والفت کی حفاظت کرنے کے لئے اسطرح سرگوشی کی ممانعت کی گئی۔ ہاں اگر تیسرے آدمی سے اجازت لے کر ایسا کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ سرگوشی سے روکنے کا حق اس کو حاصل ہوگا۔ اگر وہ اجازت دیدے تو جائز ہو جائے گی۔ یہی صورت اس وقت ہوگی جب چوتھے کو چھوڑ کر تین یا پانچویں کو چھوڑ کر چار یا چھٹے سے الگ ہو کر پانچ آدمی باہم سرگوشی کریں۔ کیونکہ ان سب صورتوں میں منع کرنے کی علت واضح ہے اور ایک کو چھوڑ کر باقی جماعت کا سرگوشی میں مصروف ہونا اس ایک کے دکھ اور فکر میں اور زیادہ اضافہ کر دے گا۔ بجائے اس کے کہ وہ دو شخصوں سے نفرت کرے زیادہ لوگوں سے کرے گا۔ اسلئے اس سرگوشی کا اثر اور بُرا ہوگا۔

Marfat.com

حکمت کا اشارہ

خصوصیت کے ساتھ تین آدمیوں کا ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ یہی سب سے پہلا عدد ہے جس میں سرگوشی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد جو عدد اس خرابی یا علت کی وضاحت کے لئے تین کے عدد سے مماثل تھا اس کا ذکر اس کے بعد کیا گیا۔ اسی طرح اور اعداد کو قیاس کیا جا سکتا ہے جن کے لحاظ سے سرگوشی کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ دو آدمیوں کی سرگوشی کے بعد باقی لوگ تعداد میں زیادہ ہوں تو جائز ہوگی۔ کیونکہ ان باقی اشخاص میں موانست اور باہمی سرگوشی ممکن ہے۔ اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ (یہاں تک کہ تم لوگوں میں گھل مل جاؤ) دلالت کرتا ہے اور ابن عمرؓ کا عمل بھی جو اس حدیث کے راوی ہیں اس کے جواز کی دلیل ہے۔ وہ جب کسی شخص سے کان میں بات کرنا چاہتے اور اس وقت تین آدمی ہوتے تو چوتھے کو بلاتے اور ان دو سے کہتے تم ذرا آرام کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے "اذا" آخر حدیث تک۔ اس کی تائید بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو عبداللہ رضہ سے روایت کی گئی ہے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چیزیں تقسیم فرمائیں تو انصار کے

Marfat.com

ایک شخص نے کہا "بیشک یہ وہ تقسیم ہے جس کے ذریعے اللہ کی رضامندی چاہی گئی ہے" میں نے کہا "بخدا میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤنگا" پھر میں اُن کے پاس گیا تو وہ مجلس میں تھے، میں نے اُن سے کان میں بات کی تو آپ غصہ ہوئے یہانتک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، پھر فرمایا، "موسیٰ پر اللہ کی رحمت ہو انھیں اس سے زیادہ ستایا گیا اور انھوں نے صبر کیا۔" ہاں اگر باقی لوگوں کو سرگوشی سے رنج ہو تو اُسے دوسرے وقت پر اُٹھا رکھا جائے۔ جب تک کہ یہ کسی اہم بات کیلئے نہ ہو۔ اور اگر دو آدمی رازداری کے ساتھ بات کر رہے ہوں پھر اُنکے پاس تیسرا آپہنچے یا ان دونوں کے سامنے تیسرا شخص موجود ہو تو وہ اُن کی باتیں سننے یا قریب آنے کی کوشش نہ کرے۔ ہاں اُن سے اجازت ملجائے تو مضائقہ نہیں۔

بخاری نے ادب مفرد میں سعید المقبری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا "میں ابن عمرؓ کے پاس سے گزرا ان سے ایک شخص بات کر رہا تھا میں ان دونوں کے پاس کھڑا ہوگیا تو انھوں نے میرے سینہ پر گھونسہ مارا اور کہا "جب تم دو آدمیوں کو باتیں کرتا ہوا پاؤ تو جب تک اُن سے اجازت نہ لے لو اُن کے پاس نہ کھڑے ہو۔ اور پھر اس بات کا ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور یہ ممانعت

Marfat.com

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے" سرگوشی کرنا تحریم (بات کو دوسرے کے لئے حرام کرنے) پر دلالت کرتا ہے، جب تک منفرد (اکیلے آدمی) سے رضامندی نہ حاصل کر لی جائے، اور رضامندی کی نشانی اس (منفرد) کا سرگوشی کرنے کی اجازت دینا ہے۔

دوسری روایت میں نفی کا لفظ ہے جو نہی (ممانعت) کے معنوں میں ہے

Marfat.com

آگ سے بچنا اور برتنوں کو ڈھانکنا

عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطفئوا المصابیح باللیل اذا رقدتم واغلقوا الابواب واوکئوا الاسقیۃ وخمروا الطعام والشراب وفی روایۃ زیادۃ واکفتوا صبیانکم عند المساء فان للجن انتشارا و خطفۃ۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرھما واللفظ للبخاری۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سونے لگو تو چراغ بجھادو، دروازے بند کردو، پانی کے برتنوں کو باندھ دو، اُن کے منہ بند رکھو، کھانے اور پینے کی چیزوں کو ڈھانک دو۔ اور ایک روایت میں اس سے زیادہ ہے، اپنے لڑکوں کو شام کے

Marfat.com

وقت اپنے پاس جمع کر لو کیونکہ (اس وقت) جن منتشر ہوتے ہیں اور اچک لئے جانے کا خوف رہتا ہے۔ اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغت

اغلاق باب۔ دروازہ بند کرنا یا مقفل کرنا۔

سقا۔ مشک (گھڑا وغیرہ)، اسقیہ اس کی جمع ہے۔

اوکاء۔ باندھ دینا۔ وہ تاگہ جس سے مشک یا تھیلی وغیرہ کا منہ باندھا جاتا ہے۔

تخمیر۔ ڈھانکنا۔ اسی مفہوم کو خمر (شراب) کا لفظ ادا کرتا ہے جو گویا عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

کَفت۔ ملانا، پاس جمع کرنا۔

خطف۔ اچک لینا، جھپٹ لینا۔

تشریح

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے "یہاں امر رہبری و ہدایت کے لئے ہے کیونکہ اس سے دنیوی مصالح کا حصول مقصود ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امر ترغیب

Marfat.com

کے لئے ہو۔ سوال یہ ہے کہ وجوب کے لئے کیوں نہ ہو جب کہ اس کے خلاف کرنے سے نفس یا مال کو ضرر پہنچتا ہو اگر ضرر کی طرف سے اطمینان ہو یا آدمی اس جہت سے مامون نظر آئے تو وجوب نہ ہو گا۔

ان پانچوں میں سب سے پہلی چیز۔

۱۔ رات کو سوتے وقت چراغ گل کرنا ہے۔ اس کی توجیہ یا علت اس قصہ میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ ایک چوہیا چراغ کی بتی لے بھاگی اور اس نے گھر والوں کو جلا ڈالا۔ انسان جس وقت سوتا ہے تو اس کے آس پاس جو کچھ ہوتا رہتا ہے اس کا شعور کھو بیٹھتا ہے اور پھر جو کچھ بھی ہوتا رہے اس کی چوکسی سے قاصر رہتا ہے نیند کی حقیقت اسکے سوا کیا ہے کہ وہ ایک ایسی وفات ہے جسکے بعد حیات کی باری ہوتی ہے۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔

حکمت باللہ

چراغوں کے بجھانے میں یہ حکمت ہے کہ ان کی طرف سے آدمی بے فکر اور محفوظ و مامون نہیں رہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے چوہیا ٹکرا جائے

Marfat.com

یا بلی یا کوئی اور حیوان اُسے چھیڑے، یا ہوا کا تیز جھونکا آئے اور اس سے بتی بھڑک اُٹھے، روغن میں میل جمع ہو جائے اور چراغ کے اندر کوئی خلل آجائے۔ بغرض اسی قسم کی کسی وجہ سے کسی چیز میں آگ لگ جائے۔ اور لوگوں کی غفلت کی حالت میں آدمیوں، جانوروں، گھر اور اس کے سب سازوسامان کو جلانے لگے ایسی حالت میں بجھانا دشوار ہوگا اور نقصان بہت زیادہ ہو جائے گا۔

لیکن اگر چراغ کے اُلٹ جانے کی طرف سے اطمینان ہو یا اسے ایسی چیز سے گھیر اگیا ہو کہ کسی اور چیز سے نہ چھو سکے یا اس میں خطرہ کا اندیشہ بہت کم یا معدوم ہو جیسے برقی لیمپ تو اُسے مصلحت کی حالت میں جلتا چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی حکم چولھوں کے لئے ہے۔ انھیں بھی جلتا ہوا چھوڑ کر ہمیں نہ سونا چاہیئے خاص کر ایسی حالت میں کہ اُن کا ایندھن کوئلہ ہو۔ بسا اوقات ان سے فرش میں آگ لگجاتی ہے۔ اکثر آکسیجن گیس کمرے میں گھٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے دم گھٹ جاتا ہے اور سونے والے موت کی نیند سو جاتے ہیں۔ ایسے کتنے چراغ اور چولھے ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے خطرات کا باعث بن گئے۔

۲ - دوسری بات رات کے وقت دروازے بند کرنا ہے۔ اس عمل

Marfat.com

سے گھر کے حیوان گھر والوں کی غفلت کی حالت میں باہر نہ جانے پائینگے نہ درندے اندر آکر پالتو پرندوں اور جانوروں کو پھاڑ کھائینگے یا انسانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ طریقہ شیطانوں اور مردوں کے لئے آڑ بن جائیگا یا اُن کی راہ میں ایک دشوار گزار گھاٹی کا کام دے گا۔ اس حالت میں نہ وہ چرائیں گے نہ لوٹ مار اور ظلم و خوں ریزی کر سکیں گے۔ پھر چونکہ برائی سے منع کرنا (نہی عن المنکر) واجب ہے، اس لئے برائی اور برائی کا قصد کرنے والے کے درمیان حائل ہونا بھی لازمی ہے اور حائل ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تم اس کا راستہ روک دو اور اس کے لئے دروازہ بند کر دو۔

۳۔ ۴ ۔ تیسری اور چوتھی بات پانی کے برتنوں یا مشکیزوں کا باندھنا اور اُن برتنوں کو ڈھانکنا ہے جن میں کھانے پینے کی اشیاء رکھی ہوں یہ ہدایت اس لئے ہے کہ ان اشیاء کو منتشر جراثیم، خاک دھول اور گندہ چیزوں سے محفوظ رکھا جائے اور رینگنے والے موذی جانوروں (سانپ بچھو وغیرہ) کیڑوں مکوڑوں اور پرندوں کو انھیں آلودہ کرنے سے باز رکھا جائے۔ اس طرح یہ چیزیں خراب ہونے سے بچ جائیں گی اور آدمی انھیں ہنسی خوشی کھا پی سکیں۔

۵۔ پانچویں بات یہ ہے کہ جب رات کی تاریکی پھیلنے لگے تو لڑکوں کو

Marfat.com

پاس بلاکر گھروں میں پناہ دی جائے اور سونے کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اس طریقے سے گھر والے مطمئن رہیں گے اور لڑکے رات کے اندھیرے میں بھٹکنے اور بدکاروں کی مجلسوں میں جانے سے بچ جائیں گے جو رات کے پردے میں چھپ کر منعقد کیجاتی ہیں تاکہ فاسق وفاجر لوگ ان میں خوشی سے شریک ہوا کریں۔ رات کے وقت خطرات بہت زیادہ ہونے ہیں اور لڑکے کم عقل ہوا کرتے ہیں۔ نہ اچھی طرح حفاظت کرتے ہیں نہ احتیاط ممکن ہے۔ کسی گھاٹی سے ٹکرا جائیں، کسی گڑھے میں گر پڑیں، کوئی گاڑی کچل دے، خچر آپڑے، یا بچھو ڈنک مار دے، یا کوئی شیطان ستائے اسی لئے عقل کا تقاضا ہے کہ ایسے وقت لڑکے اپنے گھروں میں سمٹ آئیں اور ماں باپ کی رعایت و نگرانی میں رہیں۔ پھر چین و عافیت سے سو جائیں۔

رہے جن[1] اور شیاطین جن کا ذکر اس روایت میں آیا ہے کہ رات کو منتشر ہو جاتے ہیں، ان کی طرف سے لڑکوں کے لئے اندیشہ رہتا ہے اکیلے چھوڑ دئے جائیں تو ان کی زد میں رہیں گے۔ ان جنوں اور شیطانوں کا عالم وہ عالم ہے جس میں وہ تو ہمیں دیکھتے ہیں ہم انھیں نہیں دیکھتے۔ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (بیشک وہ اور اسکے

---

[1] لفظ جن چھوٹے سانپوں کیلئے بولا جاتا ہے اور جن موضوع حدیث کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہیں (خفاجی)

Marfat.com

خاندان تم کو اس حیثیت سے دیکھتے ہیں جس سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔)
سرکش جن بھی شیطان ہوتے ہیں جیسے انسانوں میں شیطان ہوتے ہیں،
قرآن نے اس کی صراحت کی ہے۔ اگر وہ ایسے لڑکوں کی طرف ایذا
رسانی کا ہاتھ بڑھائیں جو اپنے ماں باپ کی حفاظت اور دیکھ بھال میں
نہیں ہیں، جیسے ہم میں کے شیاطین ہمارے بیٹوں کی جانب گالی گلوج
اور مارپیٹ کے ہاتھ بڑھاتے اور انھیں اُڑا لے جاتے ہیں تو اس میں
کونسی بات مانع ہو گی۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وَمَآ
اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (اور تمھیں علم نہیں دیا گیا ہے مگر تھوڑا)

Marfat.com

حقیقی غنا

نفس سے یا دولت سے!

عن ابی هریرة عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لیس الغنی عن کثرة العرض ولکن الغنی غنی النفس رواہ البخاری ومسلم وغیرھما

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، تونگری سامان کی کثرت سے نہیں بلکہ حقیقی تونگری نفس کا غنا ہے۔ اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا

لغت

غنی۔ مطلقاً حاجت نہ ہونے کو کہا جاتا ہے اور یہ بات صرف اللہ ہی میں پائی جاتی ہے وہ اپنے بندوں کی طرف سے بالکل بے نیاز ہے

Marfat.com

اس کے محتاج ہیں۔ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (اللہ غنی (بے پروا و بے نیاز) ہے اور تم حاجتمند ہو۔ یہ لفظ جس طرح مال و جائداد کی کثرت کے لئے بولا جاتا ہے اسی طرح حاجتوں کی کمی کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

عَرَضْ ۔ وہ چیز جس سے دنیوی مال و متاع میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے، یا عَرَض اموال میں سے وہ چیز جو نقدی کے علاوہ ہو۔ اسکی جمع عروض ہے۔

تشریح

عرف عام میں غنی اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس مال بہت ہو، بہت سی زمینیں ہوں، تر و تازہ باغ، بلند عمارتیں، سونے چاندی کی شکل میں بکثرت دولت، اور داغ کئے ہوئے گھوڑے، مویشی اور بڑھنے والی جائداد ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص مال و دولت کی کثرت اور ثروت کی افراط سے غنی نہیں ہوتا بلکہ حقیقی غنی نفس کا غنی ہے جو شخص اپنے پاس کی چیز پر قناعت کرتے ہوئے دوسروں کے مال و دولت سے بے نیاز ہو اور اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ نہ ہونے دے، اسکی طرف للچائی ہوئی نظریں نہ ڈالے بلکہ آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے درحقیقت

Marfat.com

وہی غنی کہلانے کا حقدار ہے، چاہے مال کتنا ہی تھوڑا ہو۔ کیونکہ مقسوم پر رضامندی اور عفت، زہد اور قناعت کی صفات نے اسے غنی کے درجے پر پہنچا دیا ہے اور اس کی تونگری مرتبے میں اُن اہل ثروت سے بڑھ گئی ہے جو رضائے الٰہی اور زہد و تقویٰ کی صفات سے محروم ہیں۔

فقر و غنا

بلکہ سچ پوچھئے تو ان لوگوں کے غنا کا کوئی مقام نہیں ان کے مقابلے میں جو شخص نفس کا غنی ہے وہ دل کا مطمئن اور فارغ البال ہے وہ نہ کسی کے مال سے اُلجھتا ہے نہ کسی کے مال پر حرص کرتا ہے۔ جب کوئی نفع کا سودا یا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو اسے حسرت اور افسوس نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ میسر آتا ہے اسی پر راضی اور قانع رہتا ہے اسی میں سے اپنی ذات اور اہل و عیال پر صرف کرتا ہے، لوگوں کے ساتھ اپنے کرم اور عفو سے سلوک کرتا ہے ایسا ہی شخص دراصل لوگوں میں باعزت سردار اور باوقار امیر ہوتا ہے کیونکہ وہ ان کے پاس اپنی کوئی حاجت نہیں لیجاتا نہ کسی کی چیز پر حرص کرتا ہے۔ حاجت ذلت و رسوائی ہے اور حرص افلاس۔ اور اگر کوئی شخص نفس کا غنی ہونے کے ساتھ مال و دولت کے لحاظ سے بھی غنی ہو تو اس کا درجہ اور بلند ہو جاتا ہے اور عزت بڑھ جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی کے پاس

Marfat.com

مال وجائداد کی کثرت ہو اور دل اراضی وعمارات، سونے چاندی اور بیل گھوڑے وغیرہ اموال میں لگا رہتا ہو سوائے مال جمع کرنے کے کسی بات پر طبیعت مبذول نہ ہوتی ہو، دولت کی حرص بیحد بڑھی ہوئی ہو، ایک پیسہ بھی جاتا رہے تو غصے سے بھڑک اٹھتا ہو، یہ تمنا رہتی ہو کہ جتنا مال لوگوں کے ہاتھ میں ہے سب اس کے ہاتھ میں آجائے، بلکہ اُن کی نعمت پر حسد کرتا ہو، اگر کبھی ایک درہم دینے کیلئے فقیر کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اپنے فقیر ہوجانے کے ڈر سے سہم جائے، کسی کارِ خیر میں ذرا سا حصہ لے تو اسے اپنے حق میں بڑی تباہی خیال کرے، اپنی ثروت میں سے اپنے آپ کو یا اہل وعیال اور اہل خاندان یا اعزہ واقربا کو استفادہ کا کبھی موقع نہ دے ایسا شخص مال ودولت کی کثرت کے باوجود حقیقت میں فقیر ہے۔

ومن ینفق الساعات فی جمع ماله ؛ مخافة فقرٍ فالذی فعل الفقرُ۔

(جو شخص اپنی گھڑیاں فقر وافلاس کے خوف سے مال جمع کرنے میں صرف کرتا ہے وہ دراصل جو کچھ کررہا ہے وہ خود فقر ہے)

کیا ایسا شخص غنی ہوسکتا ہے جو لوگوں کے مال پر نظریں دوڑاتا رہتا ہو اور اپنے پاس کی موجودہ چیزوں پر قانع وراضی نہ ہو، کیا وہ شخص جس کی قوت کو حرص منہدم کردے، صحت کو خراب کردے اور جسے باہمی عداوت علم وحکمت کے سرچشمے سے سیراب ہونے سے روکے تونگر ہوسکتا ہے؟

Marfat.com

دل کی مفلسی

کیا ایسے آدمی کو غنی کہہ سکتے ہیں جس کا دل مزہ دار و مرغوب کھانے ترو تازہ پھل اور بڑھیا لباس کو چاہتا ہو اور وہ مال کی محبت کی وجہ سے اس سے دست کش رہے، اپنی خواہش پوری نہ کرے۔ کیا وہ شخص غنی ہو سکتا ہے جس کی اولاد مصیبت میں اور گھر والے تنگی میں مبتلا ہوں، بے شبہ ایسا شخص غنی نہیں بلکہ حقیقتاً فقیر ہے خواہ لوگ ظاہری اعتبار سے اُسے مالدار سمجھتے ہوں۔ یہ شخص جو صحیح معنوں میں مفلس ہے لیکن لوگ اسے غنی سمجھتے ہیں خدا اور رسول کی نظر میں مبغوض، بدنصیب قلاش ہے۔ اللہ نے اسے جو مال دیا ہے اس کے لئے عذاب، کرب اور غم والم کا سامان بنا کر دیا ہے۔

۱۔ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ، بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔ (کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو ان کا مال و اولاد بڑھاتے ہیں تو یہ ہماری طرف سے اُن کے لئے نیکیوں کی کوشش ہے، بلکہ اصل یہ ہے کہ وہ شعور نہیں رکھتے)

۲۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨالَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ، کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ۔ (خرابی ہے ہر نکتہ چیں اور غیبت کرنے والے کے لئے جو مال جمع کرتا اور اسے شمار کرتا ہے۔ گمان کرتا ہے کہ اسکا

Marfat.com

مال اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، ہرگز نہیں وہ جہنم میں ضرور جھونکا جائیگا۔

۳۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ. كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

(تمھیں مال کی کثرت نے غفلت میں ڈال دیا ہے یہانتک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی (تب بھی آنکھیں نہ کھلیں) ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے)

نفس کی تونگری

اچھی طرح سمجھ لو کہ نفس کی تونگری کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ مقدر فرمایا اور دیا ہو اس پر راضی رہے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اسکے پاس جو کچھ ہے وہی بہتر اور پائدار ہے، جو مال حریص و بخیل شخص کے پاس ہے وہ فقر و مذلت کا سامان ہے اور جو کچھ قانع اور فیاض شخص کے پاس ہے وہی تونگری اور عزت کا سرمایہ ہے۔ وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ اٰمِنُوْنَ۔

(اور نہیں تمھارے اموال اور نہ اولاد ایسی چیزیں جو تمھیں دنیا میں ہمارا مقرب بنادیں، بجز اس کے کہ جو شخص ایمان لائے اور نیک کام کرے تو یہ لوگ ضرور ایسے ہیں کہ انھیں اپنے عمل کا دوگنا بدلہ ملے گا۔ اور وہ (جنت کے) گھروں میں امن و عافیت سے رہیں گے)

Marfat.com

مداومت عمل

اعتدال و توسط کا صحیح راستہ

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا أنّھا کانت تقول، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سدّدوا وقاربوا وابشروا فانہ لم یدخل الجنۃ احد اعملہ، قالوا ولا أنت یارسول اللہ، قال ولا انا، الّا ان یتغمّدنی اللہ منہ برحمۃ و اعلموا انّ احبّ العمل الی اللہ أدومہ وان قلّ۔ رواہ البخاری و مسلم و النسائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اصلاح کرو اور عبادات میں اعتدال کے قریب رہو اور خوشخبری دو، کیونکہ جنت میں کسی کو اس کا عمل نہیں پہنچائے گا۔ لوگوں نے کہا، اور نہ آپ کو یارسول اللہ، فرمایا، اور نہ مجھکو، بجز اس کے کہ اللہ مجھے اپنی

Marfat.com

رحمت سے ڈھانپ لے، اور یہ جان لو کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو عملوں میں سب سے زیادہ پائدار ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔ اسے بخاری، مسلم اور نسائی نے روایت کیا۔

اس حدیث میں تین باتوں کا حکم ہے۔

۱۔ تسدید۔

۲۔ مقاربت۔

۳۔ ابشار۔

اور دو باتوں کی خبر دی گئی ہے، ان میں سے پہلی یہ ہے کہ جنت میں عمل سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل و رحمت سے جگہ ملے گی۔ دوسری یہ کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ اعمال ہیں جو زیادہ دیر پا اور دوامی قسم کے ہوں، اگرچہ مقدار یا تعداد میں کم ہوں۔

۱۔ تسدید (جس سے سَدِّدُوا کا صیغہ آیا ہے) معاملات میں اصلاح اور درستی طلب کرنا۔ افراط اور تفریط کے درمیان حالت، میانہ روی۔ سداد سے مراد صواب ہے۔

۲۔ مقاربت (جس سے قاربوا نکلا ہے) عبادات میں افراط نہ کرنا۔ کیونکہ نفس کو عبادت کے لئے اتنا مشقت میں ڈالنا جو ملال کا باعث

Marfat.com

ہو اور پھر ترک عبادت کا سبب بن جائے افراط ہے جس کا نتیجہ تفریط وتقصیر ہے۔ اعمال میں اعتدال مطلوب ہے نہ کہ مبالغہ یا افراط وتفریط۔

حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے "یہ دین متین ہے، اس میں رفق اور نرمی کے ساتھ داخل ہو، اللہ کی عبادت کو اپنے لئے دشمن نہ بنا لو، کیونکہ پیداوار ایسی ہی جگہ اُگتی ہے جو بنجر زمین نہ ہو۔

۳۔ ابشار، تبشیر کی طرح سہولت اور خوشی کی خبر دینا جس کا اثر انسان کے بشرے سے ظاہر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں فرط رحمت الٰہی سے اپنے نفوس تک خوشخبری پہنچانے کا حکم دیتے ہیں اسلئے ہمیں چاہیئے کہ جب تک اللہ کی مقررہ حدود کے پاس رہیں اُس کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اس کے حکم کی نافرمانی نہ کریں اور جس بات سے اس نے منع فرمایا ہے اُس سے باز رہیں۔

۴۔ تغمّد۔ ڈھانپا۔ پہنایا۔ عام کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں کہ عمل ایسی چیز نہیں ہے جو عامل کو جنت میں داخل کرے۔ اس میں خواہ رسول ہی کیوں نہ ہو۔ رسول بھی صرف اللہ کی رحمت شامل حال ہونے پر جنت

Marfat.com

میں جاسکتا ہے، یہ بات بہت سی قرآنی آیات کے منافی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنت کا ورثہ اور اس میں رسائی صرف عمل صالح سے ممکن ہے، جو ایمان کے ساتھ ہو۔ مثلاً اللہ کا یہ قول وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (اور یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان عملوں کی وجہ سے ہے جو تم کرتے تھے) اور یہ قول اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (جو کچھ تم کرتے تھے اس کے ثواب میں جنت میں داخل ہونا چاہیئے)

اعتراض اور جواب

علماء نے اس اعتراض کے بہت سے جواب دیئے ہیں، ایک یہ ہے کہ عمل کی توفیق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اگر اس کی رحمت نہ ہو تو نہ ایمان میسر آئے نہ عمل صالح۔ اسلئے جنت میں داخل ہونے کا اصل سبب رحمت ہے۔ اور وہ عمل جس سے جنت میں رسائی ہوتی ہے اس (رحمت) کا اثر ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ طاعات و عبادات پر عمل کرنے کی مُدّت تھوڑی ہوتی ہے اور ثواب بے انتہا اور بیحد ملتا ہے اسلئے ختم ہوجانے والے عمل کا نہ ختم ہونے والا یا دوامی انعام خدا کے فضل سے ملتا ہے عمل سے نہیں۔

Marfat.com

میں کہتا ہوں" اگر اللہ نے اپنے حکم اور شرع میں عمل کو ایسا نہ بنایا ہوتا تو عمل فی نفسہ (بجائے خود) جنت میں داخل ہونے کا سبب نہیں ہوسکتا اس نے عمل کو اپنے فضل و رحمت ہی سے جنت کے حصول کا سبب بنایا ہے اگر وہ چاہتا تو نہ بناتا مگر اس نے اسے ایسا بنایا، اپنی کتابوں میں اور رسولوں کی زبانوں پر اس کا اظہار کیا اس لئے اب جنت میں اس کے (عمل کے) سوا رسائی کی کوئی راہ نہیں، اسلئے تم عمل کو نہ چھوڑو۔ اور اللہ کی رحمت کی طمع کرو۔ کیونکہ اس نے اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ دی ہے جو پرہیزگار ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اس کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں رسول اور نبی اُمّی کی پیروی کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث

اگر یہ جوابات تمھیں پسند آئیں تو انھیں اختیار کرو اور تمھیں ان سے بہتر جوابوں کی توفیق ہو تو پیش کرو۔ اور اگر آیات و حدیث کے درمیان تعارض و رفع ہونے کی راہ نظر نہ آئے تو قرآن ہی تقدیم و ترجیح کا حقدار ہے (یعنی ایسی صورت میں حکم قرآنی کو ترجیح دو)

۵۔ پاکیزہ اعمال بہت ہیں، مثلاً نماز، صدقات، روزے، قرآن کی تلاوت، مظلوموں کی حمایت، طلبہ کے درمیان علم کی اشاعت، لوگوں کی

Marfat.com

بھلائی کے لئے جدوجہد اعمال پاکیزہ کی شان یہ بھی ہے کہ ایمان کو تقویت دیجائے اور نفس کو بلند کیا جائے اور عمل میں میانہ روی اُس پر مداومت اور پابندی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک قبولیت اور ثواب میں سب سے زیادہ محبوب اور اَولیٰ عمل وہ ہیں جنھیں ان کا کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے خواہ وہ تھوڑے ہوں کیونکہ مداومت عمل میں ہر وقت ایمان کی تقویت کا سامان رہتا ہے اور اس سے نفوس کو ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہے اور کمال کے درجوں پر سربلندی حاصل ہوتی ہے لیکن عمل کی جدوجہد ایسی نہ ہونی چاہیئے جو انسان کو عمل سے بیزار کردے اور اس کی بدولت ایمان کا درخت مرجھا کر رہ جائے اس طریقے سے نفس میں شدائد کے مقابلہ کی قوت کمزور پڑ جاتی ہے اور اُس کا نام مجاہدعا موں کے دفتر سے کاٹ کر سُست اور کاہل لوگوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دوامی تھا۔ یہاں دوام سے عرفی دوام مراد ہے جس پر عرف و رواج کے لحاظ سے مداومت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس میں وہ زمانے شامل نہیں ہیں جن میں عمل کی قدرت باقی نہ ہو۔

Marfat.com

خدا کا حق بندوں پر
اور بندوں کا حق خدا پر

عن معاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہُ قال بینما انا ردیف النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیس بینی و بینہ الا آخرۃ الرَّحل فقال یا معاذ، قلتُ لبّیک رسول اللہ و سعدیک ثم سار ساعۃً ثم قال یا معاذ بن جَبَل قلتُ لبّیک رسول اللہ و سعدیک، قال ھل تدری ما حق اللہ علی عبادہٖ قلتُ اللہ و رسولہ اعلم قال حق اللہ علے عبادہ ان یعبدوہ و لا یشرکوا بہ شیئًا، ثم سار ساعۃ، ثم قال یا معاذ بن جبل، قلتُ لبّیک رسول اللہ و سعدیک قال ھل تدری ما حق العباد علی اللہ اذا فعلوہ قلتُ اللہ و رسولہ اعلم قال حق العباد علے اللہ الّا یعذّبھم۔ رواہ البخاریؒ

Marfat.com

ومسلم واحمد وغیرہم۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، میرے اور اُن کے درمیان کجاوہ کی لکڑی کے سوا کچھ نہ تھا۔ انھوں نے فرمایا "اے معاذ" میں نے کہا، "لبیک رسول اللہ وسعدیک" (یارسول اللہ حاضر ہوں) پھر ایک گھڑی چلے پھر فرمایا "اے معاذ بن جبل" میں نے کہا، لبیک رسول اللہ وسعدیک (حاضر ہوں یارسول اللہ) فرمایا، کیا تم جانتے ہو اللہ کا حق اس کے بندوں پر کیا ہے۔ میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، پھر ایک گھڑی چلے پھر فرمایا، کیا تم جانتے ہو بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے جب وہ یہ کام کریں، میں نے کہا، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا، بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انھیں عذاب نہ دے۔ اس کو بخاری مسلم اور احمد وغیرہ نے روائت کیا۔

لغت

Marfat.com

پیچھے آپ سے اتنے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ کجاوہ کی لکڑی کے سوا کوئی چیز حائل نہ تھی۔ اس لکڑی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پشت مبارک کو سہارا دیے ہوئے تھے، آپ نے معاذ جیسے مجاہد جوان کی تواضع اور اکرام کے لئے انھیں اپنا ردیف بنایا تھا۔ دوران سفر میں ان کو مخاطب کر کے فرمایا، اے معاذ، انھوں نے جواب دیا، یا رسول اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل اور اطاعت پر اطاعت بجالانے کے لئے حاضر ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات یونہی چھوڑ دی اور تھوڑی دیر چلنے کے بعد فرمایا "اے معاذ" انھوں نے اب بھی بسر و چشم آمادگی ظاہر کی، آپ نے اس دفعہ بھی کچھ نہ فرمایا۔ اس کے بعد تھوڑی مسافت اور طے ہونے کے بعد فرمایا "اے معاذ"، اور معاذ نے حسب سابق اپنے اخلاص و اطاعت گزاری کا اظہار کیا۔ تین مرتبہ پکارنے اور متوجہ فرمانے سے معاذ میں کامل آمادگی اور خاطر خواہ توجہ پیدا ہو گئی اور ان کا ذہن اور حافظہ اچھی طرح بیدار ہو گیا کہ آپ جو کچھ فرمانے والے ہیں یقیناً بڑی اہم بات ہو گی اسے خوب یاد کر لیں۔ اب آپ نے فرمایا "اے معاذ، کیا تم جانتے ہو، اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور اس کا شکر ادا کرنے کے لئے ان پر کونسی بات واجب ہے، اس سوال سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود حصول جواب نہ تھا بلکہ آپ یہ چاہتے تھے کہ جو کچھ

Marfat.com

کہنے والے ہیں، معاذ کے دل میں اس کا اشتیاق بڑھ جائے اور وہ پوری توجہ سے سنیں، اس کے جواب میں معاذ بولے، اس کا علم اللہ کو ہے جس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور رسول کو ہے جو اللہ کی وحی لوگوں تک پہنچاتے ہیں، یہ جواب معاذ کے کمال ادب کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ اپنی حد پر ٹھہر گئے اور جس بات کا انھیں علم نہ تھا اس میں کچھ کہنے سننے کی جسارت نہ کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

جامع کلام ؟

یہ ایک جامع کلام ہے جس نے دین کی نسبت چھوٹی بڑی کوئی بات نہیں چھوڑی۔ اللہ کی عبادت اس کے لئے بندگی کرنا اور مسکنت اختیار کرنا ہے جو اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرنے سے عمل میں آسکتی ہے اس کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ ہم اس کے رسول پر ایمان رکھیں، اُس کی کتاب کی تصدیق کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں، اپنے نفوس کو مہذب بنائیں، روزے رکھکر اپنے اجسام کو صحیح و درست بنائیں، استطاعت ہو تو بیت الحرام (کعبۃ اللہ) کا حج کریں، لوگوں کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کریں، اُن کے ساتھ [illegible] بھلائی اور راستبازی اختیار کریں، اپنے

Marfat.com

اخلاق سے پیش آئیں اور اللہ کے مقررہ قانون پر قائم رہیں، اس کی حدود سے تجاوز نہ کریں۔ اس کے قاعدوں کے خلاف نہ کریں، ایسی تمام بُری چیزوں سے دور رہیں جن سے اس نے منع فرمایا ہے اور جن میں کسی کے نفس، مال یا آبرو پر زیادتی اور مخلوق کو نقصان پہنچتا ہو۔ اس کی بنیاد کتاب اللہ کے علم پر قائم ہے جو اس کی تلاوت اور اس پر غور و خوض کرنے اور سمجھنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

توحید خداوندی

اللہ کی توحید اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا یہ ہے کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ مخلوق کا مالک اور صاحب حکم ہے، اسکے سوا کوئی مضرت و منفعت پر قادر نہیں ہے بجز اس کے کہ وہی کسی کو یہ قدرت دے۔ اس کی بارگاہ میں مقرب فرشتہ، نبی مرسل، ولی عبادت گزار سب برابر ہیں۔ اس کی توحید یہ ہے کہ اچھے کام خالص اللہ کے لئے ہوں جن میں مکر و ریا کا شائبہ نہ ہو، نہ جعلسازی و منافقت ہو، ہم اس کے سوا کسی اور کو نہ پکاریں، نہ کسی اور کیلئے نذریں اور قربانیاں پیش کریں، نہ اس تک پہنچنے کا کسی کو وسیلہ بنائیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں مقام توحید کے منافی ہیں۔

Marfat.com

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ سے پوچھا کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، اللہ نے ان سے کس بات کا وعدہ کیا ہے اور اگر وہ اس کی کما حقہ عبادت کریں، دین میں اخلاص اختیار کریں، اچھی طرح اطاعت کریں، دلوں کو اس کی توحید سے معمور رکھیں اور اسے شرک کی آلائش سے پاک صاف بنائیں تو اللہ نے انھیں کونسا صلہ دینے کا عہد فرمایا ہے۔ اس کا جواب بھی معاذؓ نے پہلے کی طرح دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ واقف ہیں۔ اب آپ نے فرمایا "بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے" اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا شخص عذاب میں کیسے ڈالا جاسکتا ہے جو اس کی عبادت و اطاعت بہت کرتا ہو، اس کے احکام پر کان لگائے رہتا ہو، جیسے ہی حکم پہنچے فوراً اس کی تعمیل کرے۔ اپنے عادات و اخلاق میں اس کا اظہار کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سنے اور انھیں اپنا ہادی، پیشوا اور نمونہ قرار دے، ایسے آدمی پر عذاب کیونکر ہوسکتا ہے جس کا نفس بلند اور طاہر و پاکیزہ ہو جس میں توحید اور اس کے نور کی صفائی اور چمک کے سوا کچھ نہ ہو اور شرک کا شائبہ تک نظر نہ آتا ہو اور ایسے لوگ اس کی نعمت سے کس طرح آسودہ نہ ہوں جب کہ اس کی جنت میں اس کے مقرب بندے اور مخلص سپاہی داخل ہوا کرتے

Marfat.com

ہیں۔ اللہ تو احسان کرنے والا، رحیم اور اکرم الاکرمین ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہو اور نفس کو (ناجائز) خواہش سے باز رکھے تو بیشک جنت ہی ایسے شخص کا ٹھکانہ ہے۔)

Marfat.com

نذر طاعت

اور نذر معصیت کا بیان

عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نَذَرَ ان یُطیعَ اللہ فلیُطِعُہ ومن نَذَرَ ان یَّعصِیَہ فلا یعصِہ رواہ البخاری وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو چاہیئے کہ اس کی اطاعت کرے۔ اور جو یہ نذر مانے کہ اس کی نافرمانی کرے گا تو اسے چاہیئے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔ اس کو بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

نذر۔ نذر کی تعریف یہ ہے کہ کسی مراد کے بر آنے پر یا تمنا کے پورے ہونے پر دہ بات خود بخود اپنے اوپر واجب کرلیجائے جو واجب نہ تھی مثلاً یہ نذر کرنا کہ اگر بیٹا ہوا یا فلاں امید میں کامیابی ہوئی تو صدقہ دیا جائے گا۔ یا اعتکاف کیا جائے گا، یا تہجد کی نماز ادا کیجائے گی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی اطاعت کے لئے نذر کرے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جو کسی معصیت کی نذر مانے تو اللہ کی معصیت یا نافرمانی نہ کرے اسلئے اطاعت کی نذر کا وفا کرنا یا پورا کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (انھیں چاہیئے کہ اپنی نذریں پوری کریں) اور معصیت کی نذر کا پورا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اللہ کی نافرمانی میں کسی قسم کی تصدیق یا اُسے پورا کرنا واجب نہیں۔ پس اگر کوئی شخص جاہلوں کی ہدایت مظلوموں کے بچاؤ، مصیبت زدوں کی امداد، اقربا کی ملاقات، جہاد فی سبیل اللہ اشاعت دین، اور اعدار دین کو بھگانے کی نذر مانے تو اس پر نذر پوری کرنا واجب ہے۔ اور اگر کوئی اپنے دشمن کو زخمی کرنے اس کا خون بہانے یا مال غصب کرنے کی نذر کرے یا یہ نذر مانے کہ کسی غلط کار جماعت میں شرکت کرے گا یا کسی مجرم شخص کو انتخاب کرے گا یا شراب پیئے گا جوا کھیلے گا، یا شب بیداری کر کے مکروہات کا مرتکب ہوگا، اللہ

Marfat.com

کی نافرمانی کرے گا تو اس نذر کا پورا کرنا حرام ہے۔ طاعت فرائض اور واجبات پر مشتمل ہے۔ مثلاً فرض نماز، فرض زکوٰۃ، رمضان کے روزے، حج، بیوی اور اولاد پر نفقہ، اور مستحبات پر بھی۔ مثلاً نفل نمازیں، صدقہ جاریہ مستحب روزے، غیر مفروض یعنی رضا کارانہ حج جیسے حج تطوع کہتے ہیں۔ اس لئے ایسے واجبات۔ جو عین واجب ہوں اُن کی نذر نہیں ہوتی کیونکہ وہ بندہ کے ایجاب کے بغیر بھی واجب ہیں بلکہ نذر کے ذیل میں شمار ہی نہیں ہوتے کیونکہ نذر تو ایسی ہی بات کے ایجاب (قبول یا اقرار) کو کہتے ہیں جو واجب۔ نہ ہو اور عین واجب امور تو واجب ہی ہیں۔ رہے واجب کفایہ مثلاً جہاد اور سلام کا جواب دینا، اور مستحبات تو اُن کے متعلق نذر ہو جاتی ہے یعنی اس نذر کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ مباح امور کے متعلق نذر مثلاً کپڑا پہننے، جانور پر سواری کرنے یا سیر کرنے اور پھرنے کی نذر تو اس کے درست ہونے پر حضرت عائشہ کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے "اللہ کی معصیت سے متعلق کوئی نذر صحیح نہ ہوگی، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔ اس کو اصحاب سنن (نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد وغیرہ) اور تمام محدثین نے اس تضعیف (ضعیف کہنا) کے ساتھ کہ نذر معصیت کی نفی کی تو اس کے علاوہ نذروں کا صحیح ہونا مفہوم ہوگا، روایت کیا ہے۔ احمد اور ترمذی کے یہاں بریدہؓ کی حدیث مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ

Marfat.com

میں نے نذر مانی ہے کہ آپ کے سر پر دف بجاؤں گی۔ آپ نے اس سے فرمایا "اپنی نذر پوری کر" یہ وہ وقت تھا جب آپ ایک غزوہ پر جا رہے تھے۔ اس لئے اس عورت نے نذر کی کہ اگر آپ کو اللہ نے صحیح وسلامت لوٹایا تو دف بجاؤں گی۔

نذر مباح

امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے کہا ہے "مباح شئی کے متعلق نذر منعقد نہیں ہوتی" (یعنی اس کا ایفا واجب نہیں ہوتا) ان دونوں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں انھوں نے فرمایا "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں آپ نے ایک شخص کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ ابواسرائیل ہے اس شخص نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا سایہ میں نہ آئے گا، بیٹھے گا نہیں، بات نہ کرے گا، اور روزے رکھے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے حکم دو کہ بات کرے، سایہ میں آئے، بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے"۔ اسے بخاری ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے عبادت کی قسم کے کام کرنے کا حکم دیا

Marfat.com

اور مباح شئے سے متعلق جو چیز اس نے اپنے اوپر لازم کر لی تھی اس سے بری فرما دیا۔ اس خصوص میں احمد اور ابوداؤد نے عمرو بن شعیب سے اور انھوں نے اپنے دادا سے جو کچھ روایت کیا ہے وہ اس سے بھی واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نذر صرف ایسی شئی میں ہے جس کے ذریعہ رضائے الٰہی حاصل ہو" احمد کے یہاں کی اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن نافع مدنی ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔ اور ان دونوں (احمد و ابوداؤد) نے حضرت عائشہ کی حدیث سے اور بریدہ کی حدیث سے اس ضعف کا یہ جواب دیا ہے کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ جو شئے مباح کی قسم سے ہو، جب اس سے قربت الٰہی مقصود ہو تو مستحب کی قسم میں داخل ہو جائے۔ مثلاً دوپہر کا سونا، تاکہ اس سے شب بیداری میں قوت ملے، یا سحری کھانا تاکہ دن کو روزے رکھے جا سکیں۔ اس لئے جائز ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلامت لوٹ آنے پر خوشی کا اظہار ہی مقصود ہو جس پر ثواب دیا جائے گا۔ اور اسی طرح وہ مستحب ہو جائے۔

نذر معصیت

معصیت کی نذر کے متعلق فقہا میں اختلاف ہے کہ اس کا کفارہ واجب

Marfat.com

ہوتا ہے یا نہیں۔ ثوریؒ، اسحاقؒ، ابو حنیفہؒ اور اُن کے اصحاب اور احمدؒ اور بعض شافعی اہلِ علم اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں اور یہ قول ابن مسعودؓ ابن عباسؓ، جابرؓ، عمران بن حصینؓ اور سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے اور مالکؒ، شافعیؒ اور جمہور فقہاءؒ اس کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ یہ قول احمدؒ سے مروی ہے۔ اول الذکر اصحاب نے حضرت عائشہ کی سابقہ حدیث "معصیت کے متعلق کوئی نذر درست نہیں اور اس کا وہی کفارہ ہے جو قسم کا ہے" اور ابن عباسؓ کی اس حدیث سے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص معصیت کے متعلق کوئی نذر مانے اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے" سے استدلال کیا ہے۔ اس حدیث کو مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے۔ اس کی عام حیثیت نذرِ معصیت پر مشتمل ہے اور اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ نذر بھی قسم ہے اور جو شخص معصیت کے کام کے لئے قسم کھائے اس پر کفارہ ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے اور یہی صورت معصیت کے لئے نذر کی ہے۔

اس بات کی دلیل کہ نذر بھی قسم ہے ابن عباس کی یہ حدیث ہے انھوں نے کہا کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا "یا رسول اللہ میری بہن نے نذر کی ہے کہ وہ پیدل حج ادا کرے گی۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ تیری بہن کو مصیبت میں ڈالنے سے کوئی سروکار نہیں

Marfat.com

رکھنا اسے سواری پر نکلنا چاہیئے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دینا چاہیئے۔
اسے احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا۔ اس سے جمہور نے استدلال
کیا ہے کہ یہ غیر منعقد نذر ہے اور غیر منعقد قسم کی طرح اس سے بھی کسی
بات کا وجوب نہیں ہوتا، بلکہ اس کو نذر کہا ہی نہ جائے گا۔ کیونکہ نذر
طاعت کا التزام ہے اور اس میں معصیت کا التزام کیا گیا ہے۔

جن احادیث سے نذر معصیت کا ابطال کیا گیا ہے اور اس کے متعلق
کفارہ کا ذکر نہیں کیا گیا وہ مذکورہ حدیث اور مسلم کی اس حدیث کی طرح
ہیں کہ "اللہ کی معصیت میں کوئی نذر نہیں ہوتی اور نہ اس چیز میں جو
بندہ کی ملک میں نہیں ہے؛

نذر کی نوعیت

اول الذکر محدثین نے حدیث عائشہ کے ضعیف ہونے پر جو دلائل پیش
کئے ہیں ان کا جواب دوسرے محدثین نے دید یا ہے؛ حدیث ابن عباس
کے بارہ میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ موقوف علیہ ہے۔ عقبہ کی حدیث میں
ایسی بات ہے جو عمومیت سے مانع آتی ہے۔ کیونکہ ترمذی نے اُسے
ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے" نذر کا کفارہ جب تک نام نہ لیا جائے
قسم کا کفارہ ہے" اور ابن ماجہ نے اُسے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے

Marfat.com

جس شخص نے کوئی ایسی نذر مانی جسے موسوم نہیں کیا (آخر حدیث تک) تو مبہم نذر کے متعلق قسم کا کفارہ واجب ہے" جیسے کوئی کہے" اللہ کے لئے مجھ پر نذر ہے، اور اس سے آگے کچھ نہ کہے" اس بات میں امام شافعیؒ کے علاوہ کسی کے اختلاف کا علم نہیں۔ امام شافعی کا قول ہے" نذر مبہم منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس پر کوئی کفارہ ہے، حدیث اس پر حجت ہے۔ جمہور فقہار نذر کے قسم ہونے کی نسبت کیا جواب دیں گے۔ کیا وہ یہ کہہ دینگے کہ" معصیت کی نذر غیر منعقد قسم ہے"۔

نذر طاعت، نذر واجب، نذر معصیت، نذر مباح اور نذر مبہم کے احکام سے واقفیت ہو چکی۔ اب نذر کی دو قسمیں اور رہ گئیں

۱۔ جھگڑے اور غصے کی نذر

۲۔ محال امر کی نذر۔

ان میں سے پہلی کسی کام کے کرنے پر اُکسانے اور آمادہ کرنے کیلئے قسم کے طور پر کیجاتی ہے۔ یا اُس سے باز رہنے کے لئے اور اس سے نذر دنیا زمقصود نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص غصے کی حالت میں اپنے دشمن سے کہے" اگر میں تیرے خلاف مقدمہ نہ لڑوں تو میرا گھر صدقہ ہے" یا یہ کہے "اگر میں فلاں شخص کے ساتھ اُٹھوں بیٹھوں تو فلاں انجمن کو سو پونڈ میری طرف سے" ان میں سے پہلی صورت میں قائل کا مقصود اپنے

Marfat.com

آپ کو ایک مقدمہ کے لئے تیار کرنا ہے اور دوسری میں اس کی معاشرت یا صحبت سے اجتناب کرنا یا باز رہنا ہے، اس کا حکم وہی ہے جو قسم کا ہے۔ اگر اس نے مقدمہ دائر کر دیا یا میل جول ترک کر دیا تو اس پر کوئی بات لازم نہ ہوئی اگر ایسا نہ کیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو گیا، اسے ان دونوں باتوں میں اختیار حاصل ہے۔ یہ جمہور کی رائے ہے ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کا قول ہے کہ اس پر اپنی نذر پوری کرنا لازم ہے رہی امر محال کی نذر مثلاً روز گزشتہ کا روزہ، تو یہ منعقد نہیں ہوتی کیونکہ جو دن گزر چکا اس میں روزہ رکھنے کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔ نہ اس سے کوئی بات واجب ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنے کئے ہوئے فعل پر قسم کھائے، اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں۔ کیونکہ نذر امکان سے تعلق رکھتی ہے امر محال سے نہیں۔

Marfat.com

اسوۂ حسنہ

انتقامِ نفس سے گریز و احتیاط

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت ما خُیِّر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین قطُّ اِلّا اَخذَ اَیسَرَھما ما لم یکن اِثماً فان کان اِثماً کان اَبعَدَ الناس منہ وما انتقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنفسہ فی شیٔ قطُّ اِلّا اَن تُنتھک حرمۃ اللہ فینتقم بھا اللہ. رواہ البخاری ومسلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے جب تک وہ گناہ نہ ہو ہمیشہ ان دونوں میں سے آسان تر کو اختیار کیا، اگر گناہ ہوا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے کسی چیز میں اپنے نفس کے لئے انتقام نہ لیا مگر اس وقت جب کہ اللہ کی حرمت کی اہانت کی جائے اس وقت آپ اللہ کے لئے اس کا انتقام لیتے تھے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

لغت

انتقام۔ سزا میں مبالغہ کرنا۔

حرمۃ۔ اللہ کے حقوق میں سے ہر وہ حق جس کا ادا کرنا واجب ہو اس میں تفریط (کمی یا کوتاہی) حرام ہے۔ جس کام کا کرنا حرام ہو اسے بھی حرمت کہا جاتا ہے۔

انتھاک۔ حرمت کے خلاف کرنا، یا ناروا فعل سے اس حق کی بے حرمتی کرنا۔

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب بہت کریمانہ اور اخلاق بہت برگزیدہ اور لائق تعظیم تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور آپ کے نزدیک سب بیویوں سے زیادہ

Marfat.com

باعزت اور آپ کے آداب و اخلاق سے سب سے زیادہ واقف تھیں اس حدیث میں آپ کے اخلاق عالیہ میں سے دو خلق کا ذکر فرماتی ہیں۔ ایک یہ کہ آسان تر بات کو جب تک وہ حرام نہ ہو اختیار کرنا۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے نفس کے لئے انتقام نہ لینا، جبتک اس سے حرمات الٰہی (واجب الادا حقوق الٰہیہ) کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو اور جب ایسا ہوتا تو آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے۔ مثلاً اللہ نے آپ کو سفر یا مرض کی حالت میں روزہ رکھنے یا افطار کرنے کے درمیان ایک بات کو اختیار کرنے کا مجاز کیا تھا آپ نے ان دونوں میں سے زیادہ آسان بات کو اختیار فرمایا۔ یا آپ کو برائی کے بدلے اتنی ہی برائی کرنے یا معاف کرنے کا اختیار دیا گیا تھا، آپ نے ان میں سے معاف کرنے کو اختیار فرمایا۔ یا جو لوگ آپ کے پاس بغیر اخلاص کے فیصلہ چاہنے کے لئے آتے تھے اُن کے درمیان آپ کو فیصلہ کرنے یا اعراض (روگردانی، منہ پھیر لینا) فرمانے کا اختیار دیا گیا تھا آپ نے اُن میں سے سہل تر بات کو پسند کیا۔ اسی طرح آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آدھی رات تک یا تہائی رات تک عبادت کے لئے کھڑے ہوں یا نصف شب سے زیادہ وقت تک عبادت کریں۔ آپ اُن میں سے جس بات کو اپنے لئے زیادہ آسان خیال فرماتے اُسے اختیار کرتے۔ ایسے ہی آپ کو اختیار

Marfat.com

دیا گیا تھا کہ آپ کے لئے زمین کے خزانے کھول دیئے جائیں، یا کفایت کرنے والا رزق مقرر کیا جائے۔ آپ نے آخری شکل کو ترجیح دی تاکہ اپنے رب کی عبادت کے لئے فراغت حاصل کرسکیں اور اس کے دین کی دعوت و تبلیغ کا موقع مل جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

آپ اور تمام معاملات و حالات میں بھی یہی طریقہ اختیار فرماتے تھے مثلاً جب آپ کے گھر والے آپ کے سامنے دو باتیں پیش کرتے تو آپ اُن میں سے زیادہ آسان کو پسند کرتے۔ جب وہ آپ کو دو کھانوں میں سے کسی ایک کے لئے اختیار دیتے تو آپ دونوں میں سے اس کھانے کو اختیار فرماتے جس کی تیاری میں کم زحمت ہوتی۔ جب آپ سفر یا جہاد کے موقع پر اپنے اصحاب سے مشورہ فرماتے کہ کس راستے سے چلیں یا کس مقام پر قیام کیا جائے یا کس میدان میں لڑائی ہو اور اس وقت صحابہ دو صورتیں مشورہ کے دوران میں پیش کرتے تو آپ ان دونوں میں سے زیادہ آسان صورت کو اختیار فرماتے۔ غرض جب تک دونوں باتوں میں سے ایک معصیت میں داخل نہ ہوتی آپ اُن میں سے سہل تر بات ہی کو اختیار فرمایا کرتے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بات معصیت میں

Marfat.com

داخل ہوتی تو تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کا طاہر و پاکیزہ نفس ایسی بات سے متنفر کیوں نہ ہوتا جس سے طاعت الٰہی میں خرابی یا فرق پیدا ہو اور پاک و ناپاک چیز کے درمیان تو اختیار کا سوال ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً پانی اور شراب کے درمیان ایسی بات تو صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو دین سے ناواقف یا منافق یا کافر ہو اور شریعت کے احکام نہ جانتا ہو۔ یہ تمام تشریح آپ کے ان دو خلق میں سے پہلے خلق سے تعلق رکھتی ہے جو اس حدیث میں مذکور ہیں۔

دوسرے خلق کی تفصیل یہ ہے کہ ضعیف الایمان یا بدخو عربوں یا دشمنوں کی جانب سے آپ کے ساتھ جو سلوک ہوتا آپ اس سے اذیت یا دکھ محسوس بھی فرماتے مگر اپنے نفس کے لئے انتقام نہ لیتے مثلاً جس اعرابی نے آپ سے تند کلامی کی، یا جس نے آپ کی چادر مبارک اتنی بدتمیزی سے کھینچی کہ شانہ مبارک پر اس کا نشان پڑ گیا، ان میں سے پہلے نے آپ پر تقسیم غنیمت کے موقع پر ظلم کی تہمت لگائی تھی اور دوسرے نے آپ کو غافل پاکر آپ سے تلوار لے لی اور اس سے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے لے لیا۔ اس قسم کے جتنے لوگ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف فرما دیا۔ ان واقعات میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس سے حرمات اللہ کی

Marfat.com

توہین، یا اُس کی مقررہ شریعت سے تجاوز ہوتا، ان میں آپ کو جو ایذا دی گئی وہ اس نوعیت کی نہ تھی۔ آپ انتقام اللہ کے لئے اور اسکے دین کی مدد کے لئے لیتے تھے یا نہی عن المنکر (ممنوعہ امور سے روکنے) کا فرض ادا کرنے کیلئے۔ اسی لئے جس شخص نے آپ کی سراپا عفت رفیقۂ حیات پر تہمت لگائی تھی اس پر حد قذف جاری کرنے کے لئے آپ نے اُسے اسّی دُرّوں کی سزا دی، یا جب مکّہ فتح کیا تو آپ نے ان مشرکین کے ایک گروہ کا خون کرنے کی اجازت دی جو حرمات الٰہی کی بکثرت اہانت کر کے آپ کو ایذا دیا کرتے تھے ولا تاخذکم بھما رأفۃٌ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر (اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں ان دونوں پر مہربانی تمھیں نہ پکڑ لے (ان پر ترس نہ آجائے)

یہ حدیث آسانی اختیار کرنے اور دشواری سے روگرداں ہونے کی ترغیب دیتی ہے اور دعوت دیتی ہے کہ جن امور میں اجازت حاصل ہے اگر وہ نفس کے لئے زیادہ سہل ہوں تو اختیار کریں۔ اس حدیث سے سبق ملتا ہے کہ جب تک بدی کرنے والے حرمات دین کی اہانت نہ کریں اُن سے درگذر کیا جائے لیکن اگر ایسا کریں تو پھر انھیں معاف نہ کیا جائے وہ ہمیں امر بالمعروف (نیک کام کرنے کا حکم دینا)، اور نہی عن المنکر (ممنوع بات سے روکنا) کیطرف بلاتی ہے اور ہدایت کرتی ہے کہ ہم ایسے معاملات میں نرمی نہ برتیں۔

Marfat.com

باہمی جنگ

قاتل اور مقتول دونوں پر عتاب الٰہی

عن ابی بکرۃ نُفیع بن الحارث الثقفی، قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول، اذا التقی المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار فقلتُ یارسول اللہ هذا القاتلُ فما بال المقتول، قال اِنّہٗ کان حریصاً علے قتل صاحبہ رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی۔

ابوبکرہ نُفیع بن الحارث الثقفی سے روایت ہے، انھوں نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر مقابلہ کریں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے"، میں نے کہا "یارسول اللہ یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا یہ حال کیوں ہے" فرمایا "وہ اپنے ساتھی کے قتل

Marfat.com

کرنے پر حریص تھا" اسے شیخین، بو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

لغت

بال ۔ وہ حال جس کا اہتمام کیا جائے۔ خیال، حرص، دل وغیرہ ۔

تشریح

قتل و سرکشی ایک بڑا گناہ اور سخت جرم ہے۔ جس پر اللہ نے اپنے اس قول میں عذاب شدید کی وعید نازل فرمائی ہے، وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (اور جو شخص کسی ایمان دار کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ اس پر غصہ کرتا ہے، اور لعنت کرتا ہے اور اس نے اس کے لئے بڑا عذاب مہیا کیا ہے) مومن کا ہاتھ اس کے لئے نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی خوں ریزی کے لئے اُسے بڑھائے یا اس کی جان لے۔ وما کان لمؤمن ان یقتل مُؤمنًا اِلَّا خطأً (اور مومن کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے مگر ہو" ا)

Marfat.com

وضاحت نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وضاحت فرمائی ہے کہ جب دو مسلمان دو تلواروں یا بندوقوں یا پستولوں یا چھریوں یا گرزوں کے ساتھ (یا دوسرے آلات قتل کے ساتھ۔ کیونکہ تلوار کا ذکر تمثیل کے طور پر کیا گیا ہے) ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور اپنے ہاتھ میں کے آلات مدمقابل کی جان لینے کے لئے کام میں لائیں تو اس صورت میں قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ آپ کے یہ فرماتے وقت ابوبکرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ قاتل تو جس نے اپنے ساتھی کی جان لی ہے دوزخ کا مستحق ہے جیسا کہ قرآن کا حکم ہے، لیکن اس مقتول نے جس کا خون بہایا گیا ایسی کیا بات کی جس کی وجہ سے وہ بھی اپنے قاتل کے ساتھ دوزخ میں جائے گا؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وہ اپنے ساتھ والے کے قتل پر حریص تھا۔ اس نے قتل کا ڈول ڈالا تھا اور اسباب قتل کو استعمال کر رہا تھا۔ اگر اس کے قاتل نے عجلت سے اس کی جان نہ لے لی ہوتی تو یہ مقتول قاتل ہوتا اور جو قاتل ہے وہ مقتول ہو جاتا۔ اس لئے یہ دونوں جرم قتل میں ماخوذ ہوں گے اور دوزخ کے مستوجب۔ لیکن اگر کسی

Marfat.com

شخص نے ظلم و زیادتی یا حسد و عناد کی وجہ سے تم پر تلوار اُٹھائی ہو اور تم حق بجانب ہو کر اس کے خلاف تلوار اُٹھاؤ تو تم پر کوئی ملامت یا حرج عائد نہ ہوگا اور دوزخ تمھیں ہرگز نہ چھو سکے گی بلکہ اگر تم سفاک مجرموں کا خاتمہ کرو گے تو اکثر و بیشتر اجر کے مستحق ٹھہرو گے۔ اسطرح جب مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان نزاع اُٹھ کھڑا ہو یہانتک کہ اُن کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑک اُٹھے اور ہم خصومت کا خاتمہ کرنے کے لئے مقدور بھر کوشش کر چکیں اور لڑائی کی جگہ امن و آشتی کے قیام کے لئے امکانی سعی کر دیکھیں پھر بھی یہ دونوں گروہ یا ان میں سے ایک ملنے پر تیار نہ ہو تو ہم پر واجب ہوگا کہ برسر حق گروہ کا ساتھ دیں۔ اور سرکش گروہ سے لڑنے کے لئے اپنی تلواریں سونت لیں اور اسوقت تک اُن سے لڑتے رہیں کہ اُن کا زور ٹوٹ جائے، ہم انھیں بھگا دیں، اور وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہونے پر مجبور ہو جائیں۔ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اگر مومنوں میں سے دو گروہ باہم

Marfat.com

لڑیں تو تم دونوں کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس جماعت سے لڑو جو زیادتی پر ہو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہو۔ پس اگر وہ رجوع ہو تو اُن کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ایماندار تو آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے اپنے بھائیوں کے درمیان صلح رکھو اور اللہ سے ڈرو شاید تم پر رحم کیا جائے۔

جب کوئی شخص از راہ سرکشی و زیادتی تمھاری جان، مال یا آبرو کا قصد کرے اور تم بجز تلوار کے کسی اور صورت سے اس کی مدافعت نہ کر سکتے ہو اس وقت اگر تم تلوار سے اس کا دفاع کرو گے تو دوزخ کے حقدار نہ ہو گے۔ لیکن تمھارا یہ تلوار اُٹھانا دفاع کی نیت سے ہو قتل کی نیت سے نہیں۔ ایسی حالت میں دفاعی ضرب لگاتے ہوئے اگر تم اُسے مار ڈالو تو تم شرارت کا خاتمہ کرو گے۔ اگر تم خود مارے گئے تو اللہ کی راہ میں مارے جاؤ گے اور شہیدوں میں لکھے جاؤ گے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا،

"یارسول اللہ آپ کا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص آئے اور میرا مال

Marfat.com

چھیننا چاہے تو میں کیا کروں"

فرمایا۔

"اسے نہ دے"

کہا۔

"اگر وہ مجھ سے لڑے؟"

فرمایا۔

"تو اُسے قتل کر دے"

کہا۔

"اگر وہ مجھے قتل کر دے"

فرمایا۔

"تو تُو شہید ہوگا"

کہا۔

"اگر میں نے اُسے مار ڈالا تو اُس کا کیا ہوگا"

فرمایا۔

"اس صورت میں وہ دوزخ میں جائے گا"

اور ابو داؤد و ترمذی نے عبداللہ بن عمرو کی حدیث میں روایت کیا اور اسے صحیح کہا ہے۔ کہ "جو شخص اپنے دین کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے

Marfat.com

اور جو اپنی جان بچاتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کیلئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دوزخ کے عذاب میں قاتل ومقتول دونوں کا درجہ برابر ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کو قتل کرنے کی انتہائی کوشش کی تھی یہ بات اور ہے کہ ایک کا وار دوسرے سے پہلے چل گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں کے مدارج مختلف ہوں گے۔ قاتل کو لڑنے اور قتل کرنے دونوں جرموں کا عذاب دیا جائے گا اور مقتول کو صرف لڑنے کے جرم کا۔ اس لئے قاتل کا عذاب زیادہ شدید اور طولانی ہوگا۔

علمار کا اختلاف

علمائے سلف اور علمائے خلف کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر قاتل توبہ کرے تو کیا اس کی توبہ نفع بخش ہوگی اس سے عذاب ہٹ جائیگا یا نہیں۔ ایک جماعت نے عذاب کے نہ ہٹنے کا حکم دیا ہے انہیں سے ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ ہیں جنھوں نے سورہ نسار کی اس

Marfat.com

آیت سے استدلال کیا ہے "ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم" (آخر تک) (جو شخص کسی مومن کو بالارادہ (بے خطا و جرم) قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے) اور بہت سے لوگوں نے توبہ کے مفید ہونے کا حکم لگایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ستدلی ہے جو عباد الرحمن کی صفت میں آیا ہے "ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون، ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضاعف لہ العذاب یوم القیمۃ، ویخلد فیہ مھانا۔ الا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات، وکان اللہ غفورا رحیما" (اور وہ اُس نفس کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہیں کرتے مگر حق کے طور پر، اور زنا نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کریگا وہ گناہ سے دوچار ہوگا، قیامت کے دن اُس کے لئے دوگنا عذاب ہوگا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا، مگر وہ شخص (گناہ میں ماخوذ نہ ہوگا) جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسے لوگ وہ ہوں گے جن کی بدیوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیگا اور اللہ غفور (بخشنے والا) اور رحیم ہے، اور انہوں نے کہا ہے "یہ تو صرف استثنار ہے جو عورتوں کی آیت میں مرعی رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

استدلال کی بنا پر گناہ دفع نہ ہوگا ولکم فی القصاص حیٰوۃ (تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے) کیونکہ یہ آیت یہ ظاہر کرتی ہے کہ قصاص لوگوں کی مصلحت اور بھلائی کے لئے ہے اور بس۔ اور یہ بات بعض کو بعض سے روکنے اور باز رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ رہا مظلوم مقتول تو اس کا حق برابر باقی رہیگا جسے وہ قیامت کے دن حاصل کریگا۔ بعض کا قول ہے کہ قصاص کی وجہ سے گناہ دفع ہوجائیگا۔ کیونکہ "بدی کی سزا اسی کے مثل بدی ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی بنا پر بھی جو عبادہ بن صامتؓ کی حدیث میں قتل اور دوسرے جرائم کے ذکر کے بعد مذکور ہے "جو شخص ان میں سے کوئی جرم کرے اور پھر دنیا میں اس کی سزا پائے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو جائے گی"۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ جرم کا قصد کرنا اس کا عزم اور کامل اہتمام کرنا بھی ایسا ہے کہ اس پر آدمی کو سزا دیجائے گی اگرچہ اس سے جرم واقع نہ ہوا ہو۔ کیونکہ اس حدیث میں مقتول کے عذاب کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا اور حرص ارادہ کی زیادتی کو کہتے ہیں جیسا کہ لغت کے ضمن میں واضح ہو چکا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں اِنّہٗ اَرَادَ قتلَ صاحبہ (بیشک

Marfat.com

اس نے اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا)

ایک اعتراض

اس استنباط پر ابن عباسؓ کی اس حدیث سے جو بخاری کے یہاں مروی ہے اعتراض کیا گیا ہے "اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے پھر اس پر عمل نہ کرے تو اللہ اس کے لئے کامل نیکی لکھدیگا، اگر اس نے ارادہ کر کے اس پر عمل بھی کیا تو اللہ صرف ایک برائی (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھے گا" اسی لئے مثل بخاری کے یہاں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے۔ "جب میرا بندہ کسی برائی پر عمل کرنے کا ارادہ کرے تو جب تک وہ اس کا ارتکاب نہ کرے اس بدی کو اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اگر اس ارادہ پر عمل کرے تو اس کے مثل (یعنی جتنی بدی ہو) لکھو اگر میری وجہ سے اُسے ترک کردے تو اس کے حق میں نیکی لکھو" اس میں برائی کا ارادہ کرنے پر عذاب مقرر نہیں کیا گیا جب تک کہ اسکے ساتھ عمل بھی نہ ہو، اور اگر وہ شر کے جذبہ پر جد و جہد سے غلبہ پالے اور خدا کے خوف سے اس ارادہ سے باز آجاوے تو اُس کے لئے ثواب مقرر کیا گیا" وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی "(اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا

Marfat.com

ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہش سے باز رکھے تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔)

اس تعارض کو بعض علما نے ارادہ اور عزم کے درمیان فرق ظاہر کر کے دفع کیا ہے اور کہا ہے کہ ارادہ نفس میں بغیر استقرار کے کسی خیال کا کرنا ہے اور عزم یہ ہے کہ کوئی خیال نفس (یہاں ارادہ معصیت ہے) میں پختگی حاصل کر لے اور وہ برا ارادہ اس میں اچھی طرح گھر کر لے۔ اس صورت میں عذاب دوسری شکل یعنی اس قسم کے عزم پر ہوگا پہلی شکل پر نہ ہوگا یہ بات ایک دفع کی ہوئی چیز کو دفع کرنے اور رد شدہ شے میں فرق پیدا کرنے میں داخل ہے۔ اس پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ پھر مذکورہ حدیث میں ارادہ کی صراحت کر دی گئی ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کی حدیث میں معارض واقع ہے۔ اس لئے یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ اصل میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ مذکورہ حدیث سے صرف حرص یا ارادہ پر عذاب مترتب نہیں ہوتا بلکہ دو باتوں پر ہوتا ہے "تلوار اٹھانا اور اس سے لڑنے کے ساتھ جرم کا ارتکاب شروع کرنا اور اس پر اصرار کرنے میں سبقت کرنا" دوسرے الفاظ میں "جرم کی ابتدا اور مجرمانہ قصد جیسا کہ اہل قانون کہتے ہیں"۔ رہا بلا ارتکاب یا عمل کے محض عزم تو مذکورہ حدیث اس کے مواخذے پر دلالت نہیں کرتی، اور حدیث ابن عباسؓ اور حدیث ابو ہریرہؓ سے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ اس میں کوئی عذاب نہ ہوگا، بلکہ صیغۂ افتعال (التقی) کی تعبیر جانب شر سے ہوگی نہ کہ خیر سے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (جو کچھ اس نے (نیکی کی قسم میں سے) کیا ہے اس کا فائدہ اُسے ملے گا اور جو کچھ اُس نے برائی کی ہے اس کا وبال بھی اسی کو اُٹھانا ہوگا) یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ برے اعمال میں محسوب ہونے کے لئے شر کے لئے عمل اور ارتکاب بھی ضروری ہے، صرف نیت کافی نہیں ہے۔ البتہ خیر کی نیت میں بھی ثواب ملتا ہے۔ اس کی تائید شیخینؒ کے یہاں کی حدیث ابو ہریرہؓ سے بھی ہوتی ہے۔ بیشک اللہ نے میری اُمت کے لئے اس چیز کو معاف فرما دیا ہے جو اس کے دل میں آئے (یعنی بُرے خیالوں اور ارادوں کو معاف کردیا ہے) جب تک وہ اس پر عمل نہ کریں یا اس کے ساتھ کلام نہ کریں (یعنی جب تک بری بات پر عمل نہ کریں، یا بُری بات نہ کہیں اس وقت تک محض ارادہ پر عذاب نہیں رکھا)

ایک حجت

اس حدیث سے ان لوگوں نے بھی حجت قائم کی ہے جو لڑائی کو فتنوں میں خیال نہیں کرتے۔ مثلاً سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمرؓ، محمد بن مسلمہ، ابی بکرہ وغیرہم جو حضرت علیؓ ان کے گروہ اور حضرت عائشہؓ اور اُن کے

Marfat.com

انصار کے درمیانی جھگڑے میں شریک نہیں ہوئے فتنوں کے بارے میں جو کچھ مسلمانوں کا فرض ہے اُسے ہم نے واضح کر دیا ہے، یہ وہ فرض ہے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے اور واضح طور پر دیا ہے اس میں کوئی ابہام یا اغماض نہیں ہے۔ اور وہ دو برسرپیکار گروہوں کے درمیان مصالحت ہے۔ اگر وہ دونوں صلح سے انکار کریں یا ان میں سے ایک گروہ انکار کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑنا واجب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ گروہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے۔

اس کے بعد یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ حدیث مسلمانوں کو اُن کے باہمی لڑائی جھگڑوں پر اور اُن کی قوموں کے درمیان ہونے والی جنگوں پر ملامت کرتی ہے جس کا باعث بجز حکومت میں ترجیح و برتری اور قومی عصبیت کے کچھ نہیں ہوتا، ان کا محرک حق کی مدد نہیں، بلکہ اسی قسم کے غلبہ کی نفسانی خواہش ہوتی ہے۔ اس قسم کی لڑائیاں مسلمانوں کا اتنا خون پی چکی ہیں کہ اُن کی شوکت وسطوت ضعیف پڑ گئی اور ان کے تسلط اور دبدبے کی بنیادیں ہل گئیں ان کے سر دشمنوں کے آگے جھک گئے اُن کی گردنیں اعدائے دین کی تلواروں کے نیچے آگئیں مسلمانوں کے ملک اطراف وجوانب سے گھٹنے لگے اور مسلمان دربدر مارے مارے پھرنے لگے۔ کیا وہ ان حالات سے عبرت حاصل کریں گے؟

Marfat.com

نعمت اور نصیحت

حسد کب جائز ہے؟

عن ابی ھُریرۃَ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاحَسَدَ اِلّا فی اثنتین: رجلٌ علّمہُ اللہُ القراٰنَ فھو یتلوہُ اٰناءَ اللیل واٰناءَ النھار فسمعہ جارٌ لہٗ فقالَ لیتنی اوتیتُ مثل ما اُوتی فلانٌ فعملتُ مثلَ ما یعمل، ورجلٌ اٰتاہُ اللہُ مالًا فھو یُھلِکُہ فی الحق فقال رجل لیتنی اُوتیتُ مثل ما اوتی فلانٌ فعملتُ مثل ما یعمل۔ رواہ البخاری والنسائی وفی روایۃ للشیخین لاحسد الا فی اثنتین رجل اٰتاہ اللہ مالا فسلّطہٗ علیٰ ھلکتہ فی الحق، ورجل اٰتاہ اللہ الحکمۃَ فھو یقضی بھا ویُعلّمُھا۔

Marfat.com

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حسد جائز نہیں ہے مگر دو آدمیوں پر ایک تو اس شخص پر جسے خدا نے قرآن سکھایا ہو اور وہ دن اور رات میں اسکی تلاوت کیا کرتا ہو پھر اسے اس کا پڑوسی سنے اور کہے کاش کہ جو نعمت فلاں کو دی گئی ہے مجھے بھی دیجاتی کہ میں بھی ویساہی عمل کرسکتا جیسا وہ کرتا ہے، دوسرے اس شخص پر حسد جائز ہے جسے خدا نے مال دیا ہو اور وہ اسے حق کی راہ میں خرچ کرتا ہو اور کوئی شخص (یہ دیکھکر) کہے کہ جو نعمت فلاں کو دیگئی ہے کاش کہ مجھے بھی دیجاتی اور میں بھی ویسا ہی کرتا جیسا وہ کرتا ہے" اسے بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے اور شیخین (بخاری ومسلم) کی ایک روایت میں ہے "حسد صرف دو شخصوں پر جائز ہے ایک اس شخص پر جسے اللہ نے مال دیا ہو اور اُسے اُس مال کو حق بات میں صرف کرنے پر مسلط کردیا ہو دوسرے اس شخص پر جسے اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اُس کے ساتھ حکم دیتا ہو اور اُسے سکھاتا ہو۔

لغت

حَسَدٌ۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے کسی بھائی کے پاس کوئی نعمت دیکھے

Marfat.com

تو یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت اس سے زائل ہو کر اسے یا کسی اور کو مل جائے۔ بعض لوگوں نے حسد کی تعریف میں زوال نعمت کی کوشش کا اضافہ کیا ہے۔

غبطہ۔ یہ ہے کہ اس جیسی نعمت کے حاصل ہونے کی تمنا کرے مگر اپنے بھائی سے اس کے چھن جانے یا زائل ہو جانے کا متمنی نہ ہو۔

تلاوت:۔ قرأت، قرآن مجید پڑھنا، اصل میں یہ لفظ تلو سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پیروی۔ قرآن پڑھنے کے لئے یہ لفظ اس لئے خاص ہو گیا ہے کہ جب قرآن کی کوئی آیت پڑھی جاتی ہے تو اس کے بعد دوسری بھی پڑھتے ہیں یا اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ یا اس لئے کہ اس کی شان یہ ہے کہ پڑھکر ہدایت کا اتباع کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ بلکہ تلاوت قرآن کی تشریح ہی اُس کے اتباع اور عمل سے کی گئی ہے۔

آناء۔ ساعات، اوقات۔

هلكة۔ صرف کرنا۔

حکمت۔ علم وعمل کے ذریعہ حق تک پہنچنا یا دوسرے الفاظ میں "اشیاء کو اُن کے مقامات یا مواضع پر رکھنا" اسی لئے جو شخص نازک قسم کی باریک مصنوعات تیار کرتا ہے اُسے حکیم کہا جاتا ہے۔ یہاں حکمت سے مراد لیک اور روایت کی دلیل سے قرآن ہے۔ اور قرآن حق کو واضح کرنے والا اور حکمت عطا کرنے والا ہے۔

Marfat.com

تشریح

حسد۔ ایک ملعون عادت ہے کیونکہ اس میں لوگوں کی نعمت سے نفرت و کراہیت اور اُن کی نعمت کے زوال کی تمنّا پائی جاتی ہے۔ یہ بُری عادت صرف ایسے ہی لوگوں میں ہوتی ہے جن کے نفوس خبیث اور قلوب گُناہوں سے آلودہ ہوتے ہیں جن میں بھلائی کا جذبہ دم توڑ چکتا ہے اور اس کی جگہ شر کے محرکات زندہ و متمکن نظر آتے ہیں۔ اگر حسد میں زوال نعمت کی تمنّا کے ساتھ دوسروں کی نعمت زائل کرنے کی جدوجہد بھی شامل ہو، چغلخوری کی صورت میں یا عملی طور سے، تو اس کی لعنت چوگنی ہو جائے گی اور خرابی بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کو اس حرکت سے منع فرمایا ہے وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (اور اس بات کی تمنّا نہ کرو جس کے ذریعے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) سورۂ فلق میں اس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (پناہ مانگتا ہوں))۔

Marfat.com

حسد شر ہے

چونکہ حسد سراپا شر ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "حسد جائز نہیں ہے مگر دو شخصوں کے متعلق" استثنائے منقطع کی قسم میں داخل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کا حسد مطلقاً جائز یا پسندیدہ نہیں۔ نہ مال یا علم میں نہ جاہ و منصب میں نہ انکے علاوہ اور نعمتوں کے اقسام میں خواہ کسی کی زائل شدہ نعمت کی تمنا اپنے لئے کرو یا دوسرے کے لئے لیکن اس موقع پر دو پسندیدہ خصلتیں ایسی بھی ہیں جو حسد کی قسم میں داخل نہیں ہیں، باہم یوں کہیں گے کہ "یہاں مجازاً حسد سے مراد غبطہ (رشک) ہے اسلئے عبارت حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ ان دو خصلتوں کے سوا کسی میں غبطہ جائز نہیں اس صورت میں غبطہ کو صرف ان دونوں میں منحصر کر دینا باوجود اس کے کہ وہ ان کے علاوہ اور صورتوں میں بھی پایا جاتا ہے اس غرض سے ہے کہ ان خصائل کے درجے اور مرتبے کی بلندی اور عظمت واضح ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ نعمتوں میں سے صرف یہی دو صورتیں غبطہ کے لائق ہیں اور دوسری اس قابل نہیں۔ غبطہ اور حسد میں وہی فرق ہے جو حسد اور رشک میں ہے، رشک مستحسن ہے اور حسد نامحمود۔

Marfat.com

قابل تمنا خصلت

ان میں سے پہلی قابل تمنا خصلت جس کے حصول میں جد وجہد بہت زیبا و پسندیدہ ہے اس شخص کی خصلت ہے جسے اللہ نے قرآن کی نعمت عطا کی ہے اسے حفظ کرنے اور اس کے مضامین معلوم کرنے کی توفیق بخشی ہے جو اس میں حلال و حرام کی تفصیل، احکام، قصص، اخبار اور آداب و اخلاق درج ہیں۔ وہ ان کی شناخت سے لذت حاصل کرتا ہے، اُن کا مرتبہ و مقام سمجھتا اور پہچانتا ہے، وہ قرآن پر پوری طرح حریص رہتا ہے، اس کے احکام کو دانتوں سے پکڑتا، اُسے اپنا رفیق و جلیس اور انیس و ہم نشیں بناتا اور رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے، اس کی زبان اُس کے ذکر سے تر اور دل زندہ رہتا ہے۔ اس کی عقل روز افزوں ترقی کرتی ہے اور نفس ہدایت پر ہدایت پاتا ہے، وہ اس کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اور اس کی بدولت اپنی مشکلات حل کرتا ہے اختلافات اور نزاعات کے فیصلے کرتا ہے، شبہات کا ازالہ کرتا ہے فتویٰ کے خواہشمندوں کو اس کے ذریعے فتوے دیتا اور لڑنے جھگڑنے والوں کے جھگڑے چکاتا ہے۔ لوگوں کو اس کی طرف بلاتا اور ترغیب دیتا ہے۔ انھیں اس کی آیتیں سناتا اور احکام سکھاتا ہے، اُس کی نصائح سے نصیحت کرتا اور

Marfat.com

اس کے الفاظ و کلمات سے ہدایت کرتا ہے قرآن میں جو نعمتیں مذکور ہیں اُن کی بشارت دیتا ہے اور لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ اس لئے ایسا آدمی قرآن کا جاننے والا اس کے احکام پر کان لگائے رہنے والا اور اُس کی آیتوں کا پڑھنے والا شخص ہے، وہ اس کے احکام سے فیصلے کرتا ہے اور اس کے مضامین کی اشاعت کا فرض ادا کرتا ہے۔ اللہ نے اُسے اس حکمت کا ورثہ عطا کیا ہے جس سے وہ معاملات کو حق کی ترازو میں تولتا ہے اور ان کے متعلق قول فیصل کہتا ہے۔ یُؤتِی الحِکمَۃَ مَن یَّشَآءُ، وَمَن یُّؤتَ الحِکمَۃَ فَقَد اُوتِیَ خَیرًا کَثِیرًا، وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الاَلبَابِ (وہ یعنی اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دیجائے اسے بہت زیادہ بھلائی دیجاتی ہے اور نصیحت صرف عقل اور سمجھ والے لوگ ہی حاصل کرتے ہیں)

ہاں جسے قرآن دیا گیا ہے اس کو بہت زیادہ بھلائی عطا کی گئی ہے جسم میں صحت نفس میں طہارت، عقل میں کمال، مال میں کشائش و برکت تواضع میں عزت، رحم و شفقت میں استواری علم میں پختگی اور قول میں سچائی کی صفات عطا کی گئی ہیں۔ ایسے لوگ جو عقل و حکمت کی باتیں سُن کر نصیحت پکڑیں صرف وہی ہوتے ہیں جن کی عقلیں بلند اور ہوش و حواس پختہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اگر خوش قسمتی سے ایسا پڑوسی مل جائے جسے اللہ نے

Marfat.com

قرآن سکھایا اور دن رات اس کی تلاوت کی توفیق دی ہے تو وہ تمنّا کرتے ہیں کہ انھیں بھی ایسا حکیمانہ ذکر میسّر آئے، وہ بھی اس شخص کی طرح اس کتاب عزیز کی تلاوت کا شرف حاصل کریں اور جیسے وہ اس پر عمل کرتا ہے یہ بھی کریں۔ بے شبہ ان کی یہ تمنا ایک جائز و محمود اور لائق ستائش توقع ہو گی اور اس لائق ہو گی کہ لوگ اس میں مسابقت اور حریفانہ کشمکش سے کام لیں۔

قابل رشک

دوسری خصلت جو ترغیب و تحریص اور غبطہ کے لائق ہے اس شخص کی خصلت ہے جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو وہ اس میں تنگ دلی اور بخل نہ برتے، نہ نادان فضول خرچ بن جائے جو شراب و کباب اور ناچ ورنگ اور طرح طرح کے تعیشات اور رنگ رلیوں میں اُسے برباد کرے اور گدّوں اور مسندوں پر بیٹھا ہوا اس دولت کو ریاکارانہ دعوتوں اور شہرت افزا محفلوں اور جلسوں پر لٹاتا رہے۔ بلکہ وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو، حق قائم کرنے، قوم کی عزت بڑھانے اور ملک کو استقلال بخشنے کی جدو جہد میں صرف کرتا ہو، اُسے اپنے نفس کی تہذیب و ترقی اور اولاد کی تعلیم و شائستگی میں استعمال کرتا ہو، اس سے اعزا و اقربا کے تعلقات قرابت نباہتا اور دوستوں کی غمگساری کرتا ہو، اس کی مدد سے مدرسے

Marfat.com

کھولے، شفاخانے اور پناہ گاہیں قائم کرے، کارخانوں اور نفع بخش کمپنیوں کی تشکیل میں حصہ لے، مفید اسکیموں اور قانونوں کو راج کرائے اس سے بیواؤں اور یتیموں، مسکینوں اور فقیروں اور قرضداروں کی مدد کرے، ظالموں کا زور توڑے، مظلوموں کی مدد کرے، قیدیوں کو چھڑائے، غلاموں کو آزاد کرائے، ایسے شخص کا ہاتھ اس کے صرف کرنے میں آزاد اور ہزاروں لاکھوں روپے کی رقمیں دینے میں مختار ہوتا ہے مگر اس کا یہ اختیار اور صرف اللہ کی راہ میں ہوتا ہے، شیطان کی راہ میں نہیں۔ حق اور شرف کے لئے ہوتا ہے، فضول خرچی اور تعیّش کے لئے نہیں۔ لہٰذا جو شخص اس قسم کے مال کی تمنا کرے اور اللہ سے امیدوار ہو کہ اسے بھی ایسے کاموں کی توفیق بخشے تو وہ بھی اچھی خصلت والا اور ایک پسندیدہ قسم کے غبط کا علمبردار بن جائے گا۔

یہ ہیں وہ دو خصلتیں جو تمنّا کے قابل اور فضائل کا سرچشمہ ہیں۔ ان میں تمام مکارم جمع ہیں علم اور مال و ثروت اور بھلائی کے لئے انھیں وقف کرنے کی توفیق، غرض جملہ خوبیاں ان میں موجود ہیں۔ ان سے بڑھ کر کونسی فضیلت ہوسکتی ہے، سبقت کرنے والوں کو ایسی ہی چیز کیلئے سبقت کرنی چاہئے اور عمل کرنے والوں کو ایسی ہی فضیلت پر عمل کرنا زیبا ہے۔

Marfat.com

خیر سگالی؟
سزا اور عقوبت کی حد؟

عن معقل بن یسار قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول، ما من عبد استرعاہ اللہ رعیۃ فلم یحطہا بنصحۃ الا لم یجد رائحۃ الجنۃ و فی روایۃ اخری عنہ، ما من وال یلی رعیۃ من المسلمین، فیموت وھو غاشٌ لھم الا حرم اللہ علیہ الجنۃ - روی ذلک البخاری و مسلم۔

معقل بن یسارؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایسا کوئی بندہ بھی جس سے اللہ رعیت کی حفاظت و رعایت چاہے اور وہ اپنی خیر خواہی سے اس کا احاطہ نہ کرے (دیکھ بھال نہ کرے) جنّت کی

Marfat.com

خوشبو نہ پائے گا (مطلب یہ ہے کہ جسے بھی خدا رعیت عطا کرے اور وہ اس کا خیر اندیش نہ ہو یا اس کی خیر خواہی کے لئے جدوجہد نہ کرے تو اُسے جنت کی خوشبو نصیب نہ ہو گی) اور انھیں سے دوسرے الفاظ یہ مروی ہیں "جو والی بھی مسلمان رعیت کو دکھ دے اور اس حال میں مر جائے کہ وہ ان سے دھوکا کرتا تھا تو ضرور اللہ اس پر جنّت کو حرام کر دے گا۔

اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

لغت

رعیّت۔ وہ لوگ جن کی دیکھ بھال، انتظام اور حفاظت کسی شخص کے ذمّے ہو۔

استرعا۔ رعایت و حفاظت طلب کرنا۔

نصح۔ ایسے افعال و اقوال جن میں اس شخص کی بھلائی ہو جسے نصیحت کی جائے۔

حاط۔ احاطہ کیا، حفاظت کی۔

غشّ۔ دھوکا دیا، دل اور ضمیر کے خلاف بات کی یا کہی۔

Marfat.com

تشریح

رعیت، حاکم یا بادشاہ یا راعی کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے اس کی حفاظت اور اچھی طرح دیکھ بھال رکھنا اور اس کی مصلحت اور بھلائی کے کام کرنا راعی کا فرض ہے۔ اس لئے بادشاہ امیر رئیس، وزیر ناظم وغیرہ میں سے جس شخص کو بھی خلق یا رعیت کے معاملات اور انتظامات تفویض ہوں اس پر واجب ہے کہ وہ خیراندیشی اور خلوص کے ساتھ اُن پر حکومت کرے اور جیسا سلوک خود اپنے لئے پسند کرتا ہو ویسا ہی اُن کے ساتھ کرے۔ عدل و انصاف اور معاملات میں راستبازی سے کام لے۔ اپنی سلامتی اور عافیت اور اپنے لئے علم و ثروت کا خواہاں ہو تو انھیں امراض، نقصانات اور خطرات سے بچانے کی تدبیریں کرے، اُن کے لئے درسگاہیں قائم کرے، اپنے پاس اُن کی رسائی میں سہولت پیدا کرے، اُن کی خوشحالی اور دولت بڑھانے کے لئے صنعت و تجارت کی ترقی اور زراعت کی سرسبزی کے وسائل مہیا کرے، اپنے لئے اور اپنے مال و آبرو کے لئے، امن و امان کو دوست رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ اُن کی جان و مال اور آبرو کا محافظ بنے، جو لوگ فساد برپا کریں انھیں اپنے آہنی ہاتھوں سے سزا دے۔

Marfat.com

اور صرف تربیت و تادیب کے لئے ان ہاتھوں کو حرکت میں لائے۔ اپنے لئے عزت و سربلندی مطلوب ہو تو ان کی عزت و آبرو اور شرف و تربیت کے لئے سرگرم عمل ہو۔ مختصر یہ ہے کہ اپنے آپ کو رعایا میں سے ایک فرد فرض کر کے اُن کے ساتھ وہی سلوک کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور سے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی رعیّت کی پوری خبر گیری نہ کرے اور اپنے قول و فعل سے اُن کا محافظ نہ بنے بلکہ اُن کا ایک غافل، فراموش کار، بے پروا اور دھوکا دینے والا یا ریاکار، ظالم حاکم اور زبان سے میٹھی میٹھی باتیں کرے اور اُس کا دل اُن کی دشمنی بدخواہی سے معمور رہے، ظاہر میں اُن کی بھلائی کرتا ہوا نظر آئے مگر حقیقت میں اُن کی تباہی کے بیج بو رہا ہو، لوگوں کی نظروں میں عابد و پرہیزگار اور متقی بنا ہوا ہو لیکن دل میں اُن کے خلاف جعل و فریب اور عداوت کے منصوبے باندھتا رہے۔ جو شخص اس قسم کا ہو اور اپنے فریب و دغا سے باز نہ آئے بلکہ برابر اس لعنت میں مبتلا رہے یہاں تک کہ اسی حالت میں مر جائے تو اللہ ایسے شخص پر جنّت کو حرام کر دے گا۔ اُسے جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہو گی اُس کا ٹھکانا تو دوزخ ہی ہو گا۔ اس کا کوئی معاون و مددگار بھی نہ ہو گا۔

Marfat.com

سخت وعید

بے شبہ یہ ایک سخت وعید ہے اور بڑا دردناک عذاب' اور یہی عدل و انصاف اور حق ہے۔ جو شخص ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو دھوکا اور فریب دے' سالہا سال اُنھیں ذلت و خواری میں مبتلا رکھے اور لذت حیات سے محروم۔ یقیناً وہ اس سے کئی گُناہ زیادہ عذاب کا سزاوار ہے۔ اللہ بندوں کے لئے ظالم و جفا کار نہیں۔

Marfat.com

جھگڑالو؟
خدا کے نزدیک مبغوض ترین

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔ اخرجہ البخاری ومسلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض (قابل نفرت) شخص نہایت سخت جھگڑالو آدمی ہے، اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

الدّ۔ بہت جھگڑا کرنے والا۔

لَدَادَ۔ سخت خصومت۔

خصم۔ وہ جھگڑالو شخص جو لوگوں سے اُلجھے اور اُن پر غالب رہے۔

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ وہ شخص اللہ کی رحمت، محبت، اعانت اور دوستی میں اللہ سے سب سے زیادہ دُور ہے۔ بلکہ اُس کے غضب، لعنت، عذاب اور سزا کا سب سے زیادہ حقدار ہے جو لڑائی جھگڑے میں بہت زیادہ شدّت برتتا ہے اور یہاں تک جھگڑے جاتا ہے کہ اپنے حریف پر غلبہ پا لے۔

یہ حدیث اپنے مفہوم کے لحاظ سے ایسے شخص کے لئے بھی ہوسکتی ہے جو اپنا حق پورا لینے کے لئے جھگڑتا ہو مگر دراصل ایسا شخص اس کے ضمن میں نہیں آتا، کیونکہ حقدار کو کہنے سننے کا حق ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس سے مراد وہی شخص ہے جو باطل یا ناحق بات کے لئے یا بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہو مثلاً وہ وکیل جنھوں نے مقدمہ

Marfat.com

پر غور وخوض نہ کیا ہو، مسئلہ پر عبور حاصل نہ کیا ہو، یا کیا ہو اور اس کے جھوٹے یا ناحق ہونے کو جان لیا ہو پھر بھی وکالت کر رہے ہوں، یا وہ لڑاکو لوگ جو غلط رایوں اور گمراہ کن عقائد کی حمایت کرتے ہوں اور اس سے عوام کو گمراہ کرتے ہوں، یا کوتاہ عقل لوگ خواہ اپنی تالیف سے گمراہی پھیلائیں یا مجالس میں گفتگو سے سب برابر ہیں۔

حد سے تجاوز

اس نوع کی مذمت میں وہ شخص بھی داخل ہے جو حق کے لئے لڑنے جھگڑنے میں ضرورت سے زیادہ تجاوز کر جائے، اپنے دشمن کو ستانے کے لئے گالیاں دے یا جھوٹ بولے یا اس سے از راہ عداوت لڑے تاکہ اُسے مغلوب کرے یا رسوا کرے، اور باطل کی مدافعت کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ (ان لوگوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرو جو اپنے نفسوں کو دھوکا دیتے ہیں بیشک اللہ بہت زیادہ فریبی اور گناہگار شخص کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

قرآن کی تلاوت

فضیلت اور ثواب کا بیان!

عن ابی موسی الاشعری عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال مثل الذی یقرأ القراٰن کالاُترجۃ طعمھا طیّبٌ وریحھا طیبٌ، والذی لایقرأ القراٰن کالتمرۃ طعمھا طیّبٌ ولا ریح لھا، ومثل الفاجر، فی روایۃ المنافق — الذی یقرأ القراٰن کمثل الرّیحانۃ ریحھا طیبٌ وطعمھا مُرٌّ، ومثل الفاجر — فی روایۃ المنافق — الذی لا یقرأ القراٰن کمثل الحنظلۃ طعمھا مُرٌّ، ولا ریح لھا، وفی روایۃ. المؤمن الّذی یقرأ القراٰنَ ویعمل بہ......والمؤمنُ الذی لایقرأ.......... رواہ الشیخان وابوداؤد والترمذی والنسائی۔

Marfat.com

ابو موسیٰ اشعریؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص قرآن پڑھتا ہے اُس کی مثال لیموں کی سی ہے، اس کا مزہ اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے اور جو شخص قرآن نہیں پڑھتا ہے اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس کا مزہ اچھا ہے مگر اس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی۔ اور اس بدکار کی مثال ـــ ایک روایت میں ـــ اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو گلدستہ کی سی ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور مزہ کڑوا اور اس بدکار کی مثال ـــ ایک روایت میں ہے ـــ اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن کی سی ہے جس کا مزہ بھی کڑوا ہے اور جس میں کوئی خوشبو بھی نہیں ہوتی۔ اور ایک روایت میں ہے "وہ مؤمن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے"...... اور وہ مؤمن جو قرآن نہیں پڑھتا ـــــ اس کو شیخین، ابوداود، ترمذی، اور نسائی نے روایت کیا۔

لغت

اُترُجّ ـ ایک پھل (لیموں) اُترُجّۃ واحد ہے۔ اترج (لیموں) چار چیزوں سے مرکب ہے پوست، مغز، ترشی اور بیج۔ ان میں سے ہر ایک

Marfat.com

کے علیحدہ علیحدہ فوائد ہیں جن کی تفصیل طبی مفردات کی کتابوں میں درج ہے۔ یہ ایک خوش شکل پھل ہے جو چھونے میں نرم اور کھانے میں خوش مزہ ہوتا ہے۔ منہ کو خوشبودار بناتا ہے اور اس کی خوشبو ہوا کی خرابی کو دور کر دیتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایران کے بعض کسریٰ (قیصر) اطبا کے ایک گروہ سے ناراض ہوئے اور اُن کی قید کا حکم دے دیا۔ دوران قید میں انھیں صرف ایک سالن اختیار کرنے کی اجازت دی گئی۔ انھوں نے لیموں پسند کیا۔ لوگوں نے کہا تم نے اسے اور چیزوں پر کیوں ترجیح دی، انھوں نے جواب دیا، اسلئے کہ وہ خوشبودار ہے اسے دیکھنے سے فرحت ہوتی ہے، اس کا پوست خوشبودار اور جرم (یا مغز) میوہ ہے اور اس کی ترشی سالن کا کام دیتی ہے۔ تخم تریاق ہے اور اس میں روغن ہوتا ہے۔

ریحان: خوشبودار نباتات۔ اس کا واحد ریحانہ ہے، عربوں میں اس کی اقسام میں آس مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے اس کی خوشبو فضا کے جراثیم کو مار دیتی ہے۔

حنظل۔ ایک نبات جو تربوز کی طرح زمین پر پھیلتی ہے اور اس کا پھل بھی تربوز سے مشابہ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے بہت چھوٹا ہوتا ہے اور کڑوے پن میں اس کی مثال دی جاتی ہے۔ اردو میں اسے اندرائن

Marfat.com

کہتے ہیں۔

تشریح

ایمان سعادت کا راستہ ہے اور بدکاری و نفاق بدبختی کا وسیلہ ہے۔ قرآن اس دین کا تناور درخت ہے جس سے اس کے فنون کی شاخیں پھوٹی ہیں اور متعدد علوم، فقہ، توحید، تصوف، حکمت، اصول، اخلاق، وعظ و قصص وغیرہ نکلے ہیں۔ قلب کو اس سے جتنا لگاؤ ہوتا ہے اور عقل اس میں جتنا غور و تدبر کرتی ہے اتنا ہی انسان کا درجہ ہدایت اور علم میں بلند ہوتا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے جنھیں قرآن سے تعلق ہے اور جو اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ یہ ایمان ظاہری ہو۔

پہلا شخص یا گروہ

ان میں پہلا شخص یا پہلا فریق وہ ہے جس کا دل اور اعضاء و جوارح ایمان سے بھرپور ہیں وہ اللہ پر یقین اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس کی کتاب کی تصدیق کرتا اور اس کے دین پر عمل کرتا ہے اس نے قرآن کے ایک حصہ کی تلاوت اپنا معمول بنا لیا ہے۔ وہ تہجد میں بستر پر

Marfat.com

فرش پر یا د فتریں بیٹھے بیٹھے اس کی تلاوت کرتا ہے اور دن کے اوقات
یں کھڑے بیٹھے رکوع میں یا سجود میں جب موقع مل جائے اُسے پڑھتا
رہتا ہے۔ اس کا قلب اللہ کے ذکر سے غافل ہی نہیں ہوتا کہ شیاطین
اس پر قابو پائیں اور سیدھی راہ سے بھٹکا دیں، اس کی یہ تلاوت صرف
زبان، ہونٹوں، باچھوں اور حلق کی مدد سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا دل
پڑھتا ہے اور ہوش وحواس اُسے دُہراتے ہیں اسی لئے خشیت (خوف
الٰہی) اور ہدایت اس کا پھل ہے اور عمل واستقامت اس کا نتیجہ ہوتا ہے
ایسے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش مزہ وخوشبودار لیموں
سے تشبیہ دی ہے۔ اگر تم اس قسم کے آدمی کی آزمائش کرو، اس کے
ساتھ اُٹھو بیٹھو، کسی قسم کی معاملت رکھو تو اُسے ایک باوفا، نیکوکار اور
پرہیزگار شخص پاؤ گے جو حق کی جیسی چاہیئے ویسی تقدیس کرتا ہے اور باطل
سے کما حقہٗ نفرت کرتا ہے۔ سونگھو تو اُس میں پاکیزہ خوشبو اور لطیف
مہک پاؤ گے جس سے دلوں میں زندگی اور نفوس میں چستی پیدا ہوتی ہے۔
اور عقلیں جلا پاتی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، آخر یہ قرآن کی مہک ہے اور
اس کی وہ خوشبو ہے جو اس کے تر معطر زبان اور زندہ و پاکیزہ
قلب سے پھیلی ہے۔

Marfat.com

دوسرا شخص یا فرقہ

ان میں سے دوسرا شخص یا گروہ وہ ہے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے اس کے احکام پر عامل ہے، اس کی رہنمائی سے ہدایت پاتا ہے اور اس کے اخلاق سے متصف ہے لیکن اُسے قرآن کی تلاوت اور اُسے حفظ کرنے کی نعمت نصیب نہیں ہے، یہ شخص کھجور کی طرح ہے جس کا مزہ اچھا ہوتا ہے۔ یہ شخص خوش اخلاق، راستباز اور نیک طینت ہے مگر جیسے کھجور میں خوشبو نہیں ہوتی اس میں بھی نہیں ہے کیونکہ قرآنی مسک کی مہک سے محروم ہے اگرچہ اس کا قلب قرآنی سلسبیل میں دھلا ہوا ہے اور وہ اپنے عمل میں اس کا نمونہ پیش کر چکا ہے۔

تیسرا شخص یا طائفہ

تیسرا شخص فاجر یا منافق ہے اس میں ایمان صرف نام کے لئے ہے۔ یہی حالت اُس کے دین کی ہے کہ رسم کے طور پر اختیار کیے ہوئے ہے یوں تو وہ قرآن پڑھتا ہے کبھی اسے خوب حفظ بھی کرتا ہے۔ اس کی قرأت کے طرز و اسلوب سے بھی واقف ہے اور تجوید و ترتیل سے بھی بے بہرہ نہیں ہوتا مگر اس کی یہ تلاوت اس کے گلے سے آگے

Marfat.com

نہیں بڑھتی نہ ہنسلی سے تجاوز کرتی ہے۔ اسے آزما کر دیکھو تو تم اس کا دل سیاہ، قلب تاریک، اخلاق تلخ اور عمل مضرت رساں پاؤ گے۔
اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گلدستہ سے مشابہ فرمایا ہے، سونگھنے میں خوشبودار اور چکھنے میں تلخ اور چرپرا۔ اسی طرح یہ شخص قرآن پڑھتا ہے تو نفوس اسی طرح راحت پاتے ہیں جیسے خوشبوؤں سے انھیں راحت محسوس ہوتی ہے لیکن اس کا قلب اور نفس بدی سے لبریز ہوتے ہیں تم اُس کے ساتھ رہ سہ کر اس کی تلخی اور آلودگی محسوس کر سکتے ہو۔ اس قسم کے آدمی پر قرآن مجید کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا، کیونکہ نفاق اور فسق و فجور نے اس کے دل پر مہر کر دی ہے نہ اس پر کوئی نصیحت کارگر ہوتی ہے نہ وعظ و پند اثر کرتی ہے۔

چوتھا شخص یا جماعت

ان میں سے چوتھا شخص وہ منافق و فاجر ہے جسے قرآن سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا نہ علم کے لحاظ سے نہ عمل اور تلاوت و حفظ کے اعتبار سے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرائن کے پھل سے تشبیہ دی ہے جس میں کوئی بو نہیں ہوتی اور مزہ بھی تلخ اور ناگوار ہوتا ہے۔
جس شخص کا نفس فسق و فجور کا حامل ہے اور منافقت کے ماحول

Marfat.com

میں پروان چڑھا ہے۔ لوگوں کو اس سے سابقہ پڑے تو اس کی بدولت تکلیف پاتے ہیں اور ان کے نفوس بھی آلودہ ہو جاتے ہیں۔ انھیں اس سے کسی بھلائی کی بو نہیں آتی کیونکہ وہ خوشبوؤں کی خوشبو اور عطروں کی روح یعنی کتاب اللہ کی مہک سے محروم ہے جس سے آنکھوں میں روشنی، دلوں میں انشراح اور نفوس میں زندگی پیدا ہوتی ہے، قلوب پاک وصاف ہو جاتے ہیں اور کان لطافت و فرحت کا گہوارہ بن جاتے ہیں۔

یہ ہیں وہ چار اقسام کے لوگ جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمثیل کے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اب تم خود ہی اپنی جگہ غور کرو اور سوچو کہ تم ان میں سے کس گروہ میں شامل ہو۔ میرا گمان تو یہ ہے کہ تمھیں مومن، مخلص، سوجھ بوجھ والا قاری اور پرہیزگار عامل قرآن ہونا چاہیے۔

Marfat.com

تسبیح وتقدیس خدائے بزرگ وبرتر کی

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن، خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم، رواہ الشیخان والترمذی والنسائی وابن ماجۃ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دو کلمے اللہ کو محبوب ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان میں بھاری ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ہیں۔ اسے شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

رحمٰن ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس سے صفت سے بھرپور ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ رحمت وہ عنایت ہے جو مرحوم (جس پر رحم کیا جائے) پر احسان کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس کا اطلاق مجرد عنایت اور مجرد احسان پر ہوتا ہے۔

سبحان ۔ اصل میں مصدر ہے تسبیح کے معنی میں جیسے غفران، اس کے معنی ہیں نقائص سے پاک کرنا۔ اس کی اصل اللہ کی عبادت میں کوشش کرنا ہے۔ یہ لفظ سبح سے ماخوذ ہے اور سبح پانی یا ہوا میں تیزی سے گزرنے یا تیرنے کو کہتے ہیں۔ نحوی کہتے ہیں "سبحان مصدر کے موقع پر واقع ہوا ہے اور فعل محذوف سَبَّحْتُ اللہَ سُبحانا"، یعنی تسبیحًا کی بنا پر منصوب ہے (اس کے آخر حرف (ن) پر زبر ہے) اکثر اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

حمد (الحمد للہ) اللہ کی تعریف، اس کی بلند صفات کے ساتھ۔ بعض لوگوں کا قول ہے "سبحان اللہ و بحمدہ" میں "و" حال کے لئے آیا ہے۔

Marfat.com

تشریح

اللہ تعالیٰ کا ذکر مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور کوتاہ ہمتوں میں تیزی و مستعدی پیدا کرتا ہے، اس سے انسان پرہیزگار اور پاک دامن بنتا ہے اور شیطان کے بہکانے سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ ذکر اس کے اور گناہوں کے درمیان دوری پیدا کرتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔ (بے شک نماز بے حیائی اور گناہ (بری بات) سے روکتی ہے اور بے شک اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ذکر الٰہی کے لئے ایک ایسا فقرہ بیان فرمایا ہے جو نہایت آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔ اس کے محفوظ کرنے میں کوئی صعوبت یا دقت نہیں ہوتی، ساتھ ہی یہ بڑا مؤثر اور نفع بخش ہے۔ مؤمن پر اللہ کے بے انتہا فیضان میں سے بکثرت خیر و برکت کی بارش کرتا ہے اور اس کے لئے بڑا اجر مہیا کرتا ہے۔ اس کی بدولت نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں اور بدیاں محو ہوتی ہیں۔ یہ انسان میں اخلاص پیدا کرتا ہے۔ اور نفس کو دنیوی مشاغل اور قلب کے وسوسوں سے خالی کرتا ہے۔ اللہ جس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اس کے

Marfat.com

لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ وہ تھوڑے عمل پر بہت سا اور بڑا ثواب دے، کیونکہ اس فقرہ میں اللہ کا شریک و نظیر سے پاک ہونا بیان کیا گیا ہے اور اس کے انعامات اور فضل و کرم پر اس کی حمد و تعظیم کی گئی ہے جس کا وہ اہل ہے۔

ایمان کامل

یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ یہ فضائل صرف ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ سے دعا کرنے میں خلوص رکھتے ہیں، جن کے ایمان کامل ہیں، معصیتوں اور حرام سے اجتناب کرتے ہیں اور ایسے گناہوں سے دور رہتے ہیں جن پر اللہ غضبناک ہوتا ہے۔ اس لئے یہ گمان ہرگز نہ کرنا کہ جو شخص لگاتار ذکر کرتا رہے اور نفسانی خواہشوں میں بھی پورے اصرار کے ساتھ منہمک رہے اور حدود الٰہی کی اہانت کرے وہ بھی مقدس و پاکیزہ لوگوں میں شامل ہوگا اور صرف ان کلمات کے زبان پر جاری کر لینے سے جن کا اثر اس کی زبان سے آگے نہیں بڑھتا برگزیدہ لوگوں کا مقام و مرتبہ حاصل کر لے گا۔

یہ حدیث ہدایت کرتی ہے کہ اعمال و اقوال میں بھی ثقالت اور خفت (بھاری پن اور ہلکا پن) ہوتی ہے، ایسے اعمال و اقوال وزن میں بھاری

Marfat.com

ہوتے ہیں جو خالص اللہ کے لئے ہوں۔ اور جن میں ریا اور غفلت کا شائبہ
ہو، جو حضورِ قلب کے ساتھ نہ کیے گئے ہوں، ان کا پلہ ہلکا ہوتا ہے۔
بے شبہ اعمال مثالی صورتیں رکھتے ہیں اور ان میں اخلاص کا
وجود ان صورتوں کی روح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس شخص نے دن میں ایک مرتبہ سبحان
اللہ وبحمدہ کہا۔ اس کی خطائیں گھٹ جاتی ہیں اگرچہ وہ سمندر
کے بھین کی طرح (بکثرت) ہوں۔

Marfat.com

سلام کا رواج
سرکار رسالت کی تاکید

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: والذی نفسی بیدہ لا تدخلون الجنۃ حتی تؤمنوا، ولا تؤمنون حتی تحابوا، الا ادلکم علی شئ ان فعلتموہ تحاببتم، افشوا السلام بینکم، ھذا الحدیث رواہ مسلم فی کتاب الایمان و کذلک رواہ ابوداؤد و الترمذی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگے جب تک ایمان نہ لاؤ۔ اور ایمان نہ لاؤ گے (یعنی کامل ایمان والے نہ بنو گے) جب تک باہم

Marfat.com

محبت نہ کرو، کیا میں تم کو ایک ایسی بات کی رہبری نہ کروں جسے تم کرو تو باہم محبت کرنے لگو؟ اپنے درمیان سلام کو رائج کرو

اس حدیث کو مسلم نے کتاب الایمان میں روایت کیا ہے اور اسی طرح اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کی قسم کھا کر تین باتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ ایمان کے ساتھ جنت میں داخل ہونا۔

۲۔ باہم محبت سے ایمان (کامل) ہونا۔

۳۔ سلام کی اشاعت کا وسیلۂ محبت بننا۔

اس حدیث میں قسم، مضمونِ قسم کی سچائی میں تاکید اور استواری ظاہر کرنے کے لئے آئی ہے۔ ان میں سے پہلی بات یعنی ایمان کے ذریعے جنت میں جانا ایک ایسی بات ہے جس پر قرآن کی بکثرت آیات دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً "إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ۔ (بیشک جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا) اور

Marfat.com

وَمَن یَأۡتِہٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰی۔ جَنّٰتُ عَدۡنٍ (اور جو اس کے (اللہ کے) پاس مومن ہو کر آئے اور اس نے نیک عمل کئے ہوں تو ایسے لوگوں کے لئے بلند مراتب اور ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں) ایمان اس قلبی تصدیق کو کہتے ہیں جو اعمال صالحہ کے لئے اعضا کو حرکت دیتی ہے۔ اس لئے جو شخص حقیقی مومن ہوگا اس کو دوزخ کا عذاب مس نہ کرے گا لیکن جس کا ایمان بداعمالیوں سے آلودہ ہوگا وہ اپنے کئے کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

محبت باہمی

دوسری بات یعنی باہم محبت سے ایمان کی تکمیل، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ "وہ بھائی ہیں" اور محبت اخوت کی شان ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ جب کوئی شخص... کسی عقیدہ پر پختہ ہو جاتا ہے تو ایسے ہی عقیدہ والوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اس لئے جس مومن کے اعمال واخلاق شرعی قاعدوں کے مطابق ہوں گے، وہ انھیں لوگوں کو محبوب رکھے گا جو اس بات میں اس سے ملتے جلتے یا مشابہ ہوں۔ یہ ایک عام بات ہے کہ جو لوگ کسی ایک جماعت سے نسبت رکھتے ہیں یا ایک مقصد

Marfat.com

میں متفق ہوتے ہیں اُن کے درمیان الفت و محبت موجود ہوتی ہے۔

رہی تیسری بات تو سلام کرنے سے سلام کرنے والے کا میلان اس شخص کی جانب ظاہر ہوتا ہے جسے سلام کیا گیا ہے۔ جب یہ باہم سلاموں کا تبادلہ کرتے ہیں تو گویا اپنے میلانات کا تبادلہ کرتے ہیں پھر جب سلام کی تکرار ہوتی ہے تو اس رجحان اور میلان میں اضافہ ہوتا ہے اور باہم محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر سلام کو لوگوں کے درمیان عام کیا جائے تو اُن کی محبت حاصل ہو گی اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے ہوئے اور انجانے ہوئے دونوں شخصوں کو سلام کرنے کی ترغیب دی ہے اس حدیث میں سلام کے لئے جو امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہ اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے لیکن ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ سلام میں پہل کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ کم سے کم سلام یہ ہے کہ السلام علیکم کہے اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کے ساتھ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا اضافہ کرے جس کو سلام کیا گیا ہے اگر وہ ایک ہو تو اس پر جواب سلام عین واجب ہے۔ اگر ایک کے بجائے جماعت ہو تو جواب دینا فرض کفایہ ہو گا (یعنی جماعت میں سے کوئی جواب دے تو کافی ہو جائے گا)

اور حدیث میں ہے" جماعت کی طرف سے کافی ہے کہ ان میں سے

Marfat.com

کوئی ایک جواب دیدے"۔ اسے احمد اور بیہقی نے روایت کیا۔ سلام جس طرح ملتے وقت ہوتا ہے جدا ہوتے وقت بھی ہوتا ہے۔ بموجب حدیث جب تم میں سے کوئی بیٹھے تو سلام کرے، جب کھڑا ہو تو سلام کرے۔ ان میں سے پہلی بات کو حق کے لحاظ سے دوسری پر فضیلت نہیں ہے (یعنی دونوں برابر ہیں)

بعض علماء نے کہا ہے کہ "سلام" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسلئے السلام علیکم کے معنی یہ ہیں کہ "تم اللہ کی حفاظت میں رہو" جیسے لوگ کہتے ہیں" اللہ تمھارے ساتھ ہو" یہ بھی کہا گیا ہے کہ 'السلام' سلامتی کے معنی میں ہے۔ اس صورت میں سلام کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی سلامتی ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے۔

غرض السلام علیکم مسلمانوں کا شعار ہے اس لئے جو مسلمان اپنے شعائر دین کی حفاظت اور اس کی قدر وقیمت کا علم رکھتا ہو اس کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اس سلام کو کسی اور لفظ سے بدلے۔ مثلاً اسکے بجائے تبارک سعید، شب بخیر، آداب عرض، تسلیمات عرض، بندگی نمستے وغیرہ استعمال کرے۔

Marfat.com

مقام شرم
ثواب فراواں کی بشارت

عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من رأی عورۃ فسترھا کان کمن احیا مَوءُودۃً۔ اخرجہ ابو داؤد و النسائی۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کسی شرم کی چیز (شرمگاہ، مرد یا عورت کی) دیکھے اور اسے ڈھانک دے تو وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کو جلا دے (زندہ نکال لے) (یعنی جتنا ثواب ایسے شخص کو ملے گا اتنا ہی ستر ڈھانکنے والے کو ملے گا) اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

عورۃ۔ اصطلاحاً ہر وہ چیز جس کے کھلنے سے شرم آئے۔ ہر عیب یا خلل جو کسی چیز میں پیدا ہو جائے۔

مَوْءُدَۃ۔ وہ لڑکی جو مٹی میں زندہ دفن کر دی جائے۔ اس کے احیاء سے مراد اُسے مرنے سے بچا لینا ہے۔

تشریح

شرمگاہوں یا عیبوں کا چھپانا یا ڈھانکنا ایک مطلوب و مرغوب طریقہ ہے کیونکہ اُن کا کھلنا یا ظاہر ہونا عداوت اور قطع تعلقات کا باعث ہوتا ہے۔ جن عیبوں یا شرمگاہوں کو چھپایا جاتا ہے یہ وہی ہیں جن کو پوشیدہ رکھنا ظاہر کرنے سے زیادہ قرین مصلحت ہے لیکن جب عیوب کو پوشیدہ رکھنے میں دینی فساد ہو۔ مثلاً کوئی شخص کسی آدمی کو خون کرتے دیکھے اور اُسے مخفی رکھا جائے تو اُس کی جرأت و جسارت شر کے امور میں اور بڑھ جائے گی۔ اس لئے اس حرکت کی اطلاع کر دینا واجب ہوگا بلکہ اس قسم کے امور کا انکشاف کرنا جس سے لوگوں کے مال و جان کی حفاظت ہوتی ہو ایک ثواب کا کام ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر چھپانے والے کو ایسے شخص سے تشبیہ دی ہے جو زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو زندہ نکال لے یعنی اُسے زندہ درگور ہونے سے بچا لے، جیساکہ اللہ تعالی کے اس قول میں ہے۔ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (اور جو شخص اس کو بچا لے وہ گویا تمام لوگوں کو بچا لے گا) ان دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کی شرمگاہ کو ڈھا کے وہ اس کی (ادب سے تعلق رکھنے والی یا) ادبی زندگی کو حیات بخشے گا۔ وہ اس کی برائی لوگوں میں نہ پھیلائیگا۔ نہ اپنے احباب اور قوم میں اس کے شرف کے بارے میں رخنہ پیدا کر سکے گا۔

زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچانا روحی احیا (روح کو زندہ کرنا) ہے اور بعض اوقات حقیقی زندگی شرف و کرامت کی راہ میں آسان ہوا کرتی ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر عورت کرنے والے کو مذکورہ قسم کی لڑکی کے بچانے والے سے تشبیہ دی ہے کیونکہ ان میں سے ہر صورت میں ایک زندگی بچائی جاتی ہے۔

اس حدیث کا مقصود ستر عورت کی ترغیب دینا ہے بشرطیکہ اس سے کوئی بڑا فساد برپا نہ ہوتا ہو۔

Marfat.com

اعتدال و توسط
اکل و شرب کے معاملہ میں

عن المقدام بن معدیکرب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما ملأ آدمی وعاءً شرًا من بطنہ بحسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ وان کان لامحالۃ فاعلا فثلث لطعامہ وثلث لشرابہ وثلث لنفسہ۔
اخرجہ الترمذی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ۔

مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اپنے پیٹ کے بُرے برتن میں جو کچھ ابن آدم کے لئے کافی ہونے کے اعتبار سے بھرتا ہے وہ چند چھوٹے لقمے ہیں جو اس کی ریڑھ کی ہڈیوں کو سیدھا رکھتے ہیں۔ اور اگر پیٹ کو بھرنا ناگزیر ہی ہو تو (معدہ کا)

Marfat.com

تہائی حصہ اس کے کھانے کے لئے اور تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی حصہ سانس لینے کے لئے ہونا چاہیئے۔ اسے ترمذی ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔

لغت

بحسب۔ بقدر کفایت

صلب۔ ریڑھ کی ہڈی۔

تشریح

یہ حدیث شکم سیری اور کھانے پینے میں اسراف کی مذمت بیان کرتی ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس آیت کے ذریعے اس حرکت سے منع کیا گیا ہے کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔ (کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو بیشک وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) شکم سیری میں دینی و دنیوی مفاسد دونوں ہیں، پیٹ بھر کر کھانا ذہن کو کند کرتا ہے جس سے سوجھ بوجھ میں رکاوٹ، سستی اور نیند پیدا ہوتی ہے۔ اور جو شخص سوتا بہت ہے وہ اپنے اس وقت کا

Marfat.com

گلا گھونٹتا ہے جو اس کی عملی زندگی کا سرمایہ ہے اور بہت سی دینی اور دنیوی مصالح میں نقصان اُٹھاتا ہے۔ بہت کھانے کا انجام بسا اوقات بدہضمی ہوا کرتا ہے اور اس سے بہت سے امراض ایسے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں جن کا مقابلہ یا تدارک انسان کے بس کی بات نہیں۔

حضرت لقمانؑ کی نصیحت

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو وصیتیں کی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے۔
"اے بیٹے جب معدہ بھر جاتا ہے فکر سو جاتی ہے، حکمت گونگی ہو جاتی ہے۔ اعضاء عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کھانے پینے میں اختصار سے کام لیا جائے تو ایسا نہیں ہوتا، قلب صاف رہتا ہے، عقل بیدار، بصیرت چست و رواں، شہوت مغلوب اور نفس مقہور رہتا ہے۔"

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ کھانا مقدار مناسب میں کھایا جائے اور یہ مقدار اتنی ہی ہوتی ہے جس سے زندگی قائم اور صحت محفوظ رہے اور انسان اپنے فرائض ادا کر سکے لیکن اگر زیادہ کھانا ناگزیر ہو تو معدہ کی دو تہائی جگہ کھانے پینے کے لیے رکھے اور باقی ایک تہائی خالی چھوڑ دے تاکہ سانس سہولت سے آجا سکے اور یہ اس لئے کہ پیٹ جب بھر جاتا ہے تو حجاب عاجز پر دباؤ ڈالتا ہے

Marfat.com

اس سے پھیپھڑوں پر دباؤ پڑتا ہے اور سانس لینے کی وہ راہیں تنگ ہو جاتی جو فاسد خون کی اصلاح اور ایسے صالح خون میں تحویل کرنے کے لئے ضروری ہیں جس پر انسان کی زندگی قائم ہے۔

اس حدیث کا مرکزی موضوع کھانے پینے میں میانہ روی کی تعریف اور ان دونوں میں اسراف برتنے کی مذمت ہے اور یہ وہی چیز ہے جس کا مطالبہ طب نے کیا ہے اور اسی پر نظام حیات قائم ہے۔ یہی وہ اصول ہے جس کو اختیار کرنے سے دینی و دنیوی مصلحتیں چند در چند بڑھتی اور پروان چڑھتی ہیں۔

Marfat.com

دعوت الی الخیر

اجر صالح اور جزا و سزا کا بیان

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم: من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثلَ اُجورِ من اتّبَعَہٗ لا ینقصُ ذلک من اجورھم شیئاً، ومن دَعَا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اٰثام من اتبعہ لا ینقُصُ من اٰثامھم شیأً- الحدیث اخرجہ مسلم و مالک وابوداؤد والترمذی-

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھلائی کی طرف بلائے تو اس کو اس شخص کے ثوابوں کے مثل ثواب ملے گا۔ جو اس بھلائی پر چلے اور یہ بات اس کے ثوابوں

Marfat.com

میں سے کچھ کم نہ کرے گی۔ اور جو گمراہی کی طرف دعوت دے تو اس پر اس شخص کے گناہوں کے مثل وبال پڑے گا جو اس گمراہی پر عمل کرے' اس سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اس حدیث کو مسلم' مالک' ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

لغت

ھُدیٰ۔ رہبری، رہنمائی۔

ضلالت: اس کی ضد ہے۔ یہاں ہدایت سے مراد وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے لوگ صراط مستقیم (سیدھے راستے) پر چلتے ہیں، نیکی پر عمل کرتے ہیں اور بدی سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور ضلالت یا گمراہی سے مراد وہ طریقہ ہے جس سے انسان نیکی اور حق کے راستے سے بھٹک جاتا ہے نیکی کو چھوڑ دیتا ہے اور برائی پر چلتا ہے۔

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہدایت کی طرف بلانے والے کو ان لوگوں کا ایسا ثواب ملتا ہے جو اس کی رہبری پر چلتے ہیں

Marfat.com

ساتھ ہی اس ہدایت پر چلنے والوں کو پورا پورا ثواب ملتا ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور جو شخص گمراہی کی دعوت دیتا ہے مثلاً کسی فاسد عقیدہ کی طرف یا ممنوع و مکروہ جرم یا گناہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے تو اس پر ویسے ہی گناہ عائد ہوتے ہیں جیسے اس گمراہی کو اختیار کرنے والوں کے حصے میں لکھے جاتے ہیں۔

انعام اور سزا

اس کا سبب یہ ہے کہ بھلائی یا نیکی کا رہنما جو رہبری کرتا ہے وہ انسانی معاشرے میں اس بھلائی کے وجود کا سبب بن جاتی ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اسے اختیار کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح یہ لوگ جو بھلائیاں کرتے ہیں گویا خود یہ رہبر انھیں کرتا ہے اس لئے اس کو بہت ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح جو شخص گمراہی کی دعوت دیتا ہے گویا وہ خود ان جرائم کا ارتکاب کرتا ہے جو اس کی پیروی کرنے والوں نے کئے ہیں۔ اس لئے ان کے گناہوں کا وبال بھی اس پر پڑتا ہے۔

اس حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اچھی بات کرنے کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا) کی بڑی ترغیب ہے جو رسولوں اور

Marfat.com

مصلحوں کا فرض ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے لئے شدید انکار اور بڑا وبال بھی بیان کیا گیا ہے جو دوسروں کو حق کے راستے سے بہکاتے ہیں اور انھیں برائیوں کے ارتکاب کی رغبت دلاتے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اجماع مسلمین سے بغاوت کرتے ہیں اور حق کو باطل کا لباس پہناتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اس کی وحدت کو افتراق سے اور اجتماع کو انتشار سے بدل دیں اور زعم یہ رکھتے ہیں کہ وہ مجدد و محقق ہیں مقلد نہیں ہیں۔ مگر اللہ خوب جانتا ہے کہ نہ ان کا ارادہ بھلائی کا ہے، نہ وہ فہم و دانش اور حق کے طلبگار ہیں۔ اسلئے ہمیشہ خیر کی دعوت دیتے رہو، شر سے متنفر رہو اور اجتماع کے سائے میں مطمئن اور پرمسرت زندگی بسر کرو۔

Marfat.com

مؤمن کا وصف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المؤمن بطعّان ولا لعّان ولا فاحش ولا بذیّ اخرجہ الترمذی وحسّنہٗ والحاکم وصحّحہٗ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن طعن کرنے والا بیہودہ گو اور فحش یا بری باتیں کرنے والا نہیں ہوتا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور حسن کہا ہے۔ اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔

Marfat.com

لغت

طعّان ۔ وہ شخص جو لوگوں کی عزت آبرو پر حرف گیری کرے یا طعن و تشنیع کرے۔
لعّان ۔ بہت لعنت کرنے والا۔ لعنت، اللہ کی رحمت سے دوری۔
فاحش ۔ بیہودہ گو، بے حیائی کی باتیں کرنے والا۔
بذّی ۔ دائرہ ادب سے نکل کر بری باتیں کرنے والا۔
بذاء ۔ قبیح بات۔

تشریح

مومن وہ شخص ہوتا ہے جس کے قلب کو ایمان پاک و طاہر بنا دیتا ہے اسے بھلائی کی طرف اُکساتا ہے اور دنائت و کمینگی کی باتوں سے دور رکھتا ہے، وہ زبان کا بھی عفیف (پرہیز گار) ہوتا ہے، ہمیشہ اچھی بات کہتا ہے۔ پاکیزہ خصلت ہوتا ہے اور ہمیشہ نیک کام کرتا ہے، جب تم اسلام سے نسبت رکھنے والوں یا مسلمانوں میں سے کسی شخص کو گالی گلوچ کا عادی اور لوگوں کی عزت آبرو پر حرف لانے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ اُس کا ایمان ناقص ہے اس کا قلب ایمانی عقیدہ سے معمور نہیں ہے بلکہ ہمیشہ شیطان

Marfat.com

اس میں گھر بنائے رہتا ہے اسی لئے اس کی زبان پر ہمیشہ بے حیائی اور بے ادبی کی باتیں جاری رہتی ہیں۔

ایمان اور اخلاق

اس حدیث سے واضح ہے کہ ایمان میں اخلاق کا بڑا درجہ ہے جو شخص اپنے اخلاق اچھے نہیں بناتا یا اپنی زبان کو مؤدب نہیں کرتا وہ ایمان کا کمزور ہے، خواہ روزے رکھتا ہو، نماز پڑھتا ہو، حج کرتا ہو اور زکوٰۃ دیتا ہو۔ کیونکہ آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اللہ نے عبادات، اخلاق اور لوگوں کے ساتھ حُسن معاملت میں سے جتنی باتوں کا حکم دیا ہے، ان سب پر عمل نہ کرے، اور اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (بیشک آپ کے اخلاق بڑے برگزیدہ ہیں۔)

Marfat.com

کام کی بات

دانش مند اور عاجز

عن شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الکیّسُ مَن دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسہ ھواھا وتمنّٰی علی اللہ الامانی۔ رواہ الترمذی والحاکم وابن ماجہ

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عاقل و دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع بنائے اور موت کے بعد کے عالم کے لیے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو نفس کی خواہشوں میں اس کا اتباع کرے اور (اس کے لیے) اللہ سے تمنائیں کرے"۔ اسے ترمذی حاکم اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

لَبِیْبٌ - عاقل و صاحب بصیرت شخص جو انجام پر نظر رکھتا ہو
عاقبت اندیش ہو۔
ھَوٰی - خواہش یا شہوت کی طرف نفس کا میلان۔
اَمَانِی - جمع اُمْنِیَّۃٌ کی۔ تمنائیں، لذتوں اور خواہشوں میں سے
وہ باتیں جنھیں انسان سوچتا اور ان پر قدرت رکھتا ہو۔

تشریح

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ (یہ دنیا کی زندگی یونہی آخرت کے اعتبار سے تھوڑی ہے) وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَہِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ (اور بیشک آخرت کا گھر ہی زندہ اور باقی رہنے والا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔)
اس لئے عقلمند حقیقت میں وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو دبا کر رکھے اُسے عقل و حکمت اور شریعت خداوندی کا مطیع و فرماں بردار بنائے ایسا شخص لفس کی ہر کردہ و نا کردہ بات پر محاسبہ کرتا ہے اگر کوئی اس سے نیکی ہوئی تو اور نیکی کرتا ہے اور خدا کی تعریف کرتا ہے، بدی ہوئی

Marfat.com

تو توبہ کر کے نفس پر عتاب کرتا ہے اور اُسے اس وقت تک دباتا اور ذلیل کرتا رہتا ہے کہ وہ سیدھے اور سچے راستہ پر چلنے لگے اور صراط مستقیم سے ذرا نہ ڈگمگائے۔ اس پر خدا، نفس، اہل و عیال اور قوم کی طرف سے جو امور واجب ہیں اُن کے انتظام و اہتمام میں مصروف رہتا ہے اور یہی وہ امور ہیں جو موت کے بعد بعث و نشر، حساب، کتاب، جنت و دوزخ یا ثواب و عذاب وغیرہ کی صورت میں نفع پہنچائیں گے حقیقت میں محتاط وہی شخص کہلائے گا جو آخرت کے اس طویل سفر، روز محشر اور عالم باقی کے لئے تیاری کرے، نفس کو پاکیزہ بنائے، اخلاق درست کرے اور عمل صالح کو اپنا پیش خیمہ بنائے۔ وَیَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ، اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (اس دن نہ مال نفع دیگا نہ بیٹے، بجز اس کے جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے) اور یہی شخص دانا و صاحب بصیرت آدمی ہے۔

نفس اسیر

رہا عاجز اور واجبات میں کوتاہی کرنے والا یا قصور وار شخص، تو یہ وہ ہے جس کا نفس خواہشوں کا اسیر ہوتا ہے جہاں نفس نے کسی بے حیائی یا گناہ کی بات پر اُکسایا فوراً اس پر آمادہ ہو گیا، جب حق کے طریقوں سے

Marfat.com

بھکا یا گمراہ ہوگیا۔ اس کی ذرا پروانہ کی کہ اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔
وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کا اتباع کرتا ہے) اس کی عقل اور اس کا دین دونوں اس کی خواہش سے مغلوب رہتے ہیں۔ گویا خواہش نفس اس کی مالک ہے اور یہ اس کا غلام۔ وہ جدھر چاہتی ہے اُسے گھماتی ہے۔ اس بنا پر یہ شخص احمق ہے اور اس سے حماقت بالائے حماقت یہ ہوتی ہے کہ اللہ سے جھوٹی تمنائیں کرتا رہتا ہے اور اپنے نفس کو اللہ کے عفو اور مغفرت کا یقین دلا کر فریب دیتا ہے۔

وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے مقرر کی ہے جو پرہیزگار ہیں، اس سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اللہ کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے رسول امی کا اتباع کرتے ہیں۔ اُسے یہ معلوم نہیں کہ موت نظروں سے غائب رہتی ہے خدا جانے کب آجائے وہ تو ایسے وقت بھی آگھیرتی ہے جب انسان کی صحت اور اس کی قوت بہت ہوتی ہے۔ اس لئے جو شخص عقلمند ہوتا ہے وہ اپنی خواہش کو عقل کا مطیع بناتا ہے۔ اور حدیث میں ہے لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوٰىهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (تم میں سے کوئی شخص ایمان میں کامل

Marfat.com

نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اُس کی خواہش اُس چیز کی پیرو بن جائے جسے میں لایا ہوں)

جہاں تک مکافات کی تمنا کا تعلق ہے عقلمند شخص اسی قدر مکافات کا متمنی ہوتا ہے جو اس کے کیئے ہوئے اعمال سے تناسب رکھتی ہو۔ اور جنّت تو ایسی چیز ہے جس کی قیمت ایمان اور عمل صالح ہی ہے "وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى (اور جو اس کے پاس مؤمن ہو کر آئے اور جس نے نیک عمل کئے ہوں تو ایسے لوگوں کے لئے بلند مراتب ہیں) اور جو شخص لایعنی تمناؤں میں الجھا رہتا ہے اور ناحق مکافات کا منتظر، اس کے لئے صرف جہنم ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ، لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى۔ (جو شخص اپنے رب کے پاس اس حال میں آئے کہ مجرم ہو تو اس کے لئے جہنم ہے جس میں وہ نہ مرے گا نہ جئے گا) حکیمانہ نصائح میں ہے "تمناؤں پر بھروسہ نہ کرو وہ تو احمق کا ساز و سامان ہیں" ؎

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَزْرَعْ وَاَبْصَرْتَ حَاصِدًا
نَدِمْتَ عَلٰى التَّفْرِيْطِ فِيْ زَمَنِ الْبَذْرِ

(جب تو نے کچھ کاشت نہ کی ہو اور فصل کاٹنے کے لئے چشم براہ ہو تو تخم ریزی کے زمانے میں (غلہ) گھٹ جانے پر نادم ہو گا۔)

Marfat.com

باہمی مشورہ

امانت میں خیانت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشار موتمن۔ رواہ الترمذی وابوداؤد عن ابی ھریرۃ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشورہ دینے والا امانت دار ہونا چاہیے۔" اسے ترمذی اور ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا۔

تشریح

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مشورہ دینے والا اس شخص کا امانتدار

Marfat.com

ہوتا ہے جو اُس سے مشورہ لیتا ہو، اگر وہ مشورہ لینے والے کا راز فاش کردے یا اُسے رائے دینے اور نصیحت کرنے میں خلوص سے کام نہ لے تو وہ اُس کی امانت میں خیانت کرے گا۔ اگر ایسا شخص امین ہو تو صرف وہی اس قابل ہے کہ اس سے راز بیان کر کے مشورہ لیا جائے۔ تمھیں چاہیئے کہ مشورہ صرف ایسے ہی لوگوں سے لو جو پختہ کار اور دانشمند اور تجربہ کار ہونے کے علاوہ مخلص دل بھی رکھتے ہوں ایسے لوگوں سے بھلائی کی امید کیجا سکتی ہے اور انھیں کی رائے سے فیض اُٹھایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

قوی اور ضعیف مومن

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المؤمن القویُّ خیر واحبُّ الی اللہ من المؤمن الضعیف، وفی کل خیر احرص علی ما ینفعُکَ، واستعن باللہ، ولا تعجز وان اصابك شیءٌ فلا تقل لو اَنِی فعلتُ کذا کان کذا وکذا ولکن قُل قدّر اللہُ وما شاءَ اللہُ فعَلَ، فان لو تفتحُ عمل الشیطان۔ اخرجہ مسلم۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قوی مومن اللہ کے نزدیک ضعیف مومن سے بہتر اور زیادہ محبوب ہے، اور ہر ایک میں خیر ہے جو چیز تمھیں نفع دے اس پر حریص رہو،

Marfat.com

اللہ سے مدد مانگو، عاجز نہ بنو، اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو
یہ نہ کہو اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو ایسا اور ایسا ہوتا بلکہ یہ
کہو کہ اللہ نے یہ بات مقدر کی تھی اور اللہ نے جو چاہا کیا
اس لئے کہ لفظ "لو" شیطانی اعمال کے دروازے کھول دیتا ہے
اسے مسلم نے روایت کیا۔

تشریح

اس حدیث میں تین باتوں کی ترغیب دی گئی ہے۔
۱۔ ایمان کو قوی کرنا۔
۲۔ نفع بخش چیز پر حرص کرنا۔
۳۔ اللہ کے ذریعے مدد مانگنا۔
اور دو باتوں کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔
۱۔ عاجزی۔
۲۔ جب کوئی مکروہ واقعہ پیش آئے یا محبوب چیز جاتی رہے تو یہ کہنا
کہ اگر میں ایسا کرتا تو جو کچھ پیش آیا ہے نہ آتا۔
ایسا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس بات سے شیطان کے
لئے دروازہ کھل جائے گا۔ لہذا کسی پریشانی یا مصیبت کے موقع پر یہ کہو

Marfat.com

اللہ نے جو چاہا مقدر فرمایا اور جو چاہا کیا۔ اس طرح یہ پانچ باتیں ہیں جنھیں ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

مسئلہ ایمان

ایمان دنیا و آخرت میں اس وقت تک سعادت و خوش بختی کا مرکز بنا رہتا ہے جب تک اُس کے ساتھ عمل صالح رہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ مردوں اور عورتوں میں سے جو شخص نیک کام کرے اور وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور جو کچھ وہ دنیا میں کرتا تھا اس کا بہترین اجر دیں گے)

لوگ ایمان میں درجوں کے اعتبار سے باہم فرق رکھتے ہیں۔ ان میں سے قوی الایمان (مضبوط ایمان والے) بھی ہوتے ہیں جنھیں ان کا عزم نیک کاموں پر اُبھارتا ہے۔ ایسے لوگ تمھیں جہاد میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ انھیں بھلائی کی طرف بلانے میں جو تکلیفیں پیش آتی ہیں ان کی پروا نہیں کرتے نماز روزہ، زکوٰۃ، حج اور لوگوں کے ساتھ خوش معاملگی میں اللہ نے جو حقوق ان پر عائد کیے ہیں انھیں ادا کرنے میں سعی کرتے رہیں - ان

Marfat.com

امور میں ان کی ہمت سست نہیں ہوتی اور پستی ان میں راہ نہیں پاتی ان کے برخلاف لوگوں میں ضعیف الایمان (کمزور یا ناقص ایمان والے) اشخاص بھی پائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی قسم کے لوگوں کو دوسری قسم والوں سے بہتر بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ ایسے لوگ اپنے لئے کامل سعادت طلب کرنے میں برابر جد وجہد کرتے رہتے ہیں، آخرت کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں اور کمال ایمان کے ساتھ اس کے لئے کوشاں رہتے ہیں اس لئے ان کی کوشش مشکور ہوتی ہے دوسری قسم والے ایماندار تو ہوتے ہیں مگر کوشش اور جد وجہد میں کوتاہی کر جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ جس طرح دوسری قسم والے سے بہتر ہوتے ہیں اسی طرح اللہ کو محبوب بھی اس سے زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایسے عمل کرتے ہیں جن سے اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی رحمت کا سبب بنتے ہیں۔ دوسری قسم والے ایسے نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "وفی کُلٍّ خیرٌ" (ہر ایک میں بہتری ہے) کیونکہ ایمان کی استعداد ان میں سے ہر ایک میں ہوتی ہے۔ البتہ ان میں سے پہلے (یعنی قوی الایمان شخص) نے اسے پاکیزہ عمل سے ترقی دی ہے اور اس کا ایمان پختگی و پائداری میں بڑھ گیا ہے۔ اس کو خدا کے حکم سے ایمانی قوت کا ثمرہ ہر وقت ملتا رہتا ہے اور دوسرے نے اپنے ایمان کی طرف سے

Marfat.com

بے توجہی برتی ہے۔ یہ اگر پھر سے اس پر متوجہ ہو کر اور اچھے عمل کر کے اس نقص کا تدارک نہ کرے تو اس میں ضعف بلکہ زوال کا خطرہ ہے اور اس صورت میں ساری بھلائیاں مفقود ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔

اس تمام تفصیل کا ماحصل شجر ایمان کی آبیاری پر متوجہ کرنا، اس کو بڑھانے اور ترقی دینے کی ترغیب دینا اور اُسے نقصان پہنچانے والے کیڑوں مکوڑوں (یعنی برے اعمال) سے دور رکھنا ہے تاکہ دنیا میں عزت اور آخرت میں سعادت کی شکل میں اُس کے ثمرات حاصل ہو سکیں۔

حرص کی رغبت

۲۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم دنیا و آخرت میں نفع بخش چیز پر حریص رہیں، کیونکہ مومن ایسے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا جس میں مال، مرتبہ یا علوم دنیا میں سے علم نافع کا اکتساب کر سکتا ہو مثلاً ریاضی، ہندسہ، طب، تربیت و تہذیب اخلاق کے علوم یا خدا کا تقرب عطا کرنے والا اور آخرت میں نفع پہنچانے والا عمل جیسے قرآن کی تلاوت، اس پر غور و خوض، دینی اعمال، نماز، روزہ وہ ان امور میں سے جس کے حصول کا بھی موقع پاتا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھاتا ہے۔

Marfat.com

خدا کی یاد

۳- ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ اسباب مہیا ہونے پر خدا کو نہ بھول جائیں کیونکہ ہر بات میں رکاوٹیں بہت زیادہ ہیں اور ہر لمحے اللہ کی مدد درکار رہتی ہے۔ اگر آدمی اللہ سے مدد نہ مانگے تو اکثر اپنے مقصد کے حصول سے قاصر رہتا ہے۔

اس لئے آدمی کو ہمیشہ اللہ سے طالب اعانت رہنا چاہیے جس کے ہاتھ میں ہر چیز ہے اور وہی ہر مشکل کو آسان کرتا ہے اور توفیق خیر عطا کرتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں)

مایوسی سے بیزاری

۴- چوتھی ہدایت یہ ہے کہ آدمی مقصد تک رسائی سے مایوس نہ ہو سستی و کاہلی اور پست ہمتی کو قطعاً چھوڑ دے، کبھی ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دعا مانگے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ (اے اللہ میں عاجزی اور کاہلی سے پناہ مانگتا ہوں)

Marfat.com

ان دونوں جملوں میں ایسی باتوں کی رہبری فرمائی ہے جن سے ایمان قوی ہوتا ہے. کیونکہ عزم کی قوت اور کسی کام کی خوبی واضح ہو جانے کے بعد اس میں عمل کی جدوجہد اور اس کے ساتھ اللہ پر بھروسہ اور اس سے اعانت کی طلب ایسی چیزیں ہیں جو نفس میں ایمان کی قوت کو بڑھاتی ہیں' اسی طرح اس کے بعد آنے والے فقرہ میں باطل تمنائیں اور بے فائدہ باتیں ترک کرنے کی ہدایت ہے. آدمی کو چاہیئے کہ ہمیشہ اچھی بات کہے اور اچھا کام کرے۔

بے فائدہ

۵- پانچویں بات کی شرح میں ہم زادالمعاد سے ابن القیم کا قول نقل کرتے ہیں "یہ کہنا کہ اگر میں ایسا ایسا کرتا تو جو چیز جانے والی تھی نہ جاتی یا میں جس آفت میں پڑ گیا ہوں اُس میں نہ پڑتا" یہ ایک ایسی بات ہے جو کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ کیونکہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اس گزری ہوئی بات کو یہ پھر سے لوٹا کر نہیں لا سکتا، نہ ماضی کو مستقبل بنا سکتا ہے۔ لفظ لو (اگر) سے یہ ادعا ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کہنے والے کے دل میں تھا اگر ویسا ہوتا تو اس کا ہونا ضرور قضا و قدر اور مشیت الٰہی کے خلاف پڑتا۔ اسی لئے جب کسی نے یہ کہا کہ اگر میں ایسا ایسا کرتا تو یقیناً اس صورت کے خلاف

Marfat.com

ہوتا جو واقع ہو چکی ہے تو یہ ایک محال بات ہو گی کیونکہ جو بات تقدیر کی طرف سے جاری ہو چکی ہے اس کے خلاف ہونا ناممکن ہے۔

لہٰذا اس شخص کا مذکورہ قول جھوٹ اور امر محال پر مشتمل ہے۔ اگر وہ تقدیر کو جھٹلانے سے بچ بھی جائے تو بھی یہ کہہ کر اس پر اعتراض کرنے کے الزام سے نہیں بچ سکتا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہوتا تو جو چیز میرے لئے مقدر ہو چکی تھی اُسے دفع کر دیتا، اگر یہ کہا جائے کہ اس قول میں نہ تقدیر کی تردید ہے نہ انکار کیونکہ اس نے ان اسباب کی تمنا بھی تو تقدیر ہی سے کی ہے تو وہ یہ کہے گا کہ اگر میں اس تقدیر سے واقف ہوتا تو تقدیر ہی سے اس مقدر امر کو دفع کر دیتا کیونکہ تقدیر ایسی چیز ہے جس کے کچھ اجزا بعض اجزا کو دفع کر دیتے ہیں جیسے مرض کی تقدیر دوا سے دفع ہوتی ہے اور گناہوں کی توبہ سے، دشمن کی جہاد سے، یہ امور تقدیر سے ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ صحیح ہے مگر اس سے ناپسندیدہ تقدیر کے وقوع میں آنے سے پہلے فائدہ ہو سکتا ہے، جب واقع ہو جائے تو اس کے دفع کرنے کی کوئی راہ نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کسی اور تقدیر سے اس کے دفع ہونے کی سبیل ہو تو جس فعل سے وہ دفع ہو یا اس میں تخفیف ممکن ہو اسے بجائے ماضی کے مستقبل کے صیغہ سے کہا جائے اور ایسی بات کی تمنا نہ کی جائے جس کی تمنا کا موقع نہ ہو کیونکہ اس میں عجز محض

Marfat.com

پایا جاتا ہے اور اللہ عجز پر ملامت کرتا ہے، دانائی کو پسند کرتا ہے اور اسکا حکم دیتا ہے۔

دانائی سے مراد

دانائی یا بصیرت سے مراد اُن اسباب میں مشغول ہونا یا انھیں شروع کر دینا ہے جن سے اللہ نے اُن کے مفید مسببات (سبب بننے والی چیزوں) کو وابستہ کر دیا ہے جو اُس کی معاش و معاد (امور آخرت) میں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ یہ باتیں اُس کے لئے اچھے عمل کا دروازہ کھول دیتی ہیں۔ اس کے برخلاف عاجزی شیطانی عمل کا دروازہ کھولتی ہے کیونکہ جب وہ اپنی ذات کو نفع پہنچانے والے کام سے عاجز ہو جاتا ہے اور یہ کہہ کر بے بنیاد اور لاطائل تمناؤں میں مشغول ہو جاتا ہے کہ اگر ایسا کرتا ایسا ہوتا" تو وہ اپنے اوپر شیطان کا دروازہ کھول دیتا ہے کیونکہ عاجزی اور سستی اس کا دروازہ ہیں۔

بعض لوگ اس حدیث پر اعتراض کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ" اگر میں نے اس چیز کو مقدم رکھا ہوتا جسے مؤخر کیا ہے تو میں ہدایت نہ پاتا اور اگر میرے ساتھ ہدایت نہ ہوتی تو تباہ ہو جاتا" اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "لو" استعمال فرمایا ہے اور یہ وضاحت فرمائی ہے کہ جو کام (عبادات)

Marfat.com

وغیرہ) میں پہلے کر چکا ہوں، نہ کر چکا ہوتا اور انھیں آئندہ پر ملتوی رکھتا تو روایت نہ ملتی۔ اس لئے زیر بحث حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے معارض ٹھہرے گی کہ ایک جگہ آپ نے خود ایسا عمل فرمایا اور دوسری جگہ اور لوگوں کو اس سے منع فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لَوْ (اگر) کا استعمال امور دنیا پر حسرت و تاسف ظاہر کرنے میں ہو تو مکروہ ہے خواہ طلب دنیا میں ہو خواہ اُس سے نفرت کے اظہار میں کیونکہ اس میں بے توکلی پائی جاتی ہے لیکن اگر اسے قرب الٰہی کی تمناؤں کے لئے استعمال کیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو اس میں کوئی کراہیت نہ ہوگی۔ اس لئے جو کچھ گزر چکا ہے ہمیں چاہیے کہ اُسے اللہ کے سپرد کریں اور یہ کہیں کہ اللہ نے یونہی مقدر فرمایا تھا اور اُس نے جو چاہا تھا کیا۔ اور آئندہ کے لئے ماضی سے عبرت حاصل کرتے ہوئے تیار رہوں اور ان اسباب سے اجتناب کریں جو مکروہ بات کے واقع ہونے یا محبوب بات کے رفع ہو جانے کا باعث ہوئے ہیں۔

اس حدیث کا لب لباب یہ ہے کہ ایمان کو قوی کیا جائے اچھے اعمال کے لئے جدوجہد کی جائے۔ اور اللہ پر بھروسہ کیا جائے جھوٹی اور بیجا تمناؤں اور غیر مفید باتوں کو ترک کر دیا جائے اور صرف انہی باتوں کو اختیار کیا جائے جو فائدہ پہنچائیں۔

Marfat.com

دعائے نبوی!
کاہلی اور بزدلی سے پناہ کی طلب

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: اللّٰھم اِنّی اَعُوذُ بِکَ من العجز والکسل والجبن والبخل واَعُوذُ بِکَ من عَذَابِ القَبْرِ ومن فِتْنَةِ المحیا والممات رواہ المسلم۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اے اللہ میں عاجزی کاہلی بزدلی اور کنجوسی سے پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

اسے مسلم نے روایت کیا۔

Marfat.com

تشریح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مدد چاہتے ہوئے سات باتوں سے پناہ مانگی ہے ان میں سے پہلی اور دوسری عاجزی اور کاہلی ہیں۔ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ عاجزی سے مراد قدرت نہ ہونا ہے اور کاہلی سے مراد بھلائی کے لئے نفس میں تحریک نہ ہونا اور قدرت ہونے کے باوجود بھلائی کی رغبت کم ہو جانا ہے۔ یہ دونوں ایک روگ ہیں جو انسان کو واجبات کے ادا کرنے سے قاصر کر دیتے ہیں اور اس کے لئے شرارت اور برائیوں کے دروازے کھول دیتے ہیں جس طرح سعادت عمل اور جدوجہد سے وابستہ ہے۔ اسی طرح شقاوت عاجزی اور کاہلی سے وابستہ ہے۔

قرآن مجید میں عمل کا حکم اس آیت میں اور اس کے مثل اور آیات میں دیا گیا ہے وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ (کہہ دو اے محمد کہ تم عمل کرو عنقریب اللہ اس کا رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے) عمل کو قائم کرنے کے لئے اس پر قادر ہونے اور نفع اُٹھانے کی قدرت درکار ہے چونکہ عمل واجب ہے اس لئے اُسے ترک کرنا حرام ہے۔ ترک عمل یا تو عاجزی کی وجہ سے

Marfat.com

ہوتا ہے یا کاہلی وسستی کی وجہ سے۔ قرآنی آیت میں ان دونوں (عاجزی اور کاہلی) کی مذمت موجود ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پناہ مانگی۔ عاجزی یا تو قدرت کے دوام واستقلال سے دور ہوتی ہے، یا اُن کے اسباب بہم پہنچانے سے رفع ہوتی ہے۔

نفس سے تعلّی

ان میں تیسری اور چوتھی بات بُزدلی اور کنجوسی ہے۔ بُزدلی کا تعلق نفس سے ہے اور کنجوسی کا مال سے۔ جو شخص نفسانی خواہشوں اور شیطانی ارادوں یا وسوسوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت کھو دیتا ہے یا اُس میں دشمن اور ناحق لڑنے جھگڑنے والے اعدا کو دفع کرنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اُسے بُزدل یا نامرد کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی اپنے مال سے فقراء ومساکین کی غم خواری اور اُن کی اعانت نہیں کرتا، غازیوں اور مجاہدوں پر اور مصلحت عامہ کی ضرورتوں پر اُسے صرف نہیں کرتا وہ بخیل ہے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے اُنھیں دردناک عذاب کی بشارت دو) نفوس

Marfat.com

(جانوں) اور اموال (مال و دولت) کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم بہت سی قرآنی آیات میں موجود ہے۔ اس حکم سے بزدلی اور بخل کی ممانعت ظاہر ہے۔ جو شخص زندگی میں دین کو عزت دینے اور اپنی قوم کو خوش حال بنانے کے لیئے اپنی جان و مال کو پیش نہ کرے وہ مرد نہیں ہے وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور جو شخص اپنی جان پر حریص ہونے سے بچے تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔)

پانچویں بات[1] بہت زیادہ بوڑھا ہونا ہے جو شخص بہت زیادہ عمر پاتا ہے۔ اسے ارذل العمر یا بڈھا پھوس کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں اس کی صراحت ہو چکی ہے۔ اس سے پناہ مانگنے کا سبب یہ ہے کہ اس عمر کے بڑھاپے میں ناکارہ پن، عقل و حواس کی برہمی اور سمجھ بوجھ میں خلل اور شکل و صورت میں بد وضعی اور بہت سی عبادتوں سے معذوری اور بعض میں سستی کی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس سے پناہ مانگنے کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ارذل العمر (ذلیل ترین عمر) رکھا ہے۔ اس عمر میں پہنچ کر آدمی جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا (ہوش و حواس اور حافظہ سب رخصت ہو جاتے ہیں۔)

---

[1] زیر بحث حدیث جو متن میں نقل کی گئی ہے اس میں یہ حصہ موجود نہیں ہے۔ صرف شرح میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ بظاہر نقل حدیث میں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں۔

Marfat.com

چھٹی چیز عذاب قبر ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے اس قسم کی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا، وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ، اُدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (وہ لوگ صبح و شام آگ پر پیش کئے جائیں گے اور اس دن جب قیامت قائم ہوگی (کہا جائے گا) قوم فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو) اور یہ آیت سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ (ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) اور یہ ارشاد الٰہی۔ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ۔ (کاش کہ آپ اس منظر کو دیکھتے جب کہ ظلم کرنے والے موت کی سکرات اور اذیتوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہوں گے (اور یہ حکم دیا جائے گا کہ) آج تم اپنی جانوں کو نکالو۔ تمھیں نہایت ذلیل عذاب دیا جائے گا۔)

لیکن ان آیات میں ایسی قطعی دلیل نہیں ہے جو عذاب قبر کے لئے قائم کیجائے۔ عذاب قبر کے ثبوت کے لئے تو زیر بحث حدیثوں ہی پر۔ یا بخاری کی درج کردہ حضرت عائشہؓ کی حدیث پر اعتماد کیا جائے گا۔ جس میں وارد ہے کہ ایک یہودی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور

Marfat.com

عذاب قبر کا ذکر کیا اور اُن سے کہا" اللہ تمھیں عذاب قبر سے پناہ دے"
حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا" ہاں عذاب قبر ہوتا ہے" حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس کے بعد سے میں نے دیکھا کہ آپ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ بخاری ہی میں یہ حدیث بھی ہے کہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں پر سے ہوا تو آپ نے فرمایا" بیشک ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی گناہ کبیرہ پر نہیں ہے" پھر فرمایا ہاں اِن میں سے ایک لگائی بجھائی کیا کرتا تھا (چغلخور تھا) اور دوسرا پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

عذاب قبر کے ثبوت پر تمام اہلسنت اور اکثر معتزلہ متفق ہیں۔ بعض خوارج اور بعض معتزلہ نے انکار کیا ہے۔ مثلاً ضرار بن عمرو، بشر المریسی یا اُن سے موافقت کرنے والے لوگ۔ انکار کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ عذاب قبر کے متعلق قابل اعتماد حدیثوں میں احادیث آحاد وارد ہیں۔ اور وہ صرف مفید ظن ہیں عقائد کے باب میں قطعی اور واجب نہیں ہیں نہ قرآن میں اس کے متعلق نص صریح (قطعی اور واضح دلیل) موجود ہے۔

فتنۂ موت وحیات

Marfat.com

ان میں سے ساتویں بات جس سے آپ نے پناہ مانگی ہے زندگی اور موت کا فتنہ ہے۔ فتنہ اصل میں آزمائش اور پرکھ کو کہتے ہیں۔ سونا جب کسوٹی پر کسا جاتا ہے تو عربی میں فُتِنَتِ الذَّھَبُ (سونا آزمایا گیا) بولا جاتا ہے۔ محیا، زمانہ زندگی، ممات، وقت موت، فتنۃ المحیا سے مراد وہ آزمائش ہے جس میں آدمی دنیا اور خواہشات کے ذریعے مبتلا کیا جاتا ہے اور اس میں بے صبری پیدا کر کے پرکھا جاتا ہے۔ فتنۃ الممات سے مراد وہ حالات ہیں جن پر اس قسم کی آیات دلالت کرتی ہیں۔ وَلَوْ تَرٰى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ (اور کاش کہ آپ دیکھتے جس وقت اللہ کفر کرنے والوں کو وفات دیتا ہے اور جب فرشتے ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہیں) یا۔ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ (اور کاش کہ آپ دیکھتے اس وقت کو جب کہ ظلم کرنے والے موت کی تکالیف میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ کھولے ہوں گے) یعنی انھیں عذاب اور سزا دینے کے لئے اپنے ہاتھ بڑھائے ہوں گے۔ یا اس سے مراد قبر میں سوال ہے جس کے ساتھ حسرت طاری ہوگی۔

یہ ہیں وہ سات باتیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

Marfat.com

۴۳۴

اونچ نیچ

اپنے سے فروتر کا مشاہدہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اُنظُرُوا اِلیٰ مَنْ ھُوَ اَسْفَلُ مِنکُم وَلاَ تَنظُرُوا اِلیٰ مَن ھُوَ فوقکم فھو اَجْدَرُ اَلَّا تَزْدَرُوا نِعمَۃَ اللہ علیکم: رواہ مسلم، و لفظ البخاری: اذا نظر احدکم الیٰ مَن فُضِّلَ علیہ فی المال و الخَلق فلینظُر الیٰ مَن ھو اَسفَلُ مِنہ مِمَّن فُضِّلَ علیہ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے درجے کا ہو اور اس کو نہ دیکھو جو تم سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ (کم درجے والا) اس کے لئے زیادہ موزوں ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ سمجھو جو اس نے تم کو دی ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ اور

Marfat.com

بخاری کے الفاظ یہ ہیں" جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جسے مال اور خلق (وضع اور ساخت جسمانی) میں اس پر فضیلت دی گئی ہے تو اُسے چاہیئے کہ ایسے شخص پر نظر کرے جو اس پر فضیلت رکھنے والے سے کم تر ہے۔

لغت

ازدراء - حقیر جاننا۔ ناقص سمجھنا۔

تشریح

آدمی اگر اس مال و متاع پر جو زندگی کے ساز و سامان میں سے میسّر ہے راضی رہے تو یہ صفت اُس کے لئے سرمایہ سعادت بن جاتی ہے جو کچھ موجود ہو اس پر راضی رہنا خدا کی تھوڑی یا بہت دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اگر رضا کی یہ صفت مفقود ہو تو نفس رنج اور دکھ میں مبتلا رہتا ہے۔ اس میں حسد کی آگ بھڑکتی رہتی ہے اس لئے اپنی حالت پر راضی نہ رہنے والا شخص بدبخت ہوتا ہے اسے دنیا میں ایک دن بھی خوشی کا مُنہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ خواہ دنیا کا کتنا ہی ساز و سامان اُسے ملتا جائے اس کی یہی حالت رہتی ہے، سے کوئی مرتبہ یا درجہ

Marfat.com

ملتا ہے تو تھوڑے دن بعد اس کا خوگر ہو کر اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور اس سے بالاتر مرتبے کی طرف للچائی ہوئی نظریں ڈالنے لگتا ہے اور اس کی فکر میں دکھ اٹھاتا رہتا ہے۔ غرض اسکی حرص کسی طرح پوری نہیں ہوتی ؎

منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسے طریقے کی رہبری فرمائی ہے جو ہم میں قناعت پیدا کرتا اور ہمارے نفوس کو رضا کی صفت سے معمور کرتا ہے۔ اللہ نے ہم پر جو نعمتیں نازل فرمائی ہیں اُن کا عرفان عطا کرتا ہے تاکہ ہم خدا کا شکر ادا کریں اور پھر وہ ہمیں اور زیادہ نعمتیں دے وہ طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کے مال و متاع میں ہم سے کم درجے کے ہوں ہم ان پر نظر کریں۔ ان لوگوں پر نظر نہ ڈالیں جو ان چیزوں میں ہم سے بڑھے ہوئے ہوں۔ کیونکہ یہ بات ہم میں اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا اعتراف کرنے اُن کی عظمت تسلیم کرنے اور اُن کا شکر ادا کرنے کی صفات پیدا کرتی ہے۔ ہمیں ان نعمتوں کو کم اور حقیر جاننے کی خرابیوں سے بچاتی ہے۔ اور ہم دل سے یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ؎

غافل مقام رنج نہیں جائے شکر ہے ۔٪۔ سو سے نہیں تو ایک سے بہتر بنا دیا

Marfat.com

سابقہ اور مشاہدہ

دنیا میں انسان کو دونوں طرح کے لوگوں سے سابقہ رہتا ہے۔ اس سے کم درجے کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجے کے بھی۔ عقلمند آدمی جب بیماروں اور رد دگیوں کو دیکھتا ہے تو اُس کی نظر ان سے ہٹ کر اپنی حالت پر پڑتی ہے وہ اپنے آپ کو صحت و عافیت کے لحاظ سے ان سے بہتر پاتا اور خدا کا شکر کرتا ہے۔ اسی طرح جب اُسے ناقص وضع قطع کے اندھے، گونگے اور بہرے یا بدشکل لوگ نظر آتے ہیں تو وہ اُن سے اپنی سلامتی کا موازنہ کرتا ہے۔ پھر اس کی نگاہ ان لوگوں پر پڑتی ہے جو دنیا سمیٹنے میں مشغول ہیں اور خدا کی جانب سے آزمائے جا رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے حق کو نظر انداز کر کے دولت جمع کی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ گو اس کے یہاں مال و دولت کم ہے مگر ان لوگوں کے مقابلے میں اس کا دین سلامت ہے۔ اسی طرح وہ ایسے آدمیوں کو دیکھتا ہے جو فقر و افلاس اور زیر باری میں مبتلا ہیں۔ اس کے بعد ان مصائب سے اپنے آپ کو محفوظ پاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اور دوسروں کے حالات کا موازنہ کر کے دیکھتا ہے کہ اللہ نے اُسے بکثرت مخلوق کے مقابلے میں فضیلت و بہتری عطا کی ہے، اس وقت اس کے دل میں اللہ کی عظمت

Marfat.com

کا احساس بدرجہا بڑھ جاتا ہے اور اس کی زبان شکر گزاری میں مشغول ہوجاتی ہے۔ وہ اس کی عبادت میں جدوجہد کرنے لگتا ہے اور اپنی معاش یا موجودہ زندگی پر راضی ہوجاتا ہے، اس طرح اُسے دنیا اور آخرت دونوں میں سعادت نصیب ہوتی ہے۔

غلط راستہ

لیکن اگر وہ اپنی نظر کو صرف اپنے سے اونچے درجے والوں ہی تک محدود رکھے تو اس میں حسد، غم والم، خدا کی نعمتوں کی تحقیر، ادائے شکر میں کوتاہی اور دنیوی وسائل میں انتہائی طمع کے سوا کچھ نہ ملے گا اور ان ہی جھگڑوں اور بکھیڑوں میں اس کی زندگی ختم ہوجائے گی۔

جائے تنگ چشم دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

ہاں اگر ایسے لوگوں پر نظر رکھی جائے جو علم، اخلاق، پاکیزہ اعمال اور عزت و شرف کے وسائل میں تم سے بڑھ کر ہوں اور انھیں دیکھکر تم میں مدارج کمال پر ترقی کرنے کا جذبہ پیدا ہو تو یہ نظر ایک پسندیدہ نظر ہوگی، اور ہر ایسے شخص کے شایان شان ہوگی جو دنیا میں عزت کا اور آخرت میں سعادت و جنت کا خواہشمند ہو۔ ایک شاعر نے اسی

Marfat.com

مفہوم پر توبہ دلائی ہے ؎

مَن دَامَ عیشا رغیدًا یستفید بہ
فی دینہ ثم فی دنیاہ اقبالاً
فلینظُرَنَّ الی من فوقہ ادبا
ولینظرن الی من تحتہ مالاً

اور اُسے اُردو میں اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔

صرف دو شخصوں پر رکھو منحصر اپنی نظر
ایک تو اس مال میں۔ ہو جس کا رتبہ کم سے کم
دوسرا جو علم میں ہو تم سے زائد کامیاب۔

Marfat.com

غم کا ازالہ
کامیاب اور مؤثر دُعا

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم المسجد فاذا ھو برجل من الانصار یُقالُ لہ ابو اُمامَۃَ جالسًا فیہ فقال یا ابا اُمامَۃ مالی اُراکَ جالسا فی غیر وقت الصلوٰۃ، قال ھموم لزمتنی و دیونٌ یا رسول اللہ، فقال: الا اُعلِّمُکَ کلامًا اذا قُلتَہٗ اذھب اللہ عزّوجلّ ھمّکَ وقضی دینکَ، فقال بلی یا رسول اللہ قال: قل اذا اصبحت و اذا امسیتَ اللھم انی اعوذ بکَ من الھَمِّ والحُزن واعوذ بکَ من العجز والکسل واعوذ بکَ من البخل والجُبن واعوذ بکَ من غلبۃ الدین وقھر الرجال، قال: فقلتُ ذلکَ فاذھب اللہ

Marfat.com

هَمِّي وَقَضٰى عَنِّي دَيْنِي۔ رواہ ابوداؤد۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا ایک دن رسول اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ انصار میں کے ایک شخص بیٹھے ہوئے ہیں جن کا نام ابواُمامہ تھا، آپ نے فرمایا" اے ابوامامہ میں تمھیں غیر وقت میں (کسی نماز کا وقت نہیں ہے) بیٹھا ہوا کیوں دیکھ رہا ہوں" انھوں نے کہا" یارسول اللہ مجھے تفکرات اور قرضے چمٹ گئے ہیں" آپ نے فرمایا" میں تمھیں ایسی بات کیوں نہ سکھادوں کہ جب تم اسے کہہ لیا کرو تو اللہ تمھاری فکر دور کردے اور قرض ادا کردے" انھوں نے کہا" ہاں یارسول اللہ" آپ نے فرمایا" صبح وشام یہ کہا کرو" اے اللہ میں فکر اور صدمے سے اور عاجزی وسستی سے پناہ مانگتا ہوں کنجوسی اور بزدلی سے پناہ مانگتا ہوں، قرض کے غلبے اور لوگوں کے غصّے سے پناہ مانگتا ہوں" انھوں نے کہا" میں نے یہ فقرے کہے تو اللہ نے میری فکر دور کردی اور میرا قرض ادا کردیا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

Marfat.com

تشریح

انصار مدینے کے وہ لوگ کہلاتے ہیں جن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہجرت کر کے تشریف لے گئے اور ان لوگوں نے انھیں پناہ دی اور ان کی ہر طرح اعانت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے ایک شخص کو مسجد میں ایسے وقت دیکھا جب کہ نماز کا وقت نہ تھا، اور مسلمان کی شان جد و جہد اور عمل کرنا ہے ضعف اور سستی مسلمان کے شایان نہیں، پھر مسجد یں رہنے اور آرام کرنے کا مقام نہیں ہیں۔ صرف مقررہ اوقات میں عبادت اور خدا کی یاد کرنے کے لئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے اس صحابی کو دیکھا تو پوچھا کہ مسجد میں بیٹھ رہنے کا کیا سبب ہے، صحابی نے جواب دیا کہ قرض بہت ہو گیا ہے۔ فکریں ہر وقت گھیرے رہتی ہیں، اسی لئے لوگوں کو چھوڑ دیا اور بغیر وقت بھی مسجد میں آجاتا ہوں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چند ایسے کلمات سکھانے پر آمادگی ظاہر فرمائی جن کو صبح و شام پڑھ لیا جائے تو تفکرات و آلام جاتے رہیں گے۔ جنھوں نے فکر میں مبتلا کر کے عیش کو تلخ کر دیا ہے اور سونا اور چین سے رہنا حرام کر دیا ہے۔ ان صحابی نے کہا یا رسول اللہ میں

Marfat.com

چاہتا ہوں کہ آپ مجھے یہ کلمے سکھا دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ہدایت فرمائی کہ وہ آٹھ باتوں سے پناہ مانگا کریں۔

اسباب فکر؟

ان میں سے پہلی اور دوسری بات فکر اور غم ہے۔ فکر اور بے چینی ایسے اہم معاملات میں ہوتی ہے جن سے یا تو انسان اپنی امیدیں لگائے رہتا ہے یا ان سے شر پیدا ہونے کا اندیشہ اُسے ستاتا رہتا ہے۔ جیسے مدرسہ کے طالب علم کا حال ہے، جب سند والا امتحان قریب آتا ہے تو ہر وقت تیاری کی فکر میں مشغول رہتا ہے اور امتحان مشکل ہونے کا اندیشہ ہر گھڑی اس پر مسلط رہتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچتا رہتا ہے کہ اگر وہ پاس نہ ہوا اور اسی جماعت میں رہ گیا تو کیا ہوگا یا اگر کامیاب ہوا تو پھر کیا شغل اختیار کرے گا۔ اسی طرح بجائے اس کے کہ اسباق تیار کرنے کی سعی کرے، مضامین اور مطالب کو ذہن نشین کرے۔ زیادہ ضروری کام انجام دے اور نتائج کو فقط اللہ پر چھوڑ دے، بے فائدہ امور میں اپنا وقت ضائع کرتا رہتا ہے حالانکہ اس کا اعتقاد ہے کہ جو اچھے کام کرے اللہ اس کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

یا کسی مقدمہ والے کا حال ہے جس کا مقدمہ حکام عدالت کے اجلاس

Marfat.com

پر پیش ہو۔ ایسا شخص اکثر مقدمے کے نتیجے کی طرف سے مغموم و فکر مند نظر آتا ہے۔ ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کے حریف کے موافق فیصلہ نہ ہو۔ وہ عدالت سے فیصلہ صادر ہونے تک برابر قلق اور اضطراب کا شکار رہتا ہے۔ اس حالت میں جو کام انجام دینا واجب ہیں اُن سے کوتاہی کرتا ہے اور ایسی تدبیروں سے غافل ہو جاتا ہے جو برے فیصلے سے بچا سکتی ہیں۔ اس کے لئے بہتر تو یہی ہے کہ اپنا وکیل ایسے شخص کو مقرر کرے جو سچائی اور خلوص کے ساتھ اس کی طرف سے بچاؤ کی تدبیر کرے، ایسے دلائل اور ثبوت مہیا کرے جو اس کے حق کو دشمن کے باطل پر غالب رکھیں۔ اسے چاہیئے کہ وہ یہ سب کام بڑی مستعدی سے کرے تاکہ اگر فیصلہ اس کے خلاف بھی ہو تو ایسی شکلیں پیدا ہو جائیں جن سے سزا میں کمی اور اس کے صدمات کم ہو سکیں۔ نہ یہ کہ دشمن کو پورا پورا موقع دے کہ وہ اُس کے خلاف جو جو چالیں چلنا اور حیلے اور فریب کرنا چاہتا ہے ان میں اچھی طرح کامیاب ہو جائے۔

یہ مسلمان کی شان نہیں ہے کہ بے فائدہ باتوں اور گپوں میں مشغول ہو کر اپنے مقاصد کے حصول سے غفلت کریں یا حادثوں سے ڈرتے رہیں اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو ہوش و حواس کھو بیٹھیں اور گھبرانے اور پریشان ہونے لگیں۔ ایسے لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ ہر

Marfat.com

بات کے لئے مناسب حال تیاری کریں اور ہر شدت یا آفت سے بچاؤ کی تدبیر میں مشغول ہوں اور بلا سے نجات دلانے اس سے دور رکھنے یا کم از کم اس میں کمی پیدا کرنے کی فکر سے غافل نہ ہوں۔

چونکہ تفکرات سے بے فائدہ وقت ضائع ہوتا ہے فرائض و واجبات میں کوتاہی واقع ہوتی ہے آدمی متوقع بھلائی کی فکر سے یا جس شر کا اندیشہ ہو اس کی تدبیر سے غافل ہو جاتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی اسی طرح محبوب شئے کے فوت ہونے یا ہاتھ سے جاتے رہنے اور کسی ضرر کے لاحق ہونے پر جو غم ہوتا ہے اس سے بھی پناہ مانگی کیونکہ یہ بات بھی مذموم ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ولا تھنوا و لا تحزنوا (اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو اور غم نہ کرو) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرمایا گیا ہے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے)

نتیجہ کیا ہے

یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر غم کسی کھوئی ہوئی چیز کو واپس لاتا۔ یا کسی آنے والی آفت کو دفع کر دیتا تو اس بات میں معذور ہوتے۔ لیکن وہ تو ایک ضائع کرنے والی چیز ہے جس میں قضاء و قدر پر برہمی و غصہ اور

Marfat.com

ایسی چیز سے تعلق خاطر ظاہر ہوتا ہے جس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں وہ ہمیں ان وسائل واسباب کے استعمال کی طرف سے کاہل بنا دیتا ہے جو کسی مصیبت کو دفع یا کسی صدمے کو کم کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

مومن کا کام ہے کہ صبر کی زرہ پہنے اور ان حادثوں سے جو اس پر یا غیروں پر نازل ہوتے ہیں آئندہ کے لئے نصیحت حاصل کرے تاکہ جن آفتوں میں پڑ چکا ہے آئندہ ان میں مبتلا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ مصائب کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ ناپاکوں اور پاکیزہ لوگوں میں امتیاز ہو سکے اور قوی العزم، صابر اور جد و جہد کرنے والے آدمیوں اور سست ارادہ، پست ہمت اور گھبرا جانے والے لوگوں میں تمیز ہو جائے۔

فرمان خداوندی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ"

(اور ہم تمہیں تھوڑے سے خوف، بھوک مال وجان اور ثمرات کے نقصان کے ساتھ ضرور آزمائیں گے، اے محمد تم صبر کرنے والوں کو بشارت دو)

Marfat.com

ایک جگہ فرمایا ہے۔ "اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ (کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہ جائیگا۔ حالانکہ ہم نے ان سے پہلوں کو آزمایا ہے۔ اللہ ضرور ایسے لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور انھیں بھی جو جھوٹے ہیں)

تیسری اور چوتھی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے عاجزی اور کاہلی ہے۔ عاجزی کسی چیز پر قادر نہ ہونا اور کاہلی استطاعت و قدرت ہونے کے باوجود کسی کام سے بیٹھ رہنا ہے، جب یہ علم ہو جائے گا کہ اس زندگی میں انسان کا مرتبہ و مقام اور عزت و سربلندی عمل ہی سے ہے اور اسی کے ذریعے آخرت میں سعادت اور ابدی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور عاجزی و کاہلی مومن کے لئے بدترین بلائیں ہیں۔ تو ان دونوں روگوں کی شدت اور خرابی اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ (اس نے دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھایا اور یہ کھلا ہوا خسارہ یا نقصان ہے۔

Marfat.com

بچاؤ کی صورت

عاجزی سے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ اس کے اسباب سے اجتناب کرے اور ایسی محنت، شاقہ یا خطرناک کام نہ کرے جس میں بعض کارآمد اعضا کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ موجود ہو یا آئندہ کام کرنے کی قدرت ہی جاتی رہے اور اس کا شمار ان عاجزوں اور معذوروں میں ہونے لگے جن کے بنائے کچھ نہیں بنتی۔ جو شخص اپنی طاقت سے زیادہ مشقت کرتا ہے اور بقدر ضرورت آرام کرنے اور حلال و طیب اشیاء کے کھانے پینے میں نفس کا جتنا حصہ ہونا چاہیے اُسے نہیں دیتا، اپنے امراض کا علاج نہیں کرتا دوا کڑوی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے اپنی جان کی طرف سے بخل کرتا ہے، طبیب کا معاوضہ یا دواؤں کی قیمت دینے سے ڈرتا ہے ایسا شخص گویا اپنے آپ کو عاجز بنانے کی خود کوشش کرتا ہے۔ وہ خود اپنے ساتھ بدترین جرم کر رہا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ عاجزی سے پناہ تو مانگتا ہے مگر اوپر بیان کی ہوئی صورتوں میں کسی نہ کسی طرح اپنی عاجزی کی صورتیں بھی پیدا کرتا جاتا ہے وہ ایسی بات کہتا ہے جس پر عمل نہیں کرتا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (اللہ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر عمل نہیں کرتے)

Marfat.com

کاہلی و سستی سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ ارادہ میں قوت پیدا کی جائے۔ جدوجہد اور کوشش کے عادی اشخاص سے میل جول رکھا جائے، عمل کے اسباب مہیا کیے جائیں، عمل کی لذت اور تمناؤں میں کامیابی کا لطف محسوس کیا جائے، ذہن میں ناکامی و نامرادی کی تصویر کھینچی جائے اور اس حقیقت کو پہچانا جائے کہ عزت و سربلندی عمل کرنے اور خطرات کا مقابلہ کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے اور تباہی و بدنصیبی ہمیشہ کاہلی کا اور پڑے پڑے آرام کرنے کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بزدلی اور بخل

پانچویں اور چھٹی بات بزدلی اور بخل ہے۔ بزدلی اپنی جان یا نفس پر حریص رہنا ہے اور بخل مال کی حرص کا دوسرا نام ہے۔ جو شخص اپنی جان سے بخل کرتا ہے اُسے دین کی راہ میں خرچ کرنے سے کتراتا اور حق کے نشانات قائم کرنے میں جان کی بازی لگانے سے جھجکتا ہے، ملک کی حفاظت کرنے، اس پر زیادتی کرنے والوں اور اس کی بے عزتی کرنے والوں کو دفع کرنے میں پس و پیش اور بخل سے کام لیتا ہے جن لوگوں نے اس کے ملک کے حقوق چھین لیے ہیں اس کے رہنے سہنے والوں کو ذلت و غلامی پر مجبور کر دیا ہے۔ ان میں ظلم و استبداد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔

Marfat.com

انھیں دور کرنے میں اپنی جان کھپاتے ہوئے ڈرتا ہے، جس سے ایسے مواقع میں فعت وشرف کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے تو ایسا شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مار ڈالا ہے اور اس کے بدلے نحوست خرید رہا ہے اگرچہ اس کا بدن زندہ ہے لیکن روح مرچکی ہے۔ اس کا بلند مقام نفس فنا اور حیات پاکیزہ ختم ہوچکی ہے کہنے کو ایسے کتنے لوگ ہیں جنھیں زندہ کہا جاتا ہے مگر دراصل وہ مردوں کے شمار میں ہیں۔ اور کتنے مرنے والے ایسے پائے جاتے ہیں جو زندوں کے زمرہ میں ہیں وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مرا ہوا ہرگز نہ گمان کرنا، نہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں جنھیں اُن کے رب کے یہاں رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے ان پر جو فضل فرمایا ہے وہ اس سے خوش ہیں) اس لئے حقیقی زندگی تو یہی ہے کہ تم جب تک زندہ رہو تمھارا ہر لوگوں میں اور پکار ہے۔ تم اپنے قول، عمل، قلم، رائے اور عقیدہ میں ایک خاص عزت کے حقدار رہو اور ایسی قوم میں جیو جس پر کسی کا تسلط نہ ہو۔ ایسی میں نہیں جس کی گردنیں حقوق اور مال و جائداد دوسروں کے زیر حکومت ہوں۔ تم ایسی قوم بنو جس کی رائے کا احترام کیا جاتا ہو بات کا اثر ہو اور اس کی مصالح مقدس اور لائق عزت ہوں۔ ظاہر ہے

Marfat.com

کہ ایسی قوم میں صرف وہی شخص رہ سکتا ہے جو قوم کے دفاع میں جان دینے اور اس کی بھلائی کے لئے اور مضرت دفع کرنے کے لئے زندگی گزارنے سے دریغ نہ کرتا ہو۔ یہی شخص حقیقت میں فیاض جوانمرد اور سچا بہادر رہے ہے

تأخرتُ استبقی الحیاۃ فلم اجِدْ
لنفسی حیاۃً مثل اَن اتقدّما

(میں زندگی باقی رکھنے کے لئے پیچھے رہ گیا تو میں نے اپنے لئے زندگی کو اس لائق نہ پایا کہ اسے پیش کر دوں۔ یعنی میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا)۔

رہا وہ شخص جو مال سے بخل کرتا ہے اسے اپنی راحت اور خوشحالی میں اور اپنے آپ کو سنوارنے اور اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے صرف نہیں کرتا، فقراء و مساکین اور عاجزوں اور معذوروں پر بھی اور دشمنوں سے مقابلہ کے انتظام اور مصالح عامہ پر ترجیح کرتے ہیں بخل کرتا ہے اور روپیہ خزانے میں جمع کر کر کے رکھتا ہے وہ صرف اپنے آپ کو ہلاک اور اپنی قوم کو تباہ کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ جو شخص اپنی دولت کو ذخیرہ کرتا جاتا ہے اور حقوق کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ کیا چاہتا ہے؟ کیا اس کو یہ طمع ہے کہ اس دولت کو اپنے ساتھ

Marfat.com

قبر میں لے جائے گا یا اس غربت اور تنہائی کے عالم میں اس میں خرچ کرے گا، کیا یہ مال اس وقت کام آئے گا جب یہ اسریع الحاسبین۔ انہایت تیزی سے حساب کرنے والے) کے سامنے کھڑا ہو گا اور قیامت کی سختی اور خطرات انتہائی شدت پر ہوں گے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مرنے کے بعد انسان کو مال کوئی نفع نہیں دے سکتا جب تک اس کا کوئی نیک عمل اس کے بچاؤ اور امداد کے لئے موجود نہ ہو اس کے برخلاف یہی مال اس کے لئے ایک عذاب اور وبال بن جائے گا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اور وہ لوگ جو اس چیز سے بخل کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے انھیں دی ہے، یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ یہ بخل اُن کے لئے بہتر ہے، نہیں وہ تو اُن کے لئے بہت برا ہے عنقریب قیامت کے دن انھیں اس بخل کی وجہ سے طوق پہنایا جائیگا وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانے میں رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں اس دن

Marfat.com

کے دردناک عذاب کی خوشخبری دو، جب ان چیزوں کو جہنم کی آگ میں دہکایا جائے گا اور اُن سے اُن کی پیشانیاں، پہلو اور اُن کی پیٹھ کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا، یہ ہے وہ جسے تم نے اپنے لئے خزانے میں دفن کیا تھا، اب اسی چیز کا مزہ چکھو جسے تم دفن کر رکھتے تھے۔)

سچا مومن تو وہی ہے جو دین کی راہ میں اپنی جان صرف کرے اور اپنی قوم کی شان بلند کرنے میں اپنا مال خرچ کرے۔

قرض کی مصیبت

ساتویں اور آٹھویں چیز جس سے جناب رسالت مآب نے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے وہ قرض کا غلبہ اور لوگوں کا غصہ ہے۔ قرض۔ خدا پناہ میں رکھے جب انسان پر غلبہ پالیتا ہے تو اس کی عزت، نعمت، دولت جائداد قدیم ہو یا جدید سب کچھ چھین لیتا ہے۔ جب قرض مسلط ہوتا ہے تو اس کا خیال، فکر، عقل، صلاح و سداد اور ہوش و حواس ہر چیز پر قابو پالیتا ہے اس حالت میں وہ نہ زندگی کا کوئی لطف اٹھا سکتا ہے نہ کچھ سوچ سمجھ کر اپنے لئے کوئی مناسب راہ نکال سکتا ہے۔ قرض صرف ایسے ہی شخص پر غلبہ پاتا ہے جو بغیر کسی سوجھ بوجھ کے قرض لیتا ہے، جو اپنے معاملات کے انتظام اور تدبیر سے قاصر رہتا ہے اور ایسے آئینی طریقے تلاش

Marfat.com

نہیں کرتا جس سے اپنی حالت سنبھال سکے۔

فتورِ نیّت

ایسا شخص جب قرض لیتا ہے تو اس کو ادا کرنے کا عزم نہیں رکھتا بلکہ اس کی نیت میں فتور ہوتا ہے۔ اکثر اس قسم کے لوگ کسی شدید ضرورت سے نہیں بلکہ نفسانی خواہشوں یا شہرت، خوشامد اور ریاکاری کے تقاضے پورے کرنے کے لئے لیتے ہیں۔ لیکن ان کے برخلاف جو لوگ نہایت مجبور ہو کر کسی شدید ضرورت سے قرض لیتے ہیں اور اُسے ادا کرنے کا عزم رکھتے ہیں ایسے لوگوں کا اللہ ضامن ہوتا ہے۔ انھیں نیک باتوں کی توفیق دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ انھیں گمان بھی نہیں ہوتا یہاں تک کہ انھیں اس قسم کے غموں اور صدموں سے نجات مل جاتی ہے۔ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے راہ پیدا کرتا ہے اور اُسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔)

لوگوں کے غلبے کی شکلیں بہت سی ہو سکتی ہیں، وہ ذلیل کر کے غلام بنا کر

Marfat.com

یا مخالفتوں اور نزاعوں میں قابو پاکر غلبہ حاصل کرتے ہیں یا جنگ وجدال کے میدانوں میں جیت کر دوسروں کو مغلوب کرتے ہیں، اس لیے ہم پناہ مانگتے ہیں کہ ہم پر کوئی شخص ظالمانہ قابو حاصل کرکے ہمیں اپنا آلۂ کار بنائے اور ہمارے سروں پر اپنی جھوٹی عظمت اور موہوم عزت کی بنیاد رکھے اور خود ہماری عظمت وارجمندی کے نشانات مٹا کر رکھ دے اسی طرح ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم پر ہمارا دشمن قابو پالے اور اپنے باطل کو ہمارے حق کے مقابلہ میں مدد دے اور ہم پر اس کے احکام جاری ہوں وہ ہمارے مردوں کو قتل کرے، ہمارے اموال کو غارت کرے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنائے اور ہماری عزت کو تباہ وبرباد کرے۔ ہم ان تمام باتوں سے پناہ مانگتے ہیں، اس سے قوت واستعداد کے سائل ہیں تاکہ دشمن ہمیں نہ ڈرا سکیں اور ہمارے لئے سعادت وعظمت کے اسباب اتنے پیدا ہوسکیں کہ کوئی فرد یا قوم ہم پر ظلم نہ کرسکے۔

اُمورِ ہشت گانہ

یہ ہیں وہ آٹھوں امور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوامامہ کو تعلیم فرمائے، ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی انھیں صبح وشام کا ورد بنا کر جسمانی

Marfat.com

غذا کے ساتھ روحانی غذا بھی بہم پہنچائیں تاکہ ہمارے نفوس کامل لذت حاصل کر سکیں۔

خبردار، ان باتوں سے پناہ مانگنے کے ساتھ کہیں یہ نہ کرنا کہ تم خود ان میں آلودہ ہو، تم پر واجب ہوگا کہ ان سب سے اجتناب کرو اگر یہ امور تم میں موجود ہوں تو ان کو چھوڑ کر نجات حاصل کرو غرض یہ نہ ہو کہ زبان سے تو نکتہ چینی کی جائے اور دل میں برا نہ سمجھا جائے کیونکہ پاکیزہ دعوت یا ہدایت وہی ہے جو زبان پر آنے سے پہلے دل سے نکلے۔

Marfat.com

بہتر صدقہ؟
تندرستی اور سلامتی کے زمانہ کا ہے

عن ابی هُرَیرَۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رَجُلُ لِلنبیِّ صلے اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ایُّ الصَّدَقۃ اَفضَلُ؟ قال: اَن تصدّقَ وانت صحیحٌ حریصٌ (وفی روایۃٍ شحیحٌ) تاملُ الغِنیٰ وتخشَی الفَقرَ ولا تُمهِلُ حتّیٰ اِذا بَلَغتِ الحُلقُومَ قلتَ لِفلَانٍ کذَا ولِفُلَانٍ کذا وقد کانَ لِفُلَانٍ۔ رواہ البخاری۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "یا رسول اللہ کونسا صدقہ افضل ہے" فرمایا "تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست اور حریص ہو (اور ایک روایت میں ہے بخیل ہو) دولت کی توقع رکھتے ہو افلاس

Marfat.com

سے ڈرتے ہو اور صدقہ دینے میں ڈھیل نہ دو یہانتک کہ جان حلق تک آپہنچے (مرنے کا وقت قریب آجائے) اور تم (بطور وصیت) کہنے لگو کہ (میرے مال میں سے) فلاں کا اتنا حصہ ہے اور فلاں کا اتنا۔ حالانکہ وہ فلاں (وارث) ہوگیا۔ یا فلاں کا مجھ پر اتنا قرض تھا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

لغت

حرص۔ طمع، لالچ۔
شح۔ انتہائی بخل۔
تامُل۔ اُمید رکھتے ہو، طمع رکھتے ہو۔
بَلَغَتِ الحُلقُومَ۔ جان حلق تک پہنچ جائے (مرنے کے قریب ہو)
حُلقوم۔ حلق، گلا۔
لفلان۔ فلاں شخص کا۔ پہلے اور دوسرے فلاں سے مراد موصٰی لہ (جس کے لئے وصیت کی جائے) ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم وصیت کرو کہ فلاں کو اتنا دیا جائے اور فلاں کو اتنا۔ آخری 'فلاں' وارث یا ایسے شخص کے لئے ہے جس کے متعلق وصیت کرنے والا اقرار کر جائے کہ اس کا مجھ پر اتنا قرض ہے۔

Marfat.com

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بہترین عبادات پسند کیا کرتے تھے اور ان کے متعلق آپ سے دریافت کرنے میں کبھی پیچھے نہ رہتے تھے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ جو عبادت یا ثواب کا کام اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہو اُس کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کریں اور بلند درجات تک پہنچیں۔ ان میں سے کسی نے آپ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ ثواب کس صدقے کا ہے آپ نے فرمایا اس حالت میں صدقہ دینا کہ تم صحیح و تندرست ہو تمہارے جینے کی امید منقطع نہ ہوئی ہو تمہارے قدم قبر کی طرف نہ بڑھ رہے ہوں کیونکہ ایسے حالات میں مرض کی وجہ سے آدمی کا ہاتھ اپنے مال اور ملک کی طرف سے کوتاہ ہو جاتا ہے، اور وہ سخاوت سے قاصر رہتا ہے۔ اس لئے بخل کا دھبہ اس کی پیشانی سے نہیں مٹتا۔ نہ اس وقت کی داد و دہش اس کی پاکیزہ نفسی پر دلالت کر سکتی ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب زندگی سے متول اور عیش سے بیزار ہو چکتا ہے اور اُسے صاف نظر آنے لگتا ہے کہ اس کا مال غیر کا ہوا جا رہا ہے۔ اس کے برخلاف جب وہ تندرست ہوتا ہے تو اس کے دل میں مال کا ایک مقام اور جان کی محبت موجود ہوتی ہے

Marfat.com

دہ جینے کی طمع رکھتا ہے اور مفلس ہو جانے سے خائف رہتا ہے۔ حرص اس پر غالب ہوتی ہے ایسے زمانے میں صدقہ دیا جائے یا مال خیرات کیا جائے تو اس کے اس فعل میں سچا اور صحیح خلوص پایا جائے گا اور ثواب کے لحاظ سے اس کا درجہ بہت بڑا ہوگا۔ یہی صورت اس وقت ہوگی جب مال جمع کرنے کی حرص بڑھی ہوئی ہو اور اُسے ذخیرہ کرنے کے اسباب کافی پائے جاتے ہوں اس وقت بھی اگر وہ سخاوت کرے گا تو یہ چیز نیکیوں کی طرف اس کی رغبت اور خدا کی رضا جوئی پر دلالت کرے گی۔

جب تک موت قریب نہ آجائے صدقہ کرتے رہنا چاہیے اس میں تاخیر نہ کرے کیونکہ ایسے وقت وہ اپنے کل مال میں تصرف کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ مریض کو صرف تہائی مال خیرات کرنا جائز ہے اس سے زیادہ نہیں اگر وہ اس مقدار سے زیادہ خرچ کرنا چاہتا ہو تو اس کے وارثوں کو حق پہنچتا ہے کہ چاہیں تو اس میں تصرف کرنے کی اجازت دیں، نہ چاہیں تو روک دیں۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ صحت کی حالت میں قرض ادا کرنا اور صدقہ دینا مرض کی حالت سے بہتر ہے۔ کیونکہ ادائے قرض کے موقع پر اکثر شیطان مفلس ہو جانے سے ڈراتا ہے

Marfat.com

اُسے زیادہ عمر پانے کے سبز باغ دکھاتا ہے اور مال کی حاجت و اہمیت محسوس کراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلشَّیطَانُ یَعِدُکُمُ الفَقرَ (شیطان تمھیں افلاس سے ڈراتا ہے) اور اس لیے فرمایا ہے۔ وَاَنفِقُوا مِمَّا رَزَقنٰکُم مِن قَبلِ اَن یَاتِیَ اَحَدَکُمُ المَوتُ۔ (اور ہم نے جو کچھ تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے) حدیث میں ہے "اس شخص کی مثال جو اپنی موت کے وقت غلام آزاد کرتا اور صدقہ دیتا ہے اس شخص کی سی ہے جسے شکم سیر ہو جانے پر تحفہ دیا جائے" (جیسے پیٹ بھرے کو تحفہ دینا غیر ضروری اور بے فائدہ ہے)

Marfat.com

صدقہ اور خیرات لیکن کب اور کس حد تک!

عن سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ قال: جاء نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یعود نی من وجع اشتدّ بی فقلتُ یارسول اللہ قد بلغ لی من الوجع ما تری وانا ذومال ولا یرثنی الا ابنۃ افاتصدّق بثلثی مالی: قال لا، قلتُ فالشطرُ یارسول اللہ، قال لا، قلتُ فالثُلثُ، قال الثُلثُ والثُلثُ کثیرٌ، اِنک ان تذرَ ورثتکَ اغنیاءَ خیرٌ من اَن تذرھُم عالۃً یتکفّفُون الناس، واِنک لن تُنفِقَ نفقۃً تبتغی بھا وجہَ اللہ۔ رواہ البخاری۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس درد کی عیادت

Marfat.com

کے لئے تشریف لائے جو بہت شدید ہو گیا تھا، میں نے کہا یا رسول اللہ میرے درد کی جو حالت ہو گئی ہے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، میں صاحب مال ہوں اور ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں، کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؛ آپ نے فرمایا نہیں، میں نے کہا، آدھا، فرمایا، نہیں، میں نے کہا، پھر ایک تہائی؟ فرمایا، ایک تہائی اور ایک تہائی بہت ہے، بیشک اگر تم اپنے وارثوں کو دولتمند چھوڑ جاؤ تو یہ انھیں فقیر و مفلس چھوڑ جانے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔ اور بیشک تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لئے خرچ کرو گے تمھیں اس کا ثواب ضرور ملے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

لغت

وجع ۔ درد، عربی میں ہر بیماری کے لئے وجع کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے
اشتدّ ۔ شدید ہو گیا، قوی ہوا۔
ذو مالٍ ۔ مال دار۔ مراد بہت دولت مند۔ یہاں تنوین اظہار کثرت کے لئے ہے۔

Marfat.com

ابنۃ - (بیٹی) سعد رضی اللہ عنہ کی اس بیٹی کا نام عائشہ تھا - اس وقت سوائے اس بیٹی کے اُن کی کوئی اولاد نہ تھی - اس کے بعد یہ اس مرض سے اچھے ہو گئے اور اُن کے یہاں بکثرت اولاد ہوئی جن میں چار بیٹے تھے اور بارہ لڑکیاں -

الا ابنتی - (میرا وارث نہ ہو گا) سے مراد یہ ہے کہ میری اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے جو بیٹی کے سوا میرا وارث ہو - ورنہ ان کے عصبات موجود تھے -

الشَّطرُ - نصف -

الثُّلثُ - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں مذکور ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ثلث تمہارے لئے کافی ہے -

والثُّلثُ کثیرٌ - سے مطلب یہ ہے کہ تہائی مال صدقہ کر دینا بہتر و احسن ہے اور اس کا اجر بہت ہے یا یہ کہ ثلث مقدار میں بہت ہے کم نہیں

تَذَر - چھوڑ دو گے -

عالۃ - عائل کی جمع ہے فقرا -

یتکففون - ہاتھ سے سوال کرتے ہیں - دست سوال بڑھاتے ہیں -

Marfat.com

تشریح

اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مسلمانوں کی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے بہترین قسم کے اعمال پر کتنے حریص رہتے تھے۔ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض کی شدت محسوس کی اور اندیشہ لاحق ہوا کہ موت قریب آپہنچی ہے اور پھر یہ بھی احساس ہوا کہ دولت بہت زیادہ ہے اگر اُسے اکیلی ایک بیٹی کے لئے چھوڑ گئے جس کے سوا کوئی وارث نہ تھا تو یہ دولت اُسے پریشانی میں ڈال دے گی یا یہ اس کا اچھی طرح انتظام نہ کر سکے گی یا ایسے حالات پیدا ہو جائیں گے جن سے نہ انھیں اجر ملے نہ لڑکی کو۔ اس لئے آپ سے اجازت طلب کی کہ دو تہائی دولت صدقہ کر دیں کیونکہ ان کے نزدیک باقی ایک تہائی ان کی بیٹی کے لئے کافی تھی۔ خواہ وہ بغیر شوہر کے رہے یا شادی کرے، اتنی مقدار سے اس کی خیر و فلاح کا سامان ہو سکتا تھا اور اس طرح انھوں نے جو کچھ اپنے لئے کیا اللہ کے نزدیک اس سے ان کے مراتب بلند ہو جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر نصف مال کے لئے اجازت چاہی آپ نے اسے بھی منظور

Marfat.com

نہ فرمایا۔ اس کے بعد انھوں نے تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت چاہی جو آپ نے دے دی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقے کی حکمت بیان فرمائی کہ مسلمان کا ثواب اسی صدقے تک محدود نہیں رہتا جو وہ اپنے مرنے سے پہلے کر چکا ہے۔ بلکہ اگر وہ اپنی اولاد کو لوگوں کے سامنے دست سوال بڑھانے سے بے نیاز کر دے اور ان سے فقر و فاقہ کی ذلت دور کر دے تو اس کا بھی ثواب ملتا ہے۔ مومن کا ثواب اسی حد تک نہیں ہے اُسے تو ادنیٰ ترین دنیوی سعادت پر بھی ثواب ملتا ہے، جب کہ اُس سے رضائے الٰہی مقصود ہو۔

غور کرو کہ خدا کتنا بڑا رحیم و کریم ہے اور مسلمان کے بعض مال کے صدقے پر کس طرح راضی ہو جاتا ہے جب کہ اس میں خلوص موجود ہو اور ریا و نفاق کا لگاؤ نہ ہو اور اس کی ادنیٰ نیکیوں پر بھی کیسی رحمتیں نازل فرماتا ہے

وارث کا حق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو وارثوں کے متعلق بھی نصیحت فرما دی تاکہ جواب ان حالات سے پوری طرح مطابق رہے جن میں سعد کو موت آسکتی تھی۔ خواہ اکیلی ان کی بیٹی وارث ہو یا اس کے

Marfat.com

ساتھ اور لوگ بھی ہوں یا کوئی اور ان کا وارث بنے۔ آپ نے تنہا اُن کی بیٹی ہی تک جواب کو مخصوص نہیں فرمایا تاکہ اس میں تمام ورثا شامل رہ سکیں۔ آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ ان لوگوں کو اتنا غنی کر دیں کہ سوال کی ذلت سے بچ جائیں۔

اس حدیث کے آخر میں ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کا سوال ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ثواب کے بکثرت ہونے پر راغب ہیں۔ جب اُنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی مال سے زیادہ صدقہ کرنے سے منع کر دیا تو تسلّی و خوشنودی ظاہر کرنے کے لئے اُن سے یہ بھی فرمایا کہ تم اپنے مال میں سے جو کچھ بھی نقد و جنس میں سے صرف کرو گے وہ اگر واجبی ہوگا تو اس پر بھی ثواب ملے گا بشرطیکہ اس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو۔

چند مزید اُمور

جو اُمور اوپر بیان ہو چکے ہیں اس حدیث سے ان کے سوا حسب ذیل باتیں اور واضح ہوتی ہیں

۱۔ اگر کوئی وارث موجود ہو تو تہائی مال سے زیادہ کے لئے وصیّت کرنا جائز نہیں۔ جس شخص کا کوئی وارث نہ ہو اس کے متعلق اختلاف ہے۔

Marfat.com

جمہور ائمہ اس سے زیادہ کی وصیت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ زیادہ کے جواز کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ (اس وصیت کی مقدار کے بعد جو کی جائے یا قرض کے بعد) والی آیت میں وصیت مطلق ہے یعنی اس کو تہائی کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا۔ سنت نے اُسے اُس شخص کے ساتھ مقید کر دیا جس کا وارث موجود ہو۔ اور جس کا وارث نہ ہو اس کے لئے یہ حکم اب بھی مطلق اور غیر مقید ہے۔ اور اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ اپنے متعلقین میں سے کسی ایسے کو نہ چھوڑ جائے جس کے مفلس ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۲۔ سنت قرآن کی حدود معین کرتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۳۔ شریعت کا ایک شخص سے خطاب کرنا ایسے تمام اشخاص کے لئے عام ہوتا ہے جس میں ایسے حالات پائے جاتے ہوں۔ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حکم عام ہے، سعد کے ساتھ مخصوص نہیں۔

۴۔ مشروع یا جائز طریقوں سے مال جمع کرنا مباح ہے اس کے علاوہ اس حدیث سے اعزہ اور اقارب سے حسن سلوک کی ہدایت بھی مفہوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

عبادت کی کثرت
حدود کی تعیین و تشریح

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال جاء ثلاثۃ رَهطٍ الی بُیُوتِ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسألون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فلما أخبِرُوا الیہا کانہم تقالُّوھا، فقالوا واین نحنُ مِنَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم، قد غَفرَاللہُ ما تقدَّم من ذنبہ وما تأخَّرَ، فقال احدُھم اما انا فأصلی اللَّیل ابدًا وقال آخرانا اصوم الدَّھرَ ولا اُفطِر وقال آخرانا اَعتَزِلُ النساءَ فلا اَتزَوَّجُ ابدًا فبلغ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک فحمِدَ اللہَ واثنٰی علیہ وقال: ما بالُ اقوامٍ قالوا کذا وکذا، اَمَا واللہِ اِنّی لَاَخشاکم لِلّٰہِ واتقاکم لہٗ، لکِنی اَصُومُ واُفطِر واُصَلّی وارقُدُ واتزَوَّجُ النِّسَاءَ فمن رَغِبَ عن سُنَّتی

Marfat.com

فَلَیْسَ مِنِّی - رواہ البخاری وغیرہ -

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھر تین گروہ آئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھ رہے تھے جب انھیں اس سے خبردار کیا گیا تو ایسا معلوم ہوا جیسے انھوں نے اس عبادت کو کم جانا، پھر کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں ہم کہاں ہوں گے، اللہ نے ان کے تو تمام آنے والے اور گزرے ہوئے گناہ بخش دیئے، پھر ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھونگا دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھونگا اور افطار نہیں کرونگا تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہونگا کبھی شادی نہ کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور کہا ان لوگوں کا کیا حال ہے جنھوں نے ایسا ایسا کہا، مگر میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ، تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیز کرنے والا میں ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں، سوتا ہوں، اور عورتوں سے شادی

Marfat.com

کرتا ہوں۔ پس جو شخص میرے طریقے سے انحراف کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا۔

لغت

رھط ۔ جماعت اس لفظ کا اطلاق تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے
یہ اسم جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔
بقع۔ تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتا ہے
اس حدیث میں جن تین آدمیوں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں۔ علی بن ابی طالب عبداللہ بن عمرو اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔
تَقَالُوھَا ۔ اس کو (یعنی عبادت کو) تھوڑا جانا۔
اخشاکم اللہ واتقاکم اللہ سے ڈرنے اور اس کے لئے تقوٰے اور پرہیز کرنے میں سب سے زیادہ۔
ما بالُ اقوامٍ ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے، ان کا کیا حشر ہوگا۔
رَغِبَ عن الشیٔ۔ اس شئے سے روگردانی کی یا منہ پھیرا۔
رَغِبَ فی الشیٔ۔ اس کی طرف مائل ہوا یا رغبت کی۔

Marfat.com

تشریح

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم (اللہ ان سے راضی رہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سی عبادت پسند کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ جتنی عبادت آپ فرماتے ہیں اتنی ہی وہ کریں تاکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک رتبے اور درجے میں آپ سے قربت کا لطف حاصل ہو۔ ان میں سے تین حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس آئے تاکہ اُن سے آپ کے پوشیدہ عبادت کرنے کی مقدار اور کیفیت دریافت کریں تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ کی عبادت ان لوگوں کی عبادت سے زیادہ نہیں ہے بلکہ ان کی عبادت کی بہ نسبت کم ہے اور اس سے تقرب الٰہی کے حصول کا منشا پورا نہیں ہوتا۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخش دینے کا وعدہ کیا ہے جو انھیں کثرت عبادت سے بے نیاز کر دیتا ہے اور یہ لوگ اس بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہا کم ہیں، انھیں عبادت بڑھانے اور اس کی مداومت کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا ان میں سے ہر ایک نے عہد کر لیا کہ ایک ایسی قسم کی عبادت کو لازم کرے جس کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔ ایک نے راتوں کو نہ سونے اور اپنی راتیں عبادت میں گزار دینے کا طریقہ اختیار کیا

Marfat.com

اور اپنا معمول بنالیا کہ سونے اور راحت کرنے میں نفس کا جو حصہ مقرر ہے اُسے نہ دیں گے کیونکہ اللہ کی یاد میں بیدار رہنا فکر کو صاف اور ذہن کو شفاف بناتا ہے۔ نیند سستی و کاہلی کی دعوت دیتی ہے اور بلادت (کند ذہنی) پیدا کرتی ہے۔ دوسرے کو ہمیشہ روزہ رکھنے اور افطار نہ کرنے کا طریقہ بہتر معلوم ہوا کیونکہ روزے خواہشات کے غلبہ پر قابو رکھتے ہیں نفس کی حرص کو توڑتے ہیں، طبائع کے خبث کو دور کرتے ہیں اور اخلاق کی آلودگی کو دھو دیتے ہیں۔ روزہ رکھنے والے میں ضعیفوں فقیروں اور مسکینوں پر رحم اور مہربانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح تیسرے نے عورتوں سے علیحدہ رہنا اور شادی نہ کرنا پسند کیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ازدواج کے جھگڑے خدا کی عبادت سے غافل کر دیتے ہیں، آدمی معاش کی جدوجہد اور اولاد کی تربیت اور دیکھ بھال کے بکھیڑوں میں پڑ جاتا ہے اور عبادت کے لئے وقت نہیں پاتا۔

فرمانِ نبوی ﷺ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو مخاطب فرما کر ان اشخاص کے عزم کی غلطی سے متنبہ فرمایا اور انھیں آگاہ کیا کہ اللہ کا تقرب نفس پر برداشت کی قوت سے زیادہ بار

Marfat.com

ڈالنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ کے نزدیک بہترین اعمال وہ ہیں جو خواہ تھوڑے ہوں مگر اُن میں دوام اور مداومت پائی جاتی ہو۔ ایسے لوگ (جن کا ذکر اوپر ہو چکا) بہت جلد اپنے آپ کو عاجز اور ضعیف بنالیں گے۔ پھر اپنے اندر اعلیٰ عبادت تو کجا ادنیٰ عبادات کی بھی طاقت نہ پائیں گے۔ انھیں چاہیئے کہ اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں تاکہ جو عبادت کرتے ہیں اُسے دوام دے سکیں پاکیزہ چیزوں میں سے جو کچھ اللہ نے اُن کے لئے حلال کیا ہے اس سے تمتع کریں (فائدہ اُٹھائیں) کیونکہ اسلام میں رہبانیت بالکل نہیں۔

یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں داخل تھی کہ جب آپ کسی کی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے اور اس کے متعلق نصیحت مقصود ہوتی تو خطبہ دیتے وقت اس بات کے کرنے والے کا برملا نام نہ لیتے نہ اس کا تعین کرتے بلکہ اُسے اس طرح بیان فرماتے کہ فلاں فلاں قسم کے کام کرنے والوں کا کیا حال ہوگا' وغیرہ' گویا ایک عام انداز بیان اختیار فرما کر نہ صرف ان خاص لوگوں کو بلکہ سب کو اس بات سے متنبہ فرما دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کا مقصود انھیں اپنے غلط رویے سے آگاہ کر کے اس سے باز رکھنا ہوتا تھا اور وہ اس طرح حاصل ہو جاتا تھا۔ براہ راست انھیں متنبہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ اس عمل سے آپ کے مکارم اخلاق

Marfat.com

محاسن آداب اور حسن معاشرت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بیشک آپ بڑے برگزیدہ اخلاق پر ہیں) اور خود آپ نے اپنی نسبت کہا ہے اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَادِيْبِيْ (میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور میری بہترین تادیب فرمائی)

رہبانیت خلاف اسلام

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کی حنیفیت رہبانیت کی طرف نہیں بلاتی، نہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے اس سے محرومی اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے، افطار اس لئے ہے کہ مومن میں روزوں کی قوت رہے۔ اور نیند اس لئے کہ عبادت میں کھڑے ہونے کی طاقت آئے۔ اسی طرح ازدواج کا مقصود نفس کی خواہش کو توڑنا، پاک دامن ہونا اور نسل بڑھانا ہے۔

اور جو شخص ان باتوں سے انحراف کرے اور یہ انحراف تاویل وغیرہ کی قسم کا ہو تو اسے ملت سے خارج یا کافر نہ کہا جائے گا فَلَيْسَ مِنِّيْ کے معنی یہ ہوں گے کہ ایسے شخص کا طریقہ میرے طریقے میں سے نہ ہوگا اور اگر یہ روگردانی یا غلو اس وجہ سے ہو کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اسی کو درست

Marfat.com

اور قابلِ ترجیح خیال کرتا ہے تو اس صورت میں فلَیْسَ مِنّی کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شخص میری ملت پر نہ ہوگا کیونکہ ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ لیکن اگر اس بارہ میں کسی شبہ کی وجہ سے تقوی کے طور پر انحراف کیا ہو تو وہ نہ ممنوع ہوگا نہ مکروہ۔

اس حدیث سے سابقہ باتوں کے علاوہ حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ نکاح کی فضیلت و ترغیب۔

۲۔ راحت سے اور شریعت کی حلال کی ہوئی چیزوں سے بے تعلقی میں غلو نہ کرنا۔

۳۔ اس حدیث میں ایسے شخص کی تردید ہے جو پاکیزہ کھانوں اور نرم لباسوں میں سے حلال اشیاء اور مباح چیزوں کے استعمال سے منع کرتا ہے اور ان پر خراب کھانے اور موٹے کپڑے کو ترجیح دیتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔ (کہہ دو کس نے اللہ کی پیدا کی ہوئی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور پاکیزہ رزق کو حرام کیا ہے) لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرلو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور زیادتی نہ کرو۔

Marfat.com

اعتدال اور میانہ روی

مگر بہر حال تمام معاملات میں اعتدال اور میانہ روی ضروری ہے کیونکہ پاکیزہ اشیا کا لزوم تعیش اور افراط نعمت کا باعث بنتا ہے اور آدمی ان کی کثرت سے تشبیہات میں مبتلا ہونے سے محفوظ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اُنھیں اختیار کرنے سے نفس کو روکنا نتیجہ میں ممنوعہ چیزوں میں غلو یا افراط کا سبب ہو جاتا ہے۔ یا مثال کے طور پر فرائض تک محدود رہنا اور نفل کو چھوڑ دینا، سُستی کو ترجیح دینے اور عبادت میں چستی نہ دکھانے کا موجب ہوتا ہے اور لبسا اوقات فرائض ادا کرنے میں بھی کاہلی مانع ہونے لگتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم کی صورتیں اختیار فرمائی ہیں۔ کبھی موٹا کھردرا عمامہ زیب تن فرمایا ہے کبھی دھاریدار حضرمی چادر استعمال فرمائی ہے۔ یہی کھانے کا حال تھا، کبھی کھجوروں کے ساتھ ککڑی، اور مل جائے تو اچھا کھانا تناول فرماتے تھے اور کبھی مرغی۔

۴۔ اس حدیث سے ہر ایک کے لئے علم کی طرف رسائی کا مشروع یا جائز ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر علم کا حصول اصلی جگہ سے دشوار ہو تو عورتوں تک پہنچ کر بھی اس کے حاصل کرنے میں

Marfat.com

مضائقہ نہیں۔

۵۔ اسی طرح علمی مسائل بیان کرتے وقت اور مجتہدین کی طرف سے شبہ زائل کرنے کے موقع پر خدا کی حمد و ثنا کرنا۔

۶۔ سنت کی پیروی کی ترغیب اور اس سے مخالفت پر تخویف مفہوم ہوتی ہے۔ اس کا شمار ان اہم امور میں ہے جنھیں ترک کر دیا گیا ہے اور انھیں چھوڑنے سے دین و دنیا میں بڑے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

خود نمائی اور خود بینی!
ایک نامحمود اور قابل تعزیر فعل!

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جرّ ثوبہ مخیلۃ لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔ رواہ البخاری۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اپنے لباس کو غرور و تکبر سے لٹکاتا ہوا چلے گا، قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

لغت

جرّ۔ کھینچا، لٹکایا۔

Marfat.com

مخیلۃ - عجب، خود پسندی، تکبر۔

لم ینظر اللہ الیہ - اللہ اُسے رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا، اس پر رحم نہ فرمائے گا۔ یہاں حقیقی نظر مقصود نہیں ہے جس میں مخلوق سے مماثلت پائی جائے اور اللہ کے لئے اس کا ثبوت محال ہے۔

تشریح

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کھانے پینے اور پہننے کی بہت سی پاکیزہ چیزیں حلال فرمائی ہیں تاکہ ہم ایسی صورتوں میں ان سے استفادہ کریں جن میں گناہ یا سرکشی نہ پائی جاتی ہو۔ خود پسندی اور تکبر بد ترین گناہوں میں سے ہے کیونکہ تکبر سے فضائل چھن جاتے ہیں اور رذائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے مومن شخص اور تواضع کی صفت کے درمیان دوری واقع ہوتی ہے جو متقیوں کے اخلاق کی سرتاج ہے۔ تکبر، کینہ، تعصب، اور لوگوں کی طرف سے حقارت اور غیبت کی خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ اس کی بدولت آدمی سچائی، غصہ کا ضبط، نصیحت کی قبولیت، عیب یا خرابی سے واقفیت، علم سے استفادہ، حق کی اطاعت وغیرہ صفات سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔ یہ خرابی ان صفات کو حقیر سمجھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

Marfat.com

"تکبر حق سے جھگڑنا اور مخلوق کو حقیر جاننا ہے"۔

تکبُّر کے اسباب

تکبر کے اسباب بہت ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک سبب علم ہے۔ یہ خرابی علماء میں بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں اُن میں سے کسی نے اپنے اندر کسی قسم کا علمی کمال محسوس کیا وہ اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو حقیر اور جاہل سمجھنے لگتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ حقیقی علم نہیں رکھتے۔ حقیقی علم ہو تو آدمی اپنے رب کو اور اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور اس کی عظمت کو محسوس کرتا ہے۔ اور یہ بات اس میں خوف الٰہی اور تواضع پیدا کرتی ہے اور ایسے بندوں کا خود خدا لحاظ کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا۔ یا پھر اس قسم کا شخص بدفطرت اور ناپاک خیالات کا حامل ہوتا ہے۔ اس علم سے بھی اس میں خباثت اور برائی کے سوا کوئی خوبی پیدا نہیں ہوتی۔

ان ہی اسباب میں حسب ونسب بھی ہے جو شخص اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں عالی نسب پاتا ہے وہ اُن سے تکبر کرتا ہے اور بعض اوقات اُن سے ملنے جلنے اور اُن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے میں

Marfat.com

ننگ محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنی زبان سے اپنے نسب پر فخر کیا کرتا ہے حدیث میں آتا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص سے گفتگو کی اور اس سے کہا اے ابن السودار (حبشن کے بیٹے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا "گوری عورت کے بیٹے کو کالی عورت کے بیٹے پر فضیلت نہیں ہے"

مال قوت نوکر چاکر اور خاندان بھی تکبر کا باعث ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پسندی اور تکبر کے اسباب میں سے ایک سبب بیان فرمایا ہے جو غرور سے کپڑے کو لٹکانا اور لمبا کرنا ہے خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی جانب سے۔ یہ حرکت کپڑے کو چن کر یا اس میں شکنیں ڈال کر کیجائے تب بھی بری ہے۔ کیونکہ دنیا میں تو اس سے اسلئے نقصان پہنچتا ہے کہ ایسا شخص لوگوں کی نظر میں برا سمجھا جاتا ہے دوسرے اس میں بیجا طور پر دولت ضائع ہوتی ہے اور آخرت میں اسلئے کہ یہ گناہ ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کی نعمت کے اظہار کے لئے اور اس کا شکر ادا کرنے کی غرض سے ایسا کرتا ہو اور دوسروں کو حقیر نہ سمجھتا ہو اسے مباح قسم کا کپڑا پہننے سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا فِیْ غَیْرِ اِسْرَافٍ وَّلَا مَخِیْلَۃٍ

Marfat.com

اکھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو بغیر اسراف اور غرور کے، حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے "جو چاہو کھاؤ اور پہنو" جو چیزیں تمھارے لئے غلط ہیں وہ اسراف اور غرور ہیں۔

بے شبہ آستینوں اور پائنچوں کو طویل کرنا اور مقررہ وضع سے زیادہ بڑھانا بھی کپڑا لٹکانے کے حکم میں ہے۔ بعض علماء نے ٹخنوں سے نیچے اُترے ہوئے پائنچوں کو مذموم کہا ہے۔ البتہ اگر کسی عیب یا بیماری کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعض لوگ اُن کے مکروہ ہونے کے قائل ہیں کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس کی تہمد لٹکی ہوئی تھی (چلنے میں زمین سے لگتی تھی) آپ نے اس سے فرمایا اپنی تہمد اونچی کرو۔ اُس نے کہا "مجھ میں اندر کی طرف لنگڑاپن موجود ہے، میرے گھٹنے چلنے میں رگڑ کھاتے ہیں" آپ نے فرمایا "تہمد اونچی کرو، اللہ نے سب کو اچھا ہی پیدا کیا ہے" اور اس لئے بھی کہ اس قسم کا پہناوا غرور کو دعوت دیتا دیتا ہے اور کپڑے میں نجاستیں لگتی ہیں۔

لہٰذا ہر مسلمان کو جاننا چاہئے کہ تواضع سے تمھاری رفعت و سربلندی میں اضافہ ہوگا اور آداب دین پر عمل کرنے سے اللہ کے ساتھ تقرب اور محبت بڑھے گی، لہٰذا سوچنا چاہئے کہ ہمارا آغاز کیا تھا، پانی کا ایک قطرہ

Marfat.com

اور انتہا ایک ناپاک مردار لاش۔ اگر حقیقت نظر میں ہے تو عزت ناحق باتوں میں نہ پکڑے اور کوئی اپنے آپ کو دوسرے مومن بھائیوں سے بڑا نہ سمجھے۔ جب تم اپنے اوپر خدا کے فضل ونعمت کو یاد کرو تو یہ بھی یاد کرو کہ اُس کی ایک انتہا بھی ہے اس لئے تکبر کرنے اور اترانے سے بچو، کیونکہ یہ چیزیں برکت کو زائل کر دیتی ہیں اور نعمت کو تباہ کر دیتی ہیں۔ غرور نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

Marfat.com

پیام پر پیام
ایک حکمت آمیز مصلحت

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَن یَبیعَ الرّجلُ علی بیع اخیہ و اَن یخطُبَ الرجُلُ علی خطبۃ اخیہ حتی یترک الخاطب قبلہ او یاذن لہ الخاطب۔ رواہ البخاری۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے یا اپنے بھائی کے پیام شادی کی جگہ پیام دے یہاں تک کہ پیام دینے والا پہلے اُسے ترک کردے یا اُسے پیام دینے کی اجازت دے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

خِطبَۃ۔ شادی کا پیام دینا، منگنی ۔

تشریح

یہ حدیث دو باتوں کی ممانعت پر مشتمل ہے۔ کسی شخص کی بیع یا سودے پر سودا کرنا۔ اور کسی جگہ کسی شخص نے شادی کا پیام دے رکھا ہو وہاں اس کے اس پیام کو ترک کرنے سے پہلے یا اُس کی اجازت کے بغیر اپنا پیام دینا۔

تفصیلِ اوّل

پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتا ہے ابھی خریدار کو اختیار باقی ہے کہ اتنے میں تیسرا شخص آتا ہے اور مدت اختیار کے اندر اس خریدار سے کہتا ہے کہ تم اس بیع کو فسخ کر دو میں تم سے یہ سودا اس سے کم قیمت پر کرتا ہوں۔ اس قسم کی خرید و فروخت منع کی گئی ہے کیونکہ اس طرح پہلے بائع (بیچنے والے) اور دوسرے بائع کے درمیان بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض

Marfat.com

اوقات اس سے ایسی مضرت پیدا ہوتی ہے جو کسی حد پر نہیں ٹھہرتی جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے اور سب کو معلوم ہے اسلئے دنیا کی تھوڑی سی پونجی کے لئے مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے شر و آلام کا سبب بنے اور اپنے حق میں بھی خدا اور رسول کے غضب کو برانگیختہ کرے یا قلوب میں عداوت اور کینے کے بیج بوئے۔

لہٰذا اس قاعدہ کی بناپر کہ "کسی چیز سے روکنا اُس کے فساد کا مقتضی ہے" کسی شخص کا اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا فاسد ہے یہی مالکیوں اور حنبلیوں کا قول ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ یہ بیع تو صحیح ہے مگر گناہ کے ساتھ۔ کیونکہ یہاں جس چیز سے روکا گیا ہے وہ راست اس شے کے لئے نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ ایک خارجی امر سے منع کیا گیا ہے۔

مسئلہ ثانی

دوسری بات یہ ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے یا اُس کے ولی سے شادی کا طالب ہے اور وہ عورت یا اس کا ولی اس پیام کو قبول کر لیتے ہیں یا اُس پر رضامند ہو جاتے ہیں اسی اثناء میں ایک اور شخص پہلے پیام یا منگنی کا علم ہونے کے باوجود اسی جگہ اپنا پیام دے بیٹھتا ہے۔

Marfat.com

اس صورت میں اگر منگیتر یا اُس کے ولی نے پہلے پیام کو منظور کرلیا تھا تو یہ دوسرا پیام بالاتفاق حرام ہے۔ لیکن اگر ان میں سے کسی ایک نے انکار کردیا ہو تو دوسرا پیام حرام نہ ہوگا۔

کیا یہ حرمت دوسرے پیام دینے والے کی شادی کو فاسد کردیتی ہے۔ ظاہریہ کا قول ہے کہ اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ جمہور کا قول ہے کہ یہ نکاح فسخ نہ ہوگا۔ کیونکہ ممانعت پیام دینے کی ہے اور یہ نکاح کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے اس لئے پیام کے غیر صحیح ہونے سے نکاح فسخ نہ ہوگا۔

یہ حکم عام ہے۔ پہلے پیام پر پیام دینے کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ یہ پیام دینے والا فاسق ہو یا کافر یہ عام علما کی رائے ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاسق اور کافر کے پیام پر پیام دینا حرام نہ ہوگا۔ کیونکہ حدیث میں عَلٰی خِطْبَۃِ اَخِیْہِ (اپنے بھائی (مسلمان) کے پیام پر) کے الفاظ آئے ہیں۔ اور مسلمان اور کافر کے درمیان کوئی اخوت نہیں ہوتی۔ حدیث المومن اخ المومن (ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے) سے بھی یہی ظاہر ہے۔ لہٰذا اس حکم سے فاسق خارج ہو جاتا ہے۔

حدیث میں "حتی یاذن له الخاطب" (یہاں تک کہ پیام دینے والا

اسے اجازت دے) کے الفاظ اجازت ہونے کے بعد دوسرا پیام جائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اپنے مفہوم کے ساتھ دوسرے شخص کے لئے جواز پیام کی دلیل ہیں کیونکہ پہلے پیام دینے والے کا اجازت دینا اس کے رجوع ہونے یا اس پیام سے دست کش ہونے کا ثبوت ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی اس سے نکاح کرنا چاہے اُس کے پیام کو جائز قرار دیتا ہے۔

Marfat.com

مسئلہ عقد و نکاح

عن ابی هُرَیرَۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُنکَحُ المرأۃُ لِاَربعٍ لمالها و لحَسَبِها و لِجمالِها و لِدِینِها فاظفر بذات الدین - رواہ الجماعۃُ الا الترمذی -

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' عورت سے نکاح چار وجوہ سے کیا جاتا ہے - اس کے مال' حسب' جمال' اور دین کی وجہ سے اس لئے دین والی کو اختیار کرو -

لغت

حَسَب - باپ دادا اور اعزہ واقارب کی نسبت سے جو

Marfat.com

شرف حاصل ہو اُسے حَسَب کہتے ہیں۔ یہ لفظ حساب سے نکلا ہے۔
عربوں کا دستور تھا کہ جب باہم فخر کرتے تھے تو اپنی خوبیاں اور باپ
دادا کے کارنامے گِنوایا کرتے تھے۔ حساب لگانے سے جس کی خوبیاں
اور کارنامے تعداد میں زیادہ ہوتے وہ دوسروں پر حکومت کرتا تھا۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ حسب سے یہاں اچھے افعال مراد ہیں۔

تشریح

شادی بیاہ، ہدایت کے طریقوں میں سے ایک پسندیدہ طریقہ
ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کی ترغیبوں سے
لوگوں کو آمادہ فرمایا ہے۔ بیوی کے اختیار کرنے میں اور انھیں ایک
دوسرے پر ترجیح دینے میں لوگوں کے درمیان پسند وغیرہ کا بڑا اختلاف
پایا جاتا ہے بعض لوگ بہت زیادہ دولتمند عورت کو پسند کرتے ہیں۔
تاکہ ضروریات زندگی ازدواجی حالات اور اولاد کے لوازم، تربیت وغیرہ
جیسی صعوبتوں میں اُنھیں مدد دے یا شوہر کے بعض خاص مالی مقاصد
پورے کر سکے اور وہ اُس سے مالی فائدہ اُٹھا سکے۔ بعض لوگ عالی نسب
عورت کو چاہتے ہیں اور بڑے گھرانے کو پسند کرتے ہیں تاکہ ضرورت
کے وقت اُن سے ہر قسم کی تقویت پہنچے۔ بعضوں کو حسن و جمال بہت

Marfat.com

مرغوب ہوتا ہے وہ حسین عورت کے آرزومند رہتے ہیں تاکہ اُسے دیکھ کر نظر کو تازگی اور قلب کو سکون حاصل ہو۔ بعض کا خیال یہ ہوتا ہے کہ دیندار اور پاک دامن عورت ملے تاکہ اس کی بدولت خاندان کے شرف و عزت میں بٹہ نہ لگے اور عورت گناہوں اور اخلاقی خرابیوں میں مبتلا نہ ہونے پائے۔ شوہر خواہ غائب ہو یا موجود وہ ہر حال میں اس کی مرضی اور پسندیدگی کا خیال رکھے۔

معیار اور مطمح نظر

غرض اس معاملے میں ہر ایک کا ایک خاص مطمح نظر ہوتا ہے اور وہ جس قسم کی عورت کو اپنے معیار کے مطابق پسند کے لائق پاتا ہے ہمیشہ اس کی تلاش میں سرگرم رہتا ہے اُس کے خلاف دوسری قسم کی عورت کو ترجیح نہیں دیتا اور جب تک مطلوبہ معیار والی نہ ملے کسی اور پر قانع نہیں ہوتا یہانتک کہ اس کا مقصد حاصل ہو جائے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب میں جس قسم کی عورت کو تلاش اور جستجو کے لائق قرار دیا ہے اور جس میں آدمی کی شریک زندگی بننے کی بہتر صلاحیت محسوس فرمائی ہے وہ دیندار و باایمان عورت ہے جب ایسی نیک بخت میسر آجائے تو اُس سے منہ پھیرنا مناسب

Marfat.com

نہیں۔ کیونکہ اس میں ایک بھلے آدمی کی ہم خواب اور بچوں کی ماں بننے کی اچھی قابلیت ہوتی ہے اور وہ اس کے مال، راز اور عزت و شرف کی امین ہوتی ہے۔ اس طرح اس کا دین اس شخص کو مطمئن بنا دیتا ہے وہ ایسی عورت کو اعتماد کے ساتھ اپنے دل کی بات سے آگاہ کر سکتا ہے اور اپنے مال اور مکان کی حفاظت اس کے سپرد کر کے چین سے رہ سکتا ہے۔ دیندار عورت ان خوبیوں کے علاوہ اولاد کی تربیت بھی نیکی اور پرہیزگاری کے قاعدوں پر کرتی ہے اس لئے جس کو ایسی عورت ملے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

مال دار عورت

اب مالدار عورت کو لیجئے جو نہ دین کو مضبوطی سے پکڑتی ہو اور نہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی صفت سے متصف ہو۔ ایسی عورت کی پاکیزگی اور صفائی میں پائداری بہت کم ہوتی ہے اور اس کو بہت کم قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ ایسی مالدار عورتیں مشکل ہی سے ملتی ہیں جو شوہر کے حقوق کا خیال رکھتی ہوں اور مطیع و نیکوکار ہوں۔ وہ ہمیشہ شوہر کے مقابلے میں اپنے مال اور دولتمندی کی بدولت فخر و غرور میں مبتلا رہتی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ وہ جو بات کہیں گی ان کی دولت کے زور سے مان لیجائیگی۔

Marfat.com

پھر اگر شوہر ان کے مقابلے میں کم مالدار ہو یا کہیں مفلس ہو تو اس کی مصیبت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر تو شوہر ایسی عورت کا بندۂ بیدام بن کر رہتا ہے اور ہر بات میں اس کی اطاعت کرنا پڑتی ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جو آئے دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں اس قسم کی بے جوڑ شادی ازدواجی زندگی کو تباہ کر دیتی ہے اس سے خانگی امن وسکون رخصت ہو جاتا ہے پھر اولاد جو ہوتی ہے اس کی تربیت بھی بہت برے انداز پر ہوتی ہے ان لوگوں کے اخلاق اور صفات بہت ادنےٰ قسم کے رہجاتے ہیں غرض پورا گھر شامت اور ناگوار حالات کا مرکز بن جاتا ہے جس کو دن رات لڑائی جھگڑے اور صدمات و آلام ہر طرف سے گھیرے رہتے ہیں۔

عالی خاندان بیوی

اس کے بعد عالی حسب عورت کا حال قابل غور ہے۔ یہ حسب ونسب میں شوہر پر فخر کرتی رہتی ہے اور اگر شوہر کے گھر والے تعداد میں کم ہوں تو اور زیادہ اتراتی ہے اس کی اس حرکت کی وجہ سے شوہر کو ازدواجی سعادت اور منزلی مسرت میسر نہیں آتی۔ وہ اسکے مقابلے میں اپنے آپ کو کمتر سمجھتا رہتا ہے۔

Marfat.com

رہی حسن و جمال والی عورت تو اُس کے ساتھ شکوک و شبہات کا احتمال لگا رہتا ہے اور مرد کو اس کے بے پناہ حسن کی طرف سے طرح طرح کے اندیشے رہتے ہیں۔ ایک شخص نے کسی مرد دانا سے شادی کے متعلق مشورہ کیا تو اُس نے کہا "کر لو مگر خبردار موہنے والے حُسن کے پاس نہ جانا"۔

اس موقعہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عورتوں سے اُن کے حُسن کی وجہ سے شادی نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ ان کا حُسن اُنھیں تباہ کر دے۔ اور اُن سے اُن کے اموال کی وجہ سے شادی نہ کرو ممکن ہے ان کا مال و دولت اُنھیں سرکش بنا دے لیکن اُن سے دین کی بنا پر بیاہ کرو، اور بے شبہ ایک حبشن لونڈی جو دین دار ہو ہر طرح افضل اور برتر ہے۔

لیکن اس تمام بحث کا مقصود یہ نہیں ہے کہ آدمی مالدار حسب و نسب والی اور حسین عورت سے شادی ہی نہ کرے اور جب شادی کرے تو مفلس و قلاش، ادنیٰ حسب والی اور بد صورت عورت کو ڈھونڈھ کر کرے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان شریک زندگی کی تلاش میں اپنا نصب العین، مال، حسب اور جمال ہی کو نہ بنا لے، اور یہ خیال

Marfat.com

رکھے کہ عورت کے لئے اور صفات بھی ضروری ہو سکتی ہیں اُسے چاہیے کہ دین داری اور پرہیزگاری کی صفات سے انتخاب کا آغاز کرے اگر کسی میں اس صفت کے ساتھ دوسری مرغوب صفات بھی ہوں تو سبحان اللہ، اس کے بہتر و برتر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص عورت میں دین اور صلاحیت کے ساتھ ختم ہونے والا مال، ناقابل اعتماد حسب اور زوال پذیر جمال بھی تلاش کرے تو کوئی نقصان نہ ہوگا، ان صفات اور دین میں فرق صرف اتنا ہوگا کہ دینداری میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ پختگی اور جدت بڑھتی رہتی ہے۔ اور ہمیشہ خیر و برکت اور سعادت اس کے ساتھ رہتی ہے دوسری صفات کو یہ بات میسر نہیں ہوتی۔

Marfat.com

شادی کی ترغیب

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوّج فانّہ اغضّ للبصر و احصنُ للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانّہ لہٗ وجاءٌ۔ رواہ الجماعۃ۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے گروہ جوانان! تم میں سے جو نکاح کی قدرت رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ شادی کرے کیونکہ بے شبہ شادی نامحرم کی طرف نظر کرنے سے بچانے والی اور بے حیائی میں پڑنے سے بہت روکنے والی ہے اور جو شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہو اُسے روزے رکھنا ضروری ہیں کیونکہ بیشک روزے اس کیلئے ایک حربہ ہیں۔ اسے ایک جماعت نے روایت کیا

Marfat.com

لغت

معشر ۔ جماعت، گروہ۔
شباب۔ شاب کی جمع، جوان۔ وہ شخص جو بالغ ہو اور تیس سے یا بقول بعض چالیس سال سے متجاوز نہ ہو شاب کہلاتا ہے۔
باءۃ: جماع۔ ایک قول کے مطابق حدیث میں اس کے معنی نکاح کی استطاعت ہیں۔ یہ دونوں معنی درست ہیں، دوسرے معنی پر یہ روایت بھی شاہد ہے مَنْ استَطَاعَ منکم ان یتزوَّج فلیتزوّج۔ (جو تم میں سے شادی کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے) ایک روایت میں ہے" من کان ذا طول فلینکح (تم میں جو قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کر لے)
اغضُّ للبصر۔ نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانے والی۔
احصنُ للفرج۔ بیحیائی میں پڑنے سے روکنے والی۔
وجاء۔ مارنا، چھونا۔ مراد حربہ۔ روزوں کے لئے یہ لفظ استعارے کے طور پر استعمال ہوا ہے کیونکہ روزہ شہوت کا زور توڑنے میں بڑا مؤثر ہے اور اسی لئے حربہ سے مشابہ ہے۔

Marfat.com

تشریح

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ان میں سے جو ازدواجی امور نفقہ وغیرہ پر قدرت رکھتا ہو یا عورتوں کا شائق ہو شادی کرے تاکہ معاصی کے گڑھے میں نہ گر جائے اور جوانی دیوانی کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہے کیونکہ جوانی میں اتنا زور ہوتا ہے کہ جوان اپنی نفسانی خواہش کی اطاعت پر مجبور ہونے لگتے ہیں اور نفس کا تقاضہ پورا کرنے میں ایسے کاموں کی برائی بھلائی کی پروا نہیں کرتے اس طرح خدا جانے کتنی تباہیاں اور کیسے کیسے روگ ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں جن کا تدارک آگے چل کر دشوار اور بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔

جوانی کی لغزش

ایسے کتنے جوان ہوں گے جنہیں جوانی کے تقاضوں نے بہکایا اور سیدھے راستے سے بھٹکا کر گناہوں کے غار میں دھکیل دیا جس کے نتیجے میں وہ خوشحال سے بدحال اور تندرست سے روگی بن گئے۔ اور بسا اوقات کوڑی کوڑی کے محتاج ہو گئے۔ ان میں سے اکثر قوی اور

Marfat.com

تنومند ہوں گے۔ مگر ان ناگفتہ بہ بے اعتدالیوں کی وجہ سے بیمار، کمزور اور مدقوق نظر آنے لگے۔ اُن کی جوانی کی ساری آب وتاب اور تمام جوش اور طاقت زائل ہوگئی۔ امراض نے گھیر لیا۔ زندگی اجیرن ہوگئی اور مُردوں سے بدتر زندگی گزارنے لگے۔ اب نہ اُن میں وہ صحت کے زمانے کی سی جانفزا مسکراہٹ رہی نہ وہ پہلی سی توانائی اور حوصلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرت واستطاعت ہونے پر شادی میں عجلت کرنے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ محرمات یعنی حرام کاریوں میں مبتلا ہونے سے بچاتی اور خدا کے قہر وغضب سے اور شرف وعزت میں بٹہ لگانے والے امور سے محفوظ رکھتی ہے۔

اس کی بدولت انسان میں پاکدامنی وپرہیزگاری پیدا ہوتی ہے اور وہ نامحرم عورتوں پر للچائی ہوئی نظریں ڈالنے سے بچا رہتا ہے۔ مزید براں جب شادی میں جلدی کیجائے تو آدمی اولاد ہونے پر اُن کی تربیت وتعلیم اور اُن کی آئندہ زندگی کے انتظام واستعداد کی طرف اچھی طرح متوجہ ہوسکتا ہے، انھیں لائق وصالح بنا سکتا ہے جو نہ صرف اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہوں بلکہ اپنی قوم کے لئے بھی مفید ہوں اور قوم کی شان وشوکت اور قوت واستحکام میں قابل قدر اضافہ کریں۔

Marfat.com

تربیت صحیحہ !

اچھی تربیت ایسے صالح افراد پیدا کر سکتی ہے جو قوم کو غلام اور ذلیل بنانے والوں کا مُنہ توڑ جواب دے سکیں اور جو اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے اُسے اس جسارت کا مزہ چکھا سکیں۔ لیکن اگر شادی کرنے میں دیر کی گئی اور عمر زیادہ ہو جانے کے بعد شادی کی تو اولاد کی تربیت کا حق نہ ادا ہو سکے گا۔ کیونکہ وسائل معاش اور ذرائع آمدنی مہیا کرنے کا امکان کم ہو جائے گا، جس سے تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام نہیں ہو سکے گا یا موت آ جائے گی تو اولاد کو بے یار و مددگار اور کمزور و بے مونس و غمخوار چھوڑنا پڑے گا جو نہ دشمنوں کے توڑ پر قادر ہو گی نہ زمانے کی گردش اور مصائب کا مقابلہ کرنے کی اس میں سکت ہو گی۔

مزید قباحت

دیر میں شادی کرنے سے مزید قباحت یہ ہے کہ کنواری لڑکیوں کی کثرت ہو جاتی ہے، اُن کی تازگی اور شباب کی سرسبزی رخصت ہو جاتی ہے۔ ان میں مردوں کی طرح نفس کی خواہشوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ وہ بُرے راستوں پر چلنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور

Marfat.com

ضمیر کے خلاف سرکشی کرنے لگتی ہیں۔ یہ وہ نازک موقع ہوتا ہے کہ جب انساب میں خلط ملط اور عزت و ناموس میں حرف آنے کا سخت اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ شرم و حیا کا لباس چاک ہونے لگتا ہے اور وہ شرف و کرامت کو زائل کرنے والی نازیبا خواہشوں کی لونڈی بن کر ساری مروت اور فخر و وقار کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔

جس شخص کو شادی کرنے کی قدرت یا استطاعت نہ ہو اس کا علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ خواہش نفس کو توڑتا ہے اور بدن میں ضعف پیدا کر کے جنسی رغبت کو کم کر دیتا ہے۔ اس کی بدولت حرارت و قوت پیدا کرنے والا خون گھٹ جاتا ہے۔

Marfat.com

عورت کی اجازت
شادی کا بنیادی اصول

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکح الایم حتی تستامر ولا البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنہا: قال ان تسکت۔ رواہ الجماعۃ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جبتک اس سے رائے نہ لیجائے اور نہ بالغہ لڑکی کو بیاہا جائے جب تک اجازت نہ لیجائے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اور اسکی طرف سے اجازت کیسے معلوم ہوگی فرمایا اس طرح کہ وہ خاموش رہے۔ اسے ایک جماعت نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

اَیِّمُ - ہر وہ مرد جس کے ساتھ عورت نہ ہو یا ہر وہ عورت جس کے ساتھ مرد نہ ہو خواہ کنواری ہو یا بیاہی ہوئی۔ اصل میں ایّم ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کی شادی تو ہوئی ہو مگر شوہر جاتا رہا ہو بعد میں دوشیزہ یا کنواری کو بھی شوہر نہ ہونے کی وجہ سے ایّم کہا جانے لگا۔ یہاں ایّم سے مراد ثَیِّب ہے (شادی شدہ مرد یا عورت جو بیوہ یا مطلقہ ہو) کیونکہ اس کے مقابلے میں بِکر کا لفظ اسی حدیث میں استعمال ہوا ہے۔
تُستَأمَرُ - اس کا ولی اس کا بیاہ کرنے سے پہلے اس سے مشورہ کرے
بِکرٌ - وہ لڑکی جو کنواری یا دوشیزہ ہو جس کا کنوارپن دور نہ ہوا ہو۔ یہاں اس سے مراد بالغہ ہے۔
تستاذن - شادی کے لئے اس کی اجازت طلب کی جائے۔

تشریح

لڑکیوں یا عورتوں کے بعض دلیوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنی سرپرستی میں رہنے والی عورتوں کو خواہ وہ باکرہ ہوں یا ثیبہ چھوٹی ہوں یا بڑی جس سے چاہیں بیاہ کر دیں وہ اس معاملے میں صرف اپنی رائے

Marfat.com

کو ترجیح دیتے ہیں لڑکیوں کی نہ رائے لیتے ہیں نہ اُن کے منشا و مقصد کو کسی گنتی شمار میں لاتے ہیں۔ اس طریقے سے وہ ایسے لوگوں کو اُن کا مالک بنا دیتے ہیں جن کی طرف انھیں بالکل رغبت نہیں ہوتی اور جن کے ساتھ رہنے سہنے پر وہ رضامند نہیں ہوتیں۔ اس خلاف مرضی شادی کا نتیجہ میاں بیوی کے درمیان دن رات کے جھگڑوں کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے آپس میں عداوت کینہ اور محبت کی جگہ کراہیت اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ لڑکیوں کے اولیا کو اسی قسم کی شادی پر اکثر اُن کے شوہروں کا مال یا مرتبہ اُکسایا کرتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ دولتمند یا صاحب منصب مردوں سے اپنی لڑکیاں بیاہ کر خود اپنی اغراض اُن سے پوری کریں۔ اسی لئے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امین ناصح کی حیثیت سے ہدایت فرمائی ہے۔ کہ اگر ولی اپنی زیر ولایت لڑکی کا عقد اس کی رضامندی حاصل کئے بغیر کردے تو یہ بات درست نہ ہوگی کیونکہ وہ زمانہ مستقبل میں شوہر کی شریک زندگی بنے گی۔ اس پر ماں بننے کی اور گھر کی منتظمہ ہونے کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ اس لئے شوہر کے پسند کرنے میں اسکی رائے بھی شریک ہونا چاہیئے۔

Marfat.com

واضح اجازت

اگر ایسی لڑکی یا عورت ایک بار بیاہی جا چکی ہو اور اب بیوہ ہو یا اس کا شوہر مفقود ہو یا طلاق دے چکا ہو تو اس کا نکاح کرتے وقت اس سے واضح طور پر اجازت لینا ضروری ہے ایسے وقت اسکا خاموش رہنا کافی نہیں۔ اگر کنواری ہو تو صریح اجازت کے مقابلے میں سکوت کافی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ثیّبہ سے مشورہ لینے کی اور کنواری سے اجازت طلبی کی ہدایت ہے۔ پہلی صورت مشورہ کی تاکید پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ایک بار بیاہی ہوئی لڑکی کی شرم شوہر کے ساتھ رہتے رہتے کم ہو جاتی ہے اور وہ صاف طور پر رضامندی وغیرہ کے اظہار میں حیا نہیں کرتی۔ اس کے برخلاف باکرہ یا کنواری پر حیا غالب ہوتی ہے وہ صاف الفاظ میں اقرار نہیں کرتی لہٰذا قبول نکاح پر دلالت کرنے کے لئے اس کا خاموش رہنا کافی ہو جاتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی شادی سے انکار کردے تو ولی کے لئے اس کا عقد کرنا درست نہ ہوگا۔ اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے جس بکر سے اجازت طلبی کا حکم دیا ہے اس سے مراد بالغہ لڑکی ہے کیونکہ نابالغ اور کم سن لڑکی سے اجازت لینے کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے جو یہ بھی نہیں

Marfat.com

نہ سمجھتی کہ اس موقع پر اجازت لینے کا کیا مطلب ہے۔

فقہا کا مسلک

اس مسئلے میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ بالغہ لڑکی کو بیاہنے میں ولی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اس کی اجازت حاصل کرے۔ اگر اس نے ایسی لڑکی کی اجازت کے بغیر کسی سے بیاہ دیا تو درست نہ ہوگا خواہ ولی باپ ہو یا دادا یا ان کے علاوہ کوئی اور ہو اور لڑکی خواہ کنواری ہو یا ثیبہ (بیاہی ہوئی) کیونکہ ان کے نزدیک بالغہ کے لئے ولایت درست نہیں ہے اس لئے کہ ولایت کی علت کم سنی ہے۔

امام شافعیؒ و مالکؒ اور احمدؒ کا قول ہے کہ باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ کنواری لڑکی کا بیاہ بالغہ ہو تب بھی اس کی اجازت کے بغیر کر دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "الثَّيِّبُ احقُّ بنفسها مِن وَلِيِّها والبِكرُ تُستامَرُ واِذنُها سكوتُها (بیاہی ہوئی ولی سے زیادہ اپنے نفس کا اختیار رکھتی ہے (اسے ولی کے مقابلے میں رضامندی) و نا رضامندی کا اختیار حاصل ہے) اور کنواری سے مشورہ کیا جائے۔ اور اس کے سکوت کو اس کی اجازت سمجھا جائے۔)"

Marfat.com

Marfat.com

سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔

سکوت بہ معنی رضامندی

جس کنواری لڑکی کے سکوت (خاموشی) کو رضامندی سمجھا جاتا ہے اس کی تعبیر میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد ایسی لڑکی یا عورت ہے جس سے کسی نے صحبت نہ کی ہو اور مرد کی رسائی پہلی بار اس تک ہوئی ہو خواہ اس کا کنوارپن باقی رہا ہو یا صحبت کے بجائے کسی اور سبب مثلاً بیماری یا کودنے اُچھلنے سے جاتا رہا ہو۔ جس لڑکی کی بکارت (دوشیزگی، کنوارپن) حلال صحبت کی وجہ سے زائل ہوئی ہو اُسے ثیب کہا جائے گا۔ جس کی زنا کی وجہ سے زائل ہوئی ہو اور یہ حرکت اس کے ساتھ دہرائی گئی ہو یا اس پر حد قائم ہوئی ہو تو وہ وہ بھی ثیب ہو گی اور اگر ایک مرتبہ سے زیادہ زنا ہوا ہو اور اس پر حد نہ لگائی گئی ہو تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے سکوت کو رضامندی قرار دیئے جانے کی وجہ سے وہ باکرہ ہی کے حکم میں رہے گی کیونکہ لوگ اُسے باکرہ (کنواری) کی حیثیت سے جانتے ہیں اور اس کی یہ بات مشہور نہیں ہے اس لئے اس میں کنواریوں کی سی حیا موجود رہے گی۔ ابو یوسف، محمد اور شافعی رحمہم اللہ کے قول کے مطابق وہ ثیب ہو گی۔

Marfat.com

اس۔لئے طلب مشورہ کے وقت اس کا سکوت کافی نہ ہوگا بلکہ صاف الفاظ میں کہلوانا ضروری ہوگا کیونکہ وہ لغت اور شرع کے اعتبار سے ثیّب ہے اور شادی کے تذکرے پر اس کی حیا کا باقی رہنا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

بڑا مقصد

اس حدیث میں ایک عظیم الشان مقصد کی تعیین اور توضیح فرمائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت اگر عاقل و بالغ ہو تو اسے ارادہ اور اختیار والا کامل انسان سمجھا جائے جس پر کسی کو اُس کی مرضی اور پسند کے خلاف مجبور کرنے کا حق نہ ہو' اسی لئے اُسے شوہر پسند کرنے کا حق دیا گیا جو اس کا شریک زندگی بننے والا ہے اور ازدواجی معاملات و فرائض میں برابر کا حصّہ دار ہوگا۔عورت کے عزیزوں اور قریبوں میں سے کسی کے لئے یہانتک کہ باپ کے لئے بھی روا نہیں رکھا گیا کہ اُسے ایسے شخص سے شادی کرنے پر مجبور کرے جسے وہ پسند نہیں کرتی۔بلکہ اُس کے بیاہ کا مسئلہ اس کے اذن و اجازت پر موقوف رکھا گیا ہے۔اگر عورت نے ولی کو عقد کرنے کی اجازت دے دی اور ضروری علم ہونے کے بعد اس کے اس فعل سے راضی ہوئی تو رشتۂ ازدواج متعین و استوار ہو جائے گا۔ورنہ کسی کو

Marfat.com

اس پر زبردستی کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

اسلام نے عورت کو یہ حق اور سربلندی اس وقت عطا کی جب کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کی حالت نہایت پست اور ناقابل اعتبار تھی اُسے گری پڑی پونجی سے بھی زیادہ حقیر سمجھا جاتا تھا۔ نہ اُس کی کوئی رائے تھی نہ کسی چھوٹے بڑے معاملے میں اس کی مرضی اور ارادہ کو کوئی اہمیت دیجاتی تھی۔ اس کے ولی کو حق تھا کہ جس کے ساتھ بھی چاہے اُسے بیاہ دے یا چاہے تو شادی کرنے سے روک دے کوئی نہ اس کی بات کو ٹال سکتا تھا نہ اس کے کام میں رکاوٹ ڈال سکتا تھا۔ اسلام کے مبارک قدم آئے تو عورت کو اس بندگی اور ذلت کی بیڑیوں سے رہائی ملی اور اُس نے اپنے پیدائشی حق کے مطابق استقلال و آزادی حاصل کی۔

Marfat.com

اس ہدایت میں بیاہی ہوئی کو بمقابلہ ولی کے زیادہ حق دیا گیا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ کنواری کا ولی خود کنواری سے زیادہ اس کے بیاہنے کا حق رکھتا ہے۔

حنفیہ نے احمد و ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک کنواری کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اُسے بیاہ دیا ہے مگر وہ اس شوہر سے متنفر ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اختیار عطا فرمایا یعنی خواہ نکاح قائم رکھے یا فسخ کردے۔

۲- ولی کو حق نہیں ہے کہ وہ بالغہ کنواری لڑکی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے اور مال کا درجہ جان سے کم ہے اس لئے وہ اس کی جان پر کیسے تصرف کر سکتا ہے اور اسے ایسے شخص کے حوالے کیسے کر سکتا ہے جس سے لڑکی کو سب سے زیادہ نفرت ہو یا بالکل رغبت نہ ہو۔

۳- صحیح اور حسن حدیثوں میں ایسی جتنی روایتیں آئی ہیں جن میں اس کی صراحت ہے کہ کنواری سے اجازت لیجائے اور اس سے بلا اجازت لئے ہوئے عقد کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ ان سب سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر ولی کو لڑکی پر جبر کرنے کا حق ہوتا تو اس سے اجازت لینے

Marfat.com

سے کوئی فائدہ نہ ہوتا۔

سکوت بہ معنی رضامندی

جس کنواری لڑکی کے سکوت (خاموشی) کو رضامندی سمجھا جاتا ہے اس کی تعبیر میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد ایسی لڑکی یا عورت ہے جس سے کسی نے صحبت نہ کی ہو اور مرد کی رسائی پہلی بار اس تک ہوئی ہو خواہ اس کا کنوارپن باقی رہا ہو یا صحبت کے بجائے کسی اور سبب مثلاً بیماری یا کودنے اُچھلنے سے جاتا رہا ہو۔ جس لڑکی کی بکارت (دوشیزگی، کنوارپن) حلال صحبت کی وجہ سے زائل ہوئی ہو اُسے ثیّب کہا جائے گا، جس کی زنا کی وجہ سے زائل ہوئی ہو اور یہ حرکت اس کے ساتھ دہرائی گئی ہو یا اس پر حد قائم ہوئی ہو تو وہ وہ بھی ثیب ہوگی اور اگر ایک مرتبہ سے زیادہ زنا ہوا ہو اور اس پر حد نہ لگائی گئی ہو تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے سکوت کو رضامندی قرار دیئے جانے کی وجہ سے وہ باکرہ ہی کے حکم میں رہے گی کیونکہ لوگ اُسے باکرہ (کنواری) کی حیثیت سے جانتے ہیں اور اس کی یہ بات مشہور نہیں ہے اس لئے اس میں کنواریوں کی سی حیا موجود رہے گی۔ در ابو یوسف و محمد اور شافعی رحمہم اللہ کے قول کے مطابق وہ ثیب ہوگی۔

Marfat.com

سوگ کی مدّت

احکامات وارشادات عالیہ

عن زینب ابنۃ ابی سلمۃ عن اُمّ حبیبۃ قالت سمعتُ
رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحلُّ لامرأۃ
تومن باللہ والیوم الاٰخر ان تحدّ علی میتٍ فوق ثلٰث اِلّا
علی زوجٍ اربعۃ اشھرٍ وعشرًا۔ رواہ البخاری من حدیث طویلٍ۔

زینب بنت ابوسلمہ نے اُمّ حبیبہ سے روایت کی ہے، انھوں نے
کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا کہ جو عورت
اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں
کہ وہ کسی میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے صرف اپنے شوہر
پر چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا،
(ایک طویل حدیث سے)

Marfat.com

لغت

تحِدّ - فعل مضارع، احداد سے - شوہر یا کسی قریبی عزیز کی موت پر عورت کا زینت یعنی خوشبو لگانے اور اچھے کپڑے پہننے سے باز رہنا-
ثلث لیال - تین شبانہ روز (متن حدیث میں لیال کے الفاظ نہیں ہیں)
عشرًا - دس شبانہ روز-

تشریح

کسی عزیز قریب یا شوہر یا دوست کے مرنے پر غم ایک ایسی چیز ہے جس سے منع نہیں کیا گیا، بسا اوقات اس قسم کا اظہار غم پسندیدہ بلکہ حق قرابت وصحبت کی رعایت کے لئے واجب ہوتا ہے- لیکن جب وہ تین دن سے زیادہ ہو جائے تو مذموم ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے قلب میں بیزاری اور نفس میں حزن والم پیدا ہوتا ہے جس کے باعث کام معطل ہو جاتے ہیں اور جو بات اللہ نے حلال کی ہے حرام کے حکم میں آجاتی ہے اکثر ایسا غم خدا کے حکم سے ناراض اور خفا ہونے کی حد تک پہنچا دیتا ہے- اسی لئے یہ حدیث ہمیں اسی حد تک غم کرنے کی ہدایت کرتی ہے جس حد تک عورت کے بیٹے لڑنے مرنے والے

Marfat.com

شوہر وغیرہ پر غم ظاہر کرنا جائز ہے اور واضح کرتی ہے کہ غیر شوہر پر جس میں باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ شامل ہیں تین دن تک اور شوہر پر عدت پوری ہونے تک جو چار مہینے دس دن مقرر ہے سوگ کرنا چاہیئے۔
اس مدت میں اُسے بناؤ سنگھار کرنے، خوشبو لگانے اور فرحت ومسرت کے آثار ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح عدت ختم ہونے سے پہلے شادی کے مسئلے میں کلام وپیام کی ممانعت ہے۔

شوہر اور عزیز قریب

اس حدیث میں "لایحلُّ" کے الفاظ اشارہ کرتے ہیں کہ شوہر کے سوا اوروں پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے جس سے خدا اور اس کا رسول ناراض ہوتے ہیں۔ اسی لئے ازواج مطہرات اور صحابہ کی بیویوں میں سے اکثر ایسی تھیں جو اپنے اعزہ واقربا کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے اس مدت کے بعد زیب وزینت کی علامات ظاہر کرنے لگتی تھیں۔
حنفیہ نے لفظ 'امراۃ' سے استدلال کیا ہے کہ کمسن لڑکی پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ عورت کا اطلاق صرف بالغ لڑکی

Marfat.com

پر ہوتا ہے اور اگر کمسن لڑکی کا شوہر مر جائے تو اور لوگ اسکے لئے بھی عدت کی طرح وجوب سوگ کے قائل ہیں۔ حدیث میں لفظ "امراۃ" (عورت) کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اس کا استعمال ایک تعداد کثیر پر ہوتا ہے اور اس کا ولی اُسے ایسی باتوں سے روک سکتا ہے جن سے بالغہ عورت روکی جاتی ہے۔ فقہا نے سوگ کے وجوب پر عورت کو عام رکھا ہے یعنی اس کے ساتھ خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو آزاد عورت ہو یا کنیز، کتابیہ ہو یا ام ولد کسی کی تخصیص نہیں کی بشرطیکہ عورت کا شوہر مرا ہو آقا نہیں۔ اسی طرح الفاظ "تومن باللہ" سے یہ استدلال کیا ہے کہ ذمی عورت پر سوگ نہیں ہے یہی بعض مالکیہ کا قول ہے۔

جمہور کا مسلک

جمہور کا قول ہے کہ یہاں ایمان کی قید کسی خاص مفہوم کے لئے نہیں لگائی گئی ہے بلکہ تنبیہ میں مبالغہ مقصود ہے اور چونکہ سوگ کیا جاتا شوہر کا حق ہے اور وہ حفاظت نسب کے لئے عدت سے وابستہ رکھا گیا ہے اس لئے کافرہ سے بھی اس کا مطالبہ کیا جائے گا۔ "علی میت" کے جو الفاظ حدیث میں آئے ہیں اُن سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی پر کوئی سوگ نہیں ہے کیونکہ اس کی

Marfat.com

وفات کی تحقیق نہیں ہوئی'۔ اِلَّا عَلٰی زَوجٍ' سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ بجز شوہر کے کسی کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ نہ کیا جائے خواہ باپ ہو یا کوئی اور۔ اور یہ بھی کہ مطلقہ عورت پر مطلقاً سوگ نہیں ہے۔ یہی شافعیہ اور جمہور کا قول ہے۔ لیکن حنفیہ کا قول یہ ہے۔ کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو یا جسے دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو اس پر سوگ نہیں ہے۔ مگر طلاق بائنہ والی متوفی شوہر کے قیاس پر سوگ منائے گی۔

Marfat.com

وعظ و نصیحت

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: کان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ فی الایام کراھۃ السامۃ علینا۔ رواہ البخاری۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے واعظ کیلئے مناسب دن مقرر فرمایا کرتے تھے آپ کا یہ طریقہ اسلئے تھا کہ ہم ان مواعظ سے بیزار نہ ہو جائیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

یتخوّل الموعظۃ۔ وعظ و نصیحت میں تنوع پیدا کر سکے ان کے لئے دن مقرر فرماتے اور پے در پے وعظ فرما کر نصائح کو ہمارے لئے بار نہ بناتے۔

سآمۃ۔ بیزاری۔

تشریح

کارآمد اور فائدہ مند نصیحت کے لحاظ سے سب سے اچھا واعظ جس کی بات میں اثر ہو وہ شخص ہے جو لوگوں کے حالات اور اوقات کا خیال رکھے اور جو وقت و موقع سب سے زیادہ مناسب ہو اُس وقت پند و نصیحت کرے اور انھیں اپنے علوم سے فائدہ پہنچائے۔ اسی طرح اثر کے اعتبار سے سب سے اچھا عالم وہ ہے جو لوگوں کے لئے علمی مسائل میں سے ایسی چیزیں چُن لے جو دنیا و آخرت میں ان کے لئے مفید ہوں اور ان سب کاموں کو انجام دینے کے لئے اس کی عبارت میں خوبی اور تقریر میں فصاحت کی صفات موجود ہوں وہ سنجیدہ اور پُر مغز بات میں لطیف مزاح کو اور حکمت میں ظرافت کو شامل کر کے

Marfat.com

ان میں دین کو سمجھنے اور سیکھنے کا شوق پیدا کر سکتا ہو۔ جب وہ ان امور میں کامیاب ہوگا تو اس کے علم اور وعظ سے بڑا فائدہ ہوگا اور اس کی بات اثر انگیز ثابت ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے سب سے بڑے سردار تھے آپ کا دستور تھا کہ آپ صحابہ کو نصیحت کرنے اور تعلیم دینے کے لئے مناسب اوقات کا خیال رکھتے تھے۔ ان پر جو حالات اور حادثات پیش آتے اُن کے متعلق بلیغ نصیحتیں فرماتے اور نہایت مفید سبق دیتے۔ ان کے لئے ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ کہیں وہ ان تعلیمات اور نصائح سے بیزار نہ ہونے لگیں اور ایسا نہ ہو کہ آپ کی بات سُننے اور قبول کرنے سے منہ پھیر لیں۔ آپ کی حالت ایک طبیب کی سی تھی جو مرض کے مناسب مقدار میں دوا دیتا ہے تاکہ مریض گھبرا کر دوا سے نفرت نہ کرنے لگے اور اس حالت میں اس کا علاج دشوار اور شفا محال ہو جائے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سب لوگوں کے لئے کچھ اوقات ایسے ہوتے ہیں جن میں وہ علم کی طرف راغب اور وعظ و نصیحت سننے کے مشتاق ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ ان اوقات میں ان کے نفس صاف اور محنت و مشقت سے فارغ ہو کر آسودہ ہوتے ہیں۔ اس وقت انھیں اتنی مقدار میں تعلیم دینا اور نصیحت کرنا چاہیئے جو ان کے مناسب حال ہو۔ اسی طرح کچھ اوقات ایسے بھی ہوتے ہیں جب نفوس میں تکدر اور تکان کی حالت پائی جاتی ہے وہ زندگی کی صعوبتوں سے پریشان اور زمانہ کی گردشوں سے تنگ ہوتے ہیں۔ ایسے وقت نہ وہ کسی تعلیم کو قبول کرتے ہیں نہ کسی عالم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ ایسے مواقع سے دور بھاگتے ہیں۔ انھیں نہ کسی ناصح کی نصیحت پسند آتی ہے نہ مرشد کی ہدایت، جو شخص اس قسم کے اوقات میں رہنمائی کرے یا کسی اصلاح کے باور ہونے کی توقع کرے اسے موقع ناشناس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے

نبی کی پیروی

ہمارا فرض ہے کہ ہم اس معاملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع کریں۔ بہرحال واعظ یا مرشد کو فضول بکواس کرنیوالا اور بسیار گو نہ ہونا چاہیئے۔ جسے اس کا احساس نہ ہو کہ وہ کیا نصیحت کر رہا ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ وعظ و ارشاد کے طریقوں سے ناواقف اور علمی مسائل کے انتخاب اور لوگوں کو مہذب بنانے کے گر

Marfat.com

سے نا آشنا ہوتے ہیں اور عوام کی ذہنیت سے بے خبر اسلئے اکثر لوگوں کو ان سے بہت کم فائدہ پہنچتا ہے۔ لوگ نہ ان کی بات پر کان دھرتے ہیں نہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بلکہ ایسی مفید صحبتوں کے بجائے لہو و لعب کی مجلسوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر جو تھوڑے اللہ کے بندے ایسے موجود ہیں جنھیں اچھی طرح نصیحت کرنا آتا ہے یا پُراثر طریقے پر بات کہنے کے ڈھنگ جانتے ہیں لوگ اُن کی بات اچھی طرح سنتے ہیں، ان کے دل پر ایسے لوگوں کے کلام کا اچھا اثر ہوتا ہے اور اُن میں سے جن کے دل پتھر کی طرح سخت ہوتے ہیں وہ بھی نرم پڑ جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نافرمانوں کی سرکشی اطاعت سے بدل جاتی ہے اور اُن کی باگ اُن موقع شناس عالموں کے ہاتھ آجاتی ہے۔ اس طرح ایسے عالم اور واعظ ان صالح اور مصلح لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کی سعادت حاصل کی ہے کہ "لوگوں کے ساتھ آسانی اختیار کرو انھیں دشواری میں نہ ڈالو بشارت دو نفرت نہ دلاؤ۔"

Marfat.com

مدح وتعریف

بے موقع اور مبالغہ آمیز باتوں کی ممانعت

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: سمع النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً یثنی علے رجل ویطریہ فی المدحۃ و فی روایۃ فی المدح وفی اخریٰ فی مدحہ فقال اھلکتم او قطعتم ظھر الرجل۔ رواہ البخاری ومسلم۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک آدمی کی تعریف کرتے اور اس کی ثنا و صفت میں مبالغہ کرتے ہوئے سُنا اور ایک روایت میں ہے مدح میں اور ایک میں ہے اس کی مدح میں (مبالغہ کرتے ہوئے سُنا) تو آپ نے فرمایا تم نے ہلاک کر دیا، یا اس شخص کی پیٹھ کاٹ ڈالی۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

یَطرِیه۔ اس کی تعریف میں مُبالغہ کرتا تھا۔
مدحۃ۔ مدح، تعریف کی کیفیت و ہیئت۔
اھلکتم۔ تم نے ہلاک کر دیا۔
قطعتم۔ تم نے کاٹا۔

تشریح

کسی چیز کی تعریف بعض اوقات پسندیدہ اور حوصلہ افزائی کا باعث ہوتی ہے۔ اس کی بدولت لوگوں کی ہمتیں بہت بلند ہو جاتی ہیں۔ اور وہ بڑے بڑے کام کرتے اور دنیا میں نیکنامی و سربلندی حاصل کرتے ہیں صحیح داد و تحسین سے اکثر مکارم اخلاق کی بنیاد پڑتی ہے اور لوگ اعلےٰ صفات کے حصول میں منہمک ہو جاتے ہیں جس وقت تعریف کی ضرورت ہو اگر اس وقت سکوت اختیار کیا جائے تو ہمت وروں کی ہمت پست ہو جاتی ہے اور ان کے بازوؤں کی قوت گھٹ جاتی ہے وہ جوش اور حوصلہ جو انھیں مستعد اور قوی بنا سکتا تھا ان کے دل ہی دل میں گھٹ کر رہ جاتا ہے لیکن یہ تعریف و ستائش بھی

Marfat.com

اسی وقت تک بہتر ہوتی ہے جب تک اس میں میانہ روی اور اعتدال کا لحاظ رکھا جائے۔ جہاں اس میں تملق یا خوشامد کا رنگ آیا اور پسندیدہ اور قابل تعریف اعمال ایسے لوگوں سے منسوب کئے جانے لگے جو ان کے اہل نہیں ہیں، وہیں خرابی نے جڑ پکڑ لی اب یہی تعریف سرکشی و غرور ذلت و نفاق، اور اہانت و حقارت کا سبب بن جاتی ہے اور اسی سے تباہی و بال اور جھوٹ کی خرابیاں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں کیونکہ تعریف کرنے والا بیجا تعریف کرنے اور بات کو بڑھا کر کہنے پر مجبور ہوتا ہے اور ممدوح کے لئے زبان سے وہ بات ظاہر کرتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہوتی۔ اس کا ممدوح کبھی تو ایسا ہوتا ہے جیسا مدح کرنے والا کہتا ہے اور کبھی فاسق و ظالم ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی تعریف ناجائز ہوگی۔ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے "جب فاسق کی مدح کیجاتی ہے تو خدا غضبناک ہوتا ہے" اور حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے کہ جو شخص ظالم کی بقائے عمر کے لئے دعا کرتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کی نافرمانی کرے۔

جب تک تعریف یا داد تحسین ان آفتوں سے محفوظ رہے اُس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب،

Marfat.com

ان کی تعریف کی جاتی تو کہتے "اللّٰھُمَّ اغفر لی ما لا یعلمون و لا تُواخِذنی بما یقولون و اجعلنی خیرًا مِمّا یظنّون۔ (اے اللہ جو وہ نہیں جانتے اس کے لئے میری مغفرت فرما اور جو وہ کہتے ہیں اس پر میری گرفت نہ کر اور مجھے جو وہ گمان کرتے ہیں اس سے بہتر بنا۔

Marfat.com

چغلی کھانا
ایک بدترین فعل کی ممانعت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال مر النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فیسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورھما فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انھما یعذّبان وما یعذّبان فی کبیر ثم قال بلیٰ کان احدھما لا یستتر وفی روایۃ لا یستبرئ وفی اخریٰ لا یستنزہ من بولہ وکان الآخر یمشی بالنمیمۃ۔ رواہ البخاری وغیرہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے یا مکہ کے باغوں میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جن پر ان کی

Marfat.com

قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب کیا جا رہا ہے اور یہ دونوں کسی بڑے گناہ میں مبتلائے عذاب نہیں ہیں پھر فرمایا، ہاں ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچتا تھا اور ایک روایت میں ہے'' حفاظت نہ کرتا تھا اور ایک میں ہے اپنے پیشاب سے پاک رہنے کی کوشش نہ کرتا تھا۔ اور دوسرا لگائی بجھائی کرتا رہا چغلیاں کھاتا) تھا۔ اسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا۔

لغت

حائط۔ بُستان، باغ۔

فی کبیر۔ ایسی بڑی بات میں جس سے بچنا اور دور رہنا دشوار ہو۔

بلیٰ۔ ہاں اس کا خطرہ بہت ہے۔ (ترجمہ آیت۔ وہ اسے آسان سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے)

یستتر۔ اپنے اور اپنے پیشاب کے درمیان آڑ قائم نہیں کرتا یعنی اس سے حفاظت نہیں کرتا۔

یستبرئ۔ پاک ہوتا ہے۔

یستنزہ (پیشاب لگنے سے) دور ہوتا ہے یعنی اس سے بچتا ہے۔

نمیمۃ۔ لگائی بجھائی کرنا تاکہ لوگوں کو نقصان پہنچے۔

Marfat.com

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ ایسے گناہ بھی ہوتے ہیں جنھیں انسان چھوٹے یا گناہ صغیرہ کہتا ہے اور ان کے ارتکاب کے وقت نہ ان کی پروا کرتا ہے نہ اُن سے بچتا ہے۔ انھیں بالکل معمولی سی بات خیال کرتا ہے لیکن ان ہی چھوٹے چھوٹے گناہوں کا انجام برا ہوتا ہے اور یہی آگے چل کر بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔

ان ہی گناہوں میں سے پیشاب کرتے وقت یا رفع حاجت کے موقع پر اس کی چھینٹوں سے نہ بچنا اور ان سے احتیاط نہ کرنا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے۔ (وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ (بیشک ہم نے اولاد آدم کو باعزت بنایا ہے) وہ اپنی حیا کھو بیٹھتا ہے اپنے شرف کو ضائع کر دیتا ہے اور اس موقع پر اس کی حالت چوپایوں کی سی ہو جاتی ہے۔ اگر وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچے تو یہ نجاست اس کے کپڑوں پر لگتی ہے اور اس کے جسم پر اپنا اثر پہنچاتی ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں گندہ اور ناپاک سمجھا جاتا ہے اور اس کی نماز اور عبادت میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

لگائی بجھائی

اسی قسم کا ایک گناہ لگائی بجھائی کرنا یا دوستوں اور عزیزوں کے تعلقات اور دوستی واخوت میں خلل ڈالنے کے لئے ایک کی چغلی دوسرے سے کھانا اور ان کی ایسی باتیں ظاہر کرنا ہے جن کا اظہار پسندیدہ نہ ہو خواہ یہ حرکت زبان سے کیجائے یا تحریر کے ذریعے اور جو بات ادھر سے اُدھر لگائی یا پہنچائی گئی ہے وہ اعمال سے تعلق رکھتی ہو یا اقوال سے نقصان اور انجام کے لحاظ سے سب کی مضرت یکساں اور بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا" اور یہ بھی فرمایا ہے "تم میں سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والے اور باہم تواضع اور اعانت کرنے والے ہوں جو محبت کرتے ہوں اور محبت پیدا کرتے ہوں۔ اور تم میں اللہ کے نزدیک سب سے بُرے اور قابل نفرت وہ ہیں جو ایک دوسرے کی چغلیاں کھاتے ہیں۔ ان میں تفریق ڈالتے ہیں اور بے گناہوں کی لغزشوں کے جویا رہتے ہیں حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے "جس نے تمہارے پاس کسی کی

Marfat.com

چغلی کھائی وہ تمھاری چغلی کسی اور کے پاس کھائے گا۔ بقول سعدیؒ ؎

ہر کہ عیب دگراں پیش تو آورد و شمرد
لاجرم عیب تو پیش دگراں خواہد برد

اس کا مطلب یہ ہے کہ چغلخور سے نفرت کرنا چاہیے اور اس کی بات یا دوستی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔ اس قسم کا آدمی اپنی خیانت غداری اور مفسدہ پردازی سے کسی کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

یہ خرابی زبان کی ان آفتوں میں سے ہے جن سے بچنا اور پرہیز کرنا مسلمانوں پر واجب ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس اور زبان کو حق، سچائی اور لوگوں کی محبت کا خوگر بنائیں۔ اُن کی بھلائی کے لئے کام کریں اور جو باتیں انھیں نقصان پہنچاتی ہوں ان سے دور رہیں۔

Marfat.com

قرآن کی تقلید

حفاظت قرآن کی تاکید

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعاھدوا القرآن فو الذی نفسی بیدہ لھو اشدُّ تفصّیاً من الابل فی رواہ البخاری و مسلم۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کی حفاظت کرو اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک وہ اس سے زیادہ بھاگ جانے اور چھوڑ جانے والا ہے جتنا اونٹ اپنے عقال (رسیوں) سے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

تعاھدوا القرآن - قرآن کی حفاظت کرو اور اس کی تلاوت لازم کر کے اس کی پیروی کرتے رہو۔
تَفَصِّی - رہائی - گریز۔
عُقُل - عقال کی جمع، رسّی، جس سے اونٹ کے گھٹنے باندھے جاتے ہیں۔

تشریح

قرآن ہماری اسلامی شریعت کا قانون، عربی لغت کا قاموس اور ہماری زندگی کا امام و پیشوا ہے جس کے ذریعے ہم ہدایت پاتے ہیں۔ اس سے اپنے تنازعات کا فیصلہ چاہتے ہیں اس کے اوامر و نواہی کا اتباع کرتے ہیں اور اس کی قائم کی ہوئی حدود پر قائم رہتے ہیں۔ اس کے طریقوں اور قاعدوں پر چلنے میں ہماری سعادت ہے اور اس کی تعلیمات کی مخالفت کرنے اور اس سے دور رہنے میں ہماری بدبختی اور شقاوت مضمر ہے۔ اس کی حفاظت کرنا اور اس کی پیروی کرنا ہم پر واجب ہے ہمیں اس کے حفظ کرتے یا ہمیشہ تلاوت اور مطالعہ کرتے رہنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ تاکہ

Marfat.com

اسے بھول نہ جائیں۔

آنحضرتؐ کی تشبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ایسے اونٹ سے تشبیہ دی ہے جس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو جب تک رسّی سے اُسے باندھے رکھو بھاگنے کے خطرہ سے بچے رہو گے۔ جب ڈھیل ڈالو گے بھاگ کھڑا ہو گا۔ پھر اُسے پکڑنا اور سدھانا مشکل ہو جائے گا۔ یہی حال قرآن کریم کا ہے۔ جب تک مسلمان اس پر شدت کے ساتھ توجہ کرتے رہیں گے، اس کی تلاوت نہ چھوڑیں گے اور اس کو خلوت و جلوت کا جلیس اور وحشت و اضطراب کے موقع پر اپنا مونس و غمخوار بنائے رہیں گے۔ بے فائدہ و لغو باتوں کے بجائے اس کا ورد رکھیں گے، قرآن ان کا ساتھی بنا رہے گا اور یہ اس کی حفاظت میں کامیاب رہیں گے مگر جہاں اس کی طرف سے بے پروائی کی اور دوسری مشغولیتوں اور الجھنوں میں پڑ کر اس سے غافل ہوئے یہ ان کے ذہن سے نکل جائے گا۔ پھر اُسے چھوڑے ہوئے جیسے جیسے زیادہ دن گزرتے جائیں گے یہ ویسا ویسا فراموش ہوتا جائے گا۔ اب اُسے پھر سے یاد کرنے یا حفظ کرنے میں سخت مشقت پیش آئے گی اور اس کا

Marfat.com

دوبارہ حصول ایک بار گراں معلوم ہونے لگے گا۔

یہ حدیث، قرآنی آیت (اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔ بے شک ہم تم پر ایک بھاری بات نازل کریں گے) کے مطابق ہے۔ تلاوت قرآن کی مداومت پر ابھارتی ہے۔

Marfat.com

گناہ اور قرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ طلبی

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی الصلاۃ ویقول اللّٰھم انی اعوذ بک من المأثم والمغرم فقال قائل ما اکثر ما تستعیذ یا رسول اللہ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف۔ رواہ البخاری۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے اور یہ فرماتے تھے" اے اللہ میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتا ہوں' ایک کہنے والے نے کہا، یا رسول اللہ آپ قرض سے بکثرت پناہ مانگتے رہتے ہیں. فرمایا، بیشک جب آدمی قرض لیتا ہے تو باتیں کرتا ہے

Marfat.com

اور جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اسکے خلاف کرتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

لغت

اعُوذ۔ میں پناہ مانگتا ہوں۔
مآثم۔ گناہ۔
مغرم۔ قرض اُدھار، اس کا فعل غَرِمَ شرب کے وزن پر آتا ہے

تشریح

معاصی (گناہ) اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں جن کے ارتکاب سے اُس نے اپنے ایماندار بندوں کو منع فرمایا ہے اور اُن کے پاس پھٹکنے سے ڈرایا ہے۔ اور قرض۔ خدا ہر مسلمان کو اس کی ذلت سے بچائے۔ گردنوں پر ایک بڑا بھاری بوجھ ہے۔ اس سے انسان لوگوں کے احسان جتانے اور دُکھ دینے کی مصیبت سے دوچار رہتا ہے اور اکثر حالات میں ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں باتوں سے پناہ مانگنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

Marfat.com

صحابہ کا سوال

آپ کے اکثر و بیشتر مواقع پر نماز میں اس سے پناہ مانگنے پر صحابہ کو اس کا احساس ہوا اور انھوں نے قرض سے بکثرت پناہ مانگنے کا سبب دریافت کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا جب کوئی شخص قرض لیتا ہے تو اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ اپنی تنگ دستی اور افلاس کو چھپائے تاکہ اس کا دشمن اس بات میں اس کا مذاق نہ اُڑائے اور اس سے اپنے قرض کا مطالبہ شدت سے نہ کرنے لگے اس لئے وہ جھوٹی سچی باتیں بناتا ہے تاکہ سننے والے اس کی طرف سے دھوکے میں آجائیں اور اس کے دل کی بات یا حقیقت حال آشکارا نہ ہونے پائے۔ ایسے موقع پر وہ اس قسم کی باتیں کہنے لگتا ہے" فلاں مقام پر میری اتنی زمین ہے اور ایسی ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز نقصان نہ ہوگا۔ ہر سال اس کے منافعے میں میرے پاس سونے چاندی کے ڈھیر لگ جاتے ہیں، فلاں فلاں پر میرا اتنا اتنا قرض ہے، میں نے کتنے ہی فقیروں اور مسکینوں پر اپنی فیاضی کی بوچھاڑ کی ہے۔ اور کتنے ہی عاجز مقروضوں کا قرض ادا کر دیا ہے" حالانکہ حقیقت میں وہ ان سب باتوں میں جھوٹا، منافق اور فریبی ہے۔ مگر جب تک لوگوں پر اسکی

Marfat.com

حقیقت نہیں کھلتی وہ ایسی ہی باتیں کرتا رہتا ہے پھر جب یہ پول کھل جاتا ہے تو لوگ شدت کے ساتھ اپنے اپنے قرض کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت وہ ان سے طرح طرح کے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا ہے اور اس توقع پر ان کی خوشامدیں کرتا ہے کہ وہ اُسے چھوڑ دیں۔ اس کے بعد میعاد پوری ہونے پر بھی یہی صورتیں پیش آتی ہیں مگر قرضداری کی عادت و لعنت اسے قلاش بنا چکی ہے۔ اس کے ذرائع اور آمدنی کے وسائل جواب دے چکے ہیں۔ ہاتھ بالکل خالی ہے اس لئے یہ ناؤ خشکی میں کہاں تک چل سکتی ہے مجبور ہو کر آخر میں لوگوں سے رہائی اور قرض سے معافی کی بھیک مانگتا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ آخر میں اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دیتا ہے اور وہ کئے کی سزا دینے کیلئے ٹھوکریں کھلاتی رہتی ہے اور اسے ذلت و رسوائی کے غاروں میں دھکیلتی ہے جہاں سے مفر کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

قرض کی صورت

یہ حالت ایسے شخص کی ہے جو ان باتوں کے لئے قرض لیتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں یا جن کے لئے دراصل قرض لینے کی حاجت نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ اس قسم کے قرض کی بدولت کتنے ہی آباد گھر برباد ہو چکے ہیں اور کتنے ہی عزت و شرف والے لوگ ذلیل و خوار ہو گئے ہیں۔ اس بری عادت نے بڑے بڑے مغروروں کے سر نیچے کر دئے اور ان کی آبرو کو خاک میں ملا دیا۔ یہ سب ایسے قرض کی لعنت ہے جسکی کوئی حقیقی ضرورت نہ تھی۔ محض نمائشی ٹھاٹ اور جھوٹی شان و شوکت کے لئے کیا گیا ہے یا حاکموں کو خوش کرنے اور اُن کا تقرب حاصل کرنے کے لئے یا ذلیل و ناجائز خواہشوں اور ہوس رانیوں کے لئے اس بلا کو اپنے اوپر مسلّط کر لیا گیا۔ یہ ہے اس قسم کا قرض جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

لیکن اگر کسی سخت ضرورت سے قرض لیا جائے اور اس کے ادا کرنے کی قدرت بھی ہو تو اس قسم کے قرض سے آپ نے پناہ نہیں مانگی ہے۔ یہ اس قسم کا قرض ہے جس سے بہت کم لوگ بچ سکتے ہیں کیونکہ ان میں سے بعض بعض کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا ایک دوسرے سے کام پڑتا رہتا ہے۔ وہ آپس میں مستغنی اور بے نیاز ہو کر نہیں رہ سکتے۔

جس قرض سے پناہ مانگنے میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی ضرورت ہے وہ اسی قسم کا قرض ہے جو ذلت و خواری

Marfat.com

کا موجب ہوتا ہے اور جس سے عزت و شرف پر حرف آتا ہے اور باہم مروّت جاتی رہتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہمیں عزت و غیرت کی کتنی سخت ضرورت رہتی ہے اور یہ چیز بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ ہم آداب دین پر سختی سے عمل کریں۔ خصوصاً اس زمانے میں جب کہ اعانت و نصرت کے وسائل کم اور دشمن بہت ہوتے جاتے ہیں۔ ان کے مکر و فریب کے جال ہم میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ ہماری وحدت و دین کا شیرازہ منتشر کرنے میں پوری طرح سرگرم عمل ہیں ہمیں ان کی جد و جہد اور مکائد سے اچھی طرح ہوشیار رہنا چاہیئے۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

Marfat.com

قسم کا بیان

غیر اللہ کی قسم کی ممانعت

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم سمع عمر بن الخطاب وھُوَ یحلِفُ بابیہ فقالَ ان اللہ ینہاکم اَنْ تحلِفُوا بابائکُم من کان حالفًا فلیحلِفْ باللہ اولیصمت۔ رواہ البخاری۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عُمر بن الخطابؓ کو سُنا کہ وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تمھیں اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے۔ جو قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

Marfat.com

تشریح

ایک آدمی جب دوسرے سے ملتا ہے اور اُس سے کوئی بات کہتا یا کوئی خبر بیان کرتا ہے تو سُننے والا اُسے سچ نہیں مانتا۔ اس کا سبب یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ گھڑی ہوئی بات سے باخبر ہونے کی وجہ سے اس بات کو اُس کے خلاف پاتا ہے یا یہ بات اُسکے نزدیک کچھ عجیب سی ہوتی ہے یا پھر کچھ اور اسباب ہوتے ہیں جو اس بات کو قبول کرنے میں حائل ہوتے ہیں۔ یا پھر سچ تو سمجھتا ہے مگر کہنے والے کی طرف سے مزید ثبوت اور تحقیق کے لئے تاکید کلام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اس صورت میں بات کہنے والا یا خبر سنانے والا مجبور ہوتا ہے کہ مختلف قسم کی تاکیدوں سے اپنے قول یا خبر کو مضبوط اور قابل یقین بنائے۔ ان ہی تاکیدوں میں سے قسم بھی ہے۔

قسم کا مقصد

کسی بات پر قسم کھانے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جا رہی ہے اس کی عظمت کی آڑ لے کر اس بات کو بیان کیا جائے

Marfat.com

اور یہ عظمت ایسی ہو جسے کہنے اور سننے والے دونوں تسلیم کرتے ہوں۔
اس حدیث میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ جب ہم قسم کھانے کا ارادہ کریں تو کس کی قسم کھائیں اور کسے باعظمت سمجھیں۔ آپ نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم اللہ کی قسم کھائیں، اپنے باپ دادا کی نہیں۔ کیونکہ حقیقی تعظیم صرف اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ کے لئے ہے اور صرف وہی بڑائی اور کبریائی کے لائق ہے۔
ممانعت حرمت کی مقتضی ہے اس لئے اس حدیث نے ہمیں سکھایا ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی باپ دادا کی ہو یا نبی کی ہو یا ولی کی قسم کھانا حرام ہے۔ اور قسم کو صرف اللہ کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے لیکن علماء کا اتفاق ہے کہ قسم اللہ اور اس کی ذات وصفات عالیہ کے ساتھ منعقد ہوتی ہے۔ مالکیہ کا یہ مذہب مشہور ہے کہ باپ دادا کے ساتھ قسم کھانے کی ممانعت کراہت کے لئے ہے حرمت کی وجہ سے نہیں ہے اور حنبلیوں کے نزدیک حرمت کی وجہ سے ممنوع ہے جس کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "جس نے غیر اللہ کے ساتھ قسم کھائی بیشک اُس نے کفر یا شرک کیا۔"
بعض ائمہ کی رائے ہے کہ جب تک قسم کھانے والے کے نزدیک اللہ کی اور غیر اللہ کی تعظیم مساوی نہ ہو یا قسم کفر اور فسق پر مشتمل نہ ہو

Marfat.com

غیراللہ کی قسم کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ رہیں وہ قسمیں جو قرآن میں غیراللہ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں مثلاً سورج، چاند اور طور کی قسمیں۔ ان کے متعلق دو جواب ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ان قسموں میں مضاف مقدر و محذوف ہے یعنی رب الشمس وغیرہ دوسرا یہ کہ یہ قسمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس نے اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی بڑائی بیان کرنا چاہی اس کی قسم کھائی۔ اس کے سوا کسی اور کے لئے یہ بات روا نہیں ہے۔ نیز بعض مفسرین ان قسموں کو قسم نہیں، شہادت سے تعبیر کرتے ہیں۔

Marfat.com

نیت کا اعتبار

قسم اور حلف میں!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیمین علی نیۃ المستحلف۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم کا اعتبار قسم لینے والے کی نیت پر ہے"۔ اسے مسلم وابن ماجہ نے روایت کیا۔

تشریح

جب قاضی یا حاکم عدالت کے سامنے دو آدمی ایک دوسرے پر اپنے حق کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں اور دونوں میں سے صاحب حق

Marfat.com

کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی تو قاضی اس کے حریف یا فریق مقابل سے قسم کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ قاضی کے حکم سے قسم کھاتا ہے مگر جس بات پر قسم دی جا رہی ہے اس کے خلاف نیت کر کے قسم کھاتا ہے۔

اسی طرح دوسرے شخص سے کوئی اور کام کرنے کی فرمائش کی جاتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس نے اُسے پورا کر دیا وہ اس پر قسم کھاتا ہے مگر قسم کے اندر نیت کسی اور کام کی ہوتی ہے یا اس سے جس بات پر قسم لی گئی ہے وہ اس کے سوا ذرا اعراض کر کے قسم کھاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس باب میں قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہوگی یا قسم لینے والے کی۔

قسم کا کفارہ

یہ حدیث رہبری کرتی ہے کہ قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ قسم کھانے والے کی نیت کا۔ اب قسم توڑنے اور قسم لینے والے کی نیت کے خلاف قسم کھانے کی بحث باقی رہتی ہے جو شخص قسم لینے والے کے منشا اور نیت کے خلاف اپنی قسم میں نیت رکھ کر قسم کھائے گا اس پر قسم توڑنے کا گناہ عائد ہوگا اور قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔

Marfat.com

علماء نے اس موضوع پر جو تفصیلی بحثیں کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قسم دلانے والا اگر ظالم ہو یا اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہو گی ورنہ قسم دلانے والے کی۔ اسی طرح جب قسم دلانے والا قاضی یا اس کا نائب ہو تو اسی کی نیت پر اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن جب قسم بغیر طلب کے ہو یا قاضی کے علاوہ کسی اور کے مطالبے پر ہو یا ایسی جگہ کے لئے ہو جو قسم کھانے والے کے حق سے تعلق نہ رکھتی ہو تو قسم کھانے والے کی نیت معتبر ہو گی۔

الغرض قسم تمام حالات میں قسم کھانے والے کی نیت پر موقوف ہو گی بجز اس کے کہ قاضی یا اُس کا نائب اس کے سامنے پیش شدہ دعوے کے لئے قسم چاہے۔ اگر ایسی صورت پیش آئے تو بجائے قسم کھانے والے کے قسم لینے یا چاہنے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس حدیث سے یہی مراد ہے خواہ قسم اللہ کی کھائی جائے، یا طلاق کی یا آزادی کی قسم ہو۔ البتہ جب قاضی کسی کو طلاق دینے یا آزاد کرنے کی قسم دے تو توریہ (حقیقت کو چھپانا) اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے اور اب قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ قاضی ان دونوں پر قسم نہیں لے سکتا وہ صرف اللہ کی قسم لے سکتا ہے۔

Marfat.com

بیع اور قسم
برکت کے تباہ ہونے کا ذریعہ!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ۔ وفی روایۃ للربح۔ رواہ البخاری ومسلم۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ قسم کھانا سامان تجارت کی ترویج (فروخت ہونے) کا اور برکت کے تباہ ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے نفع کے تباہ ہونے کا۔ اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

حِلف۔ قسم، اس سے مراد جھوٹی قسم ہے جیسا کہ امام احمدؒ کی روایت میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔

منفقۃ۔ مصدر میمی، نفاق سے بمعنی رواج جو کساد (کساد بازاری) کے برعکس ہے۔

سلعۃ۔ پونجی متاع یا سامان تجارت۔

ممحقۃ۔ محق سے۔ نقصان، تباہی۔

برکۃ۔ بیشی، زیادتی۔

تشریح

تم کسی چیز کی خریداری میں کسی تاجر سے بحث کرتے اور جھگڑتے ہو قیمت کے تصفیے میں تمہارے درمیان اختلاف ہوتا ہے۔ اس وقت تاجر بڑی بڑی سخت قسمیں کھانے لگتا ہے کہ وہ جس قیمت پر یہ چیز دے رہا ہے اس میں آپ سے کوئی نفع نہیں لے رہا ہے، یا فلاں شخص اسی شے کی آپ سے زیادہ قیمت دے رہا تھا، اور آپ کو اس قیمت میں دینے سے بڑا نقصان ہے وغیرہ۔ یا اگر تم اس سے اس چیز کی قسم اور

Marfat.com

جنس کے متعلق اختلاف رکھتے ہو تو وہ قسمیں کھا کر اعتبار دلانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ فلاں بڑھیا قسم کی چیز ہے اور اس میں فلاں فلاں خوبیاں ہیں یہاں تک کہ تم اپنی رائے بدل دیتے ہو اور اس کے کہنے کو صحیح سمجھ کر وہ چیز خرید لیتے ہو اور اس کی مانگی ہوئی قیمت ادا کر دیتے ہو۔ مگر بعد میں جب تحقیق کرتے ہو تو اُسے اپنی پسند کے مطابق نہیں پاتے یا ادا کی ہوئی قیمت سے اس کی مالیت کم پاتے ہو۔ ایسے تاجر کا سلوک بالکل ایسا ہی دوسروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا مال بکتا رہتا ہے اور دولت و سرمایہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے بعد جب جمع کئے ہوئے سونے چاندی سے اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک نمودار ہوتی ہے تو وہ اسی طریقہ کو بڑا زرخیز اور نفع بخش سمجھ کر ہمیشہ اسی پر عمل کرتا رہتا ہے اور دل میں یہ یقین کر بیٹھتا ہے کہ وہ اسی طرزِ عمل کی بدولت خسارے اور نقصان سے محفوظ رہا ہے اور اسی کی برکت ہے کہ بخت واقبال اس کے مددگار بنے ہوئے ہیں۔

وہ اس دھوکے میں ہوتا ہے کہ اس کے جسم یا مال یا اولاد پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے جس کے تدارک یا علاج میں اس کی بہت سی دولت ٹھکانے لگ جاتی ہے یا کوئی حادثہ نازل ہو جاتا ہے جس میں اس کی ساری جمع جتھا ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً کوئی خطرناک مرض ہو گیا

Marfat.com

بیٹا بیٹی کھو گئی، چوری ہو ئی آگ لگ گئی یا ان بلاؤں میں سے کسی بلانے گھر دیکھ لیا جو دین کے حق کی رعایت نہ رکھنے والوں پر اور خدا کے قہر اور اس کی شدید گرفت سے نہ ڈرنے والوں پر نازل ہوتی رہتی ہیں یا اُن لوگوں کو گھیرتی رہتی ہیں جو خدا کے نام سے تمسخر کرنے کے عادی ہیں اور دل سے اس کی کوئی وقعت نہیں کرتے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو خدا کے نام سے قسمیں کھا کھا کر دنیا جیسی کم مایہ چیز خریدتے رہتے ہیں۔

ایسے تاجروں کا یہ حشر ان ہی حرکتوں کی بدولت ہوتا ہے اور نتیجے میں وہ مفلس و تہیدست بن کر اپنی قسمت کو رونے کو سنے لگتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ سب خود انھیں کے کرتوتوں کا پھل ہے۔ یہ افلاس اور فقیری کا لباس جو ان کے بدن پر ہے خود ان ہی کا سیا ہوا ہے۔ اس عمیق کنوئیں کو خود انھوں نے اپنے ہاتھوں کھودا ہے جس سے نجات کی کوئی صورت نہیں۔ یہ سب جھوٹ بولنے اور خدا کے نام پر جھوٹی قسمیں کھانے کی شامت ہے جو اس شکل میں ظاہر ہو رہی ہے ایسے موقع پر ان پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول صادق آتا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (ہم انھیں آہستہ آہستہ اس طرح پکڑیں گے کہ وہ نہ جانیں گے) وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِيْنٌ (میں انھیں ڈھیل دوں گا۔ بیشک میری تدبیر بڑی استوار ہے۔)

Marfat.com

اس لئے ایماندار پر واجب ہے کہ اپنی تجارت میں سچا اور امانت دار بنے، خائن اور دھوکا دینے والا نہ ہو، حلال و پاکیزہ قسم کے تھوڑے نفع کو ناپاک و حرام قسم کے بہت سے نفع پر ترجیح دے کیونکہ پہلی قسم کا نفع بڑی خیر و برکت والا ہے اور اس کا فائدہ مامون و محفوظ ہے اس کے لئے خطرات و حوادث کا اندیشہ بہت کم ہے۔ دوسری قسم کے نفع پر حادثوں اور بلاؤں کے نزول کا اندیشہ ہے اسلئے اس میں برکت بہت کم ہوتی ہے اور ظاہری طور پر جو دولت جھوٹ اور فریب وغیرہ سے جمع ہو گئی ہے اس میں گھن لگ جاتا ہے۔ بے شبہ جو تھوڑا مال صحت، اطمینان اور فارغ البالی کے ساتھ ہو، وہ مرض، بے چینی اور فکروں اور غموں کو ساتھ رکھنے والے بہت سے مال سے بدرجہا بہتر ہے۔

Marfat.com

جانور کی خریداری اگر اُس کا تھن بندھا ہوا ہو!

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اشتری غنما مُصَرَّاۃً فاحتلبہا فإن رَضِیَہا أمسکہا وان سخطہا ففی حلبتہا صاعٌ من تمر۔ رواہ البخاری وابو داؤد۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تھن بندھی ہوئی بکری خریدے پھر اُسے دوہے تو اگر وہ اس کو پسند کرے تو رکھ لے اور ناپسند کرے تو اس کے دوہنے کا معاوضہ ایک صاع کھجور ہے۔ اسے بخاری وابوداؤد نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

مُصَرَّاةٌ - وہ جانور جس کے تھن اس غرض سے باندھ دیئے جائیں کہ دودھ جمع ہو جائے۔
سَخِطَهَا - اس کا خریدنا ناپسند کرے اپنے پاس نہ رکھنا چاہے۔
صاع - دو بڑے اور ایک تہائی پیالے کی مقدار۔

تشریح

بعض لوگ یہ کیا کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں کہ جب کسی بکری یا گائے کو بیچنا چاہتے ہیں تو دو دن یا اُس سے زیادہ دنوں تک اس کے تھنوں کو باندھ دیا کرتے ہیں تاکہ ان میں دودھ جمع ہو جائے اس کے بعد اس کو بیچنے کے لئے بازار میں لیجاتے ہیں جو شخص اس حرکت کی حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے دل میں یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ بڑا دودھ دینے والا جانور ہے۔ اس طرح وہ دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ اور اُسے زیادہ قیمت دے کر خرید لیتا ہے۔ پھر جب اُسے گھر لے جاتا ہے اور دوہتا ہے تو بجز تھوڑے سے دودھ کے کچھ نہیں ملتا، اب اس کی سمجھ میں آتا ہے کہ دھوکا ہوا۔ وہ جسے فرہی سمجھا تھا دراصل

Marfat.com

سوجن تھی۔ اس وقت اس کی حیرت پریشانی اور غم کی انتہا نہیں ہوتی۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ جس شخص کو ایسی صورت پیش آئے اور وہ تھن بندھا ہوا جانور خرید لے تو اسے اس کے دوہنے کے بعد اختیار ہو گا کہ چاہے تو اپنے پاس رکھے اور اس عیب اور دھوکے کے بعد بھی اسے گوارا کرے، اور نہ چاہے تو بیچنے والے کو واپس کر دے مگر اس کے ساتھ دو پیالے اور تہائی پیالہ کھجور دودھ دوہنے کے معاوضے میں اُسے دے اور جو قیمت اُسے ادا کی تھی واپس لے لے کیونکہ بیچنے والے نے اس کے ساتھ دھوکا کیا اور معاملت میں فریب اور بے احتیاطی سے کام لیا۔

اُمورِ واضحہ

اس حدیث سے امور ذیل واضح ہوتے ہیں۔

۱۔ اختیار کا ثبوت صرف دوہنے کے بعد ہوتا ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ جب خریدار کو یہ معلوم ہو گیا کہ جانور کا تھن بندھا ہوا ہے اختیار اسی وقت ثابت ہو جاتا ہے خواہ اس نے ابھی دوہا نہ ہو۔ لیکن چونکہ اکثر تھن کا بندھا ہونا صرف دوہنے کے بعد ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے

Marfat.com

اختیار ثابت کرنے کے لئے دوہنے کی قید لگائی گئی۔

۲۔ تھن بند ھے ہوئے جانور کی بیع (فروخت) اختیار ثابت ہونے کے ساتھ جائز ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی مدت نہیں بلکہ اسکا ثبوت دوہنے کے تین دن بعد ہوتا ہے جیسا کہ اس پر حدیث کی بعض روایات دلالت کرتی ہیں۔

۳۔ یہ حکم بکریوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس میں اونٹ گائیں وغیرہ سب جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے شامل ہیں۔ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے گدھی وغیرہ تو اُن کے دودھ کا عوض نہ دیا جائے گا۔ اگرچہ امر مقصود کے فوت ہونے کی وجہ سے خریدار کے لئے اُن کے ساتھ واپس کرنے کا اختیار ثابت ہو جائے۔

ایک سوال!

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا پہلی ہی بار کے دوہنے پر اختیار ثابت ہو جاتا ہے یا دوسری اور تیسری بار پر۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لئے دوسری بار کا دوہنا جائز ہے اور پہلی بار کے بعد بھی دوہنے سے اختیار ساقط نہ ہوگا۔ البتہ تیسری بار کے متعلق ان میں اختلاف ہے۔ جمہور کا قول ہے کہ تیسری بار بھی دوہنا

Marfat.com

چاہیئے۔ کیونکہ پہلی بار کے دوہنے سے تھن کا بندھا ہونا تحقیق سے معلوم نہیں ہوتا اسی طرح دوسری بار دوہنے پر بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی بار دوہنے کے مقابلے میں دودھ چراگی کے اختلاف سے یا تھن باندھنے کے علاوہ کسی اور سبب سے گھٹ گیا ہو اس لئے جب تیسری بار دوہنے پر تھن کا بندھا ہونا ثابت ہو جائے تو اُسے واپس کرنے کا حق پیدا ہو جائیگا۔

۴۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاع کھجور بکری کے ساتھ مالک کو دیا جائے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ دودھ نہ واپس کیا جائے گا اگرچہ باقی ہو۔ یعنی بیچنے والے کے لئے اس کا قبول کرنا لازمی نہیں ہے کیونکہ نص حدیث نے اس کے لئے ایک حق ثابت کر دیا ہے جو ایک صاع کھجور ہے۔ آیا کھجور ہی متعین رہے گی یا اہل شہر کے کھانے کی چیزوں میں سے کوئی اور چیز یا اس کی قیمت دی جا سکے گی۔ اس میں مذاہب کا اختلاف ہے۔

یہ حدیث ایک صاع کے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے دودھ خواہ کم ہو یا زیادہ تاکہ دودھ کی کمی یا زیادتی کا جھگڑا طے ہو جائے کیونکہ بعض اوقات جانور کا سودا جنگل یا میدان میں ہوتا ہے اور اس لئے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس کے قول پر مقدار و قیمت کے متعلق بھروسہ کیا جائے۔

Marfat.com

احناف کا مسلک

حنفیہ نے اس حدیث سے اختلاف کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا ہے۔ ان کے نزدیک تھن بند ھنے کے عیب کے ساتھ جانور کا واپس کیا جانا ثابت نہیں ہے۔ وہ ایک صاع کھجور کی واپسی واجب نہیں سمجھتے۔ اس بات پر ان کی حجت یہ ہے کہ اس حدیث کا حکم اصول معلومہ کے خلاف ہے اور جو بات ایسی ہو اس پر عمل لازم نہیں ہوتا۔ پہلے جزء کی تشریح یہ ہے کہ یہ بات معلومہ اصولوں میں سے ہے کہ مماثل اشیاء کی ضمانت اپنی جیسی چیزوں سے دی جاتی ہے اور قیمت دار اشیاء کی سونے چاندی میں سے نقد کے ساتھ۔ حدیث میں اس کی ضمانت کے لئے کھجور کا ذکر ہے اور وہ ان دونوں اصولوں سے خارج ہے۔

اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ کلی قاعدوں کا تقاضہ ہے کہ ضمانت اتنی چیز کے برابر ہو جس کی ضمانت مطلوب ہے اور یہاں مقدار ضمانت میں مطلقاً صاع کا ذکر کیا گیا ہے دودھ کم ہو یا زیادہ۔ پھر حدیث میں صاع بھر مقدار لوٹانے کا ذکر ہے خواہ دودھ باقی ہو۔

Marfat.com

خرید و فروخت

خیارِ مجلس کا ثبوت

عن حکیم بن حزام: ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال: البیعان بالخیار مالم یتفرقا، فان صدقا وبیّنا بورک لھما فی بیعھما، وان کتما وکذبا محقت برکۃُ بیعھما۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی واحمد۔

حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بائع و مشتری (بیچنے والے اور خریدنے والے) کو سودا طے کرنے نہ کرنے کا اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ علیحدہ نہ ہوں۔ پس اگر ان دونوں نے سچ کہا اور بیان کر دیا (زیرِ خرید شے کے متعلق سچائی اور کھرے پن سے کام لیا) تو ان

Marfat.com

کے اس سودے میں برکت دی جائے گی اور اگر (عیب کو) چھپایا اور جھوٹ کہا تو ان کے سودے کی برکت ضائع ہو جائے گی۔ اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور احمد نے روایت کیا۔

لغت

بیعان۔ بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا)۔
خیار۔ اختیار سودا کرنے یا فسخ کر دینے کا۔ اس سے مراد فسخ کے اندر مجلس کا اختیار ہے کیونکہ سودا چکانے کے لئے ایجاب و قبول سے زیادہ کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ سکوت کافی ہے۔
یَتَفَرَّقَا۔ دونوں بدن کے لحاظ سے علیحدہ یا الگ الگ ہو جائیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی باتوں میں فرق پیدا ہو گیا اور بدنی طور پر جدا ہو گئے۔ اس کی تردید اللہ تعالےٰ کے اس قول کی بنا پر کی گئی ہے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ۔ کیونکہ اس میں کلام کے ساتھ متفرق ہونا ظاہر ہے جس کی وجہ اعتقاد میں مخالفت ہے۔ اس حدیث میں جو تفریق مذکور ہے اسے بدنوں کے تفریق (علیحدہ ہونے) پر محمول کیا جانا مرجح ہو گا۔ اس کا سبب بیہقی کی روایت

Marfat.com

ہے جوان الفاظ کے ساتھ آئی ہے (حتّٰی یَتَفَرَّقَا مِن مکانھما) یہاں تک کہ وہ دونوں اپنے مکانوں سے متفرق (الگ الگ) ہو جائیں۔

مسلک ابن عمرؓ

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ طریقہ کہ جب وہ کوئی چیز بیچتے یا خریدتے اور اس معاملت سے پلٹنے کی صورت پیدا نہ ہوتی تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اور خوش خوش چلے جاتے۔

صَدَقَا وَبَيَّنَا: یعنی بیچنے والے نے خریدار سے زیر فروخت شے کی قسم اور اس کے عیوب سے سلامت ہونے کی نسبت سچ کہا اور اس میں جو بات تھی بیان کر دی اور خریدار نے بیچنے والے سے قیمت کی نوعیت اور اس کی جنس کی نسبت سچی بات کہہ دی اور اس میں جو کچھ عیب وغیرہ تھا بیان کر دیا۔

کتما و کذبا۔ یعنی ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اس بات کو چھپایا جو اس کی طرف سے دی جانے والی جنس میں تھی اور ہر ایک نے دوسرے کو اس چیز کے متعلق دھوکا دیا جس پر بدل عائد ہوتا تھا۔ (دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ بائع و مشتری دونوں نے معاملت میں سچائی نہ برتی اور اصل حقیقت کو چھپانے کی کوشش

Marfat.com

کی یا دھوکا دیا)

مُحِقَتْ برکتہ بیعہما۔ ان کی بیع کی برکت کم ہوگئی یا جس زیادتی اور فائدہ کی ان میں سے ہر ایک کو توقع تھی وہ جاتی رہی۔ یعنی بیچنے والے کی قیمت سے اور خریدار کی خریدکردہ چیز سے برکت جاتی رہے گی کیونکہ اللہ انھیں ایسے حوادث اور مصائب میں مبتلا کردے گا جن کی وجہ سے اُن کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے جاتا رہے گا۔

تشریح

بعض اوقات انسان کوئی چیز کسی سے خریدتا ہے پھر اس کے خریدنے پر نادم ہوتا ہے۔ یہ ندامت خریدی ہوئی چیز کے نظر سے اتر جانے کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے یا قیمت زیادہ معلوم ہونے کی وجہ سے۔ یا شروع میں اُسے خریدکردہ شے کے لوٹانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی بعد میں کسی وجہ سے ہونے لگی۔ اسی طرح آدمی کبھی اپنے مال میں سے کوئی چیز ضرورت سے مجبور ہوکر بیچ دیتا ہے۔ پھر اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نہ بیچنا اور رہنے دینا ہی بہتر تھا خواہ اس سودے میں اسے نقصان معلوم ہو رہا ہو یا بجائے فروخت کرنے کے اُسے باقی ہی رکھنے کی کوئی ضرورت محسوس ہو۔

Marfat.com

ایسی صورتوں میں ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان جو معاملت ہوئی ہے وہ فسخ ہو جائے یا کوئی ایسی سبیل نکلے کہ یہ دونوں اس معاہدہ سے آزاد ہو جائیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ بائع و مشتری جب تک مجلس بیع اسو دا طے ہونے کے مقام امیں موجود ہوں اس وقت تک انھیں ایجاب وقبول کے بعد بھی بیع کے جاری کرنے یا فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا اور ان میں سے ہر ایک کو حق ہوگا کہ اسے دوسرے کی رضامندی کے بغیر فسخ کر دے۔

اس اختیار کا نام خیار مجلس رکھا گیا ہے۔ لیکن جب ان میں سے ایک نے دوسرے کو چھوڑا اور چلا گیا تو دونوں کو یا اُن میں سے کسی ایک کو بیع کے فسخ کرنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا کیونکہ ان کے درمیان جو معاہدہ تھا وہ اس مقام سے ان کے متفرق ہونے کے بعد مضبوط ہو گیا۔
اب اس سے منحرف ہونے یا منہ پھیرنے کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے کہ یہ دونوں باہم رضامند ہو کر اس معاملے سے رجوع کرنے پر آمادہ ہوں۔ اس لئے اس حدیث میں جس تفریق کا ذکر ہے وہ بدنی تفرق ہے کیونکہ عرف واستعمال کے لحاظ سے تفرق کا یہی مفہوم ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ بائع و مشتری میں سے کسی کو حقیقۃً

Marfat.com

بائع و مشتری کا سودہ تکمیل نہیں کہا جاتا جب تک دونوں کے درمیان معاہدہ نہ ہو جائے اور جب معاہدہ طے پا جائے تو ان دونوں کی طرف سے جو تفرق ظاہر ہوتا ہے وہ اقوال کا تفرق نہیں ہوتا بلکہ بدنوں کا تفرق ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ان میں سے ہر ایک بدیہی طور پر عام علم کی حیثیت سے یہ جانتا ہے کہ جب تک خریدار کی جانب سے زیر فروخت شے کے قبول کرنے کا اظہار نہ ہو اُسے سودا کرنے نہ کرنے کا اختیار ہو گا اور جو بیچنے والا ہے اس کا اختیار اپنی ملکیت پر اس وقت تک ثابت رہے گا جب تک بیع (سودا) طے نہ پا جائے۔ پس اگر تفرق سے مراد اقوال میں اختلاف ہوتا اور وہ یہی ایجاب و قبول کا اختلاف ہے تو یقیناً حدیث فائدہ سے خالی ہوتی اور اس کے کوئی معنے نہ ہوتے۔ جن لوگوں نے دونوں بیع و شرار کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لئے خیار مجلس کو ثابت کیا ہے۔ انھوں نے اسی بات کو اختیار کیا ہے۔ ایسے کرنے والوں میں صحابہ اور تابعین کی وہ جماعت ہے جس میں علیؓ ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابو ہریرۃؓ، شریحؒ شعبیؒ اور عطا شامل ہیں۔ مالکؒ اور ابو حنیفہؒ نے خیار مجلس کے نہ قبول کرنے کو اختیار کیا ہے اور اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ جب ایجاب و قبول کے ساتھ صفقہ (سودا

Marfat.com

یامعاہدہ بیع) پورا ہو جائے تو بجز شرط کے کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ چونکہ یہ حدیث ایک قوی تر حکم یعنی اس قرآنی آیت کے منشار سے معارض ہوتی ہے وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ (جب تم بیع وشہرار کرو تو گواہی لو۔) جو بیع کے وقت شہادتیں طلب کرنے پر دلالت کرتی ہے اس لئے اگر یہ صورت متفرق ہونے سے پہلے واقع ہو تو خیار مجلس کے ثابت ہوتے ہوئے اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اگر متفرق ہونے کے بعد ہو تو بے محل ہو گی کیونکہ بیع تمام ہونے کے بعد وقوع میں آئے گی۔ اور اللہ تعالے کا قول ہے اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ (عہدوں کو پورا کرو۔) جو شخص باعث معاہدہ شے سے متفرق ہونے سے پہلے رجوع کریگا یا پلٹے گا وہ معاہدہ کو پورا کرنے والا نہ ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے المسلمون عند شروطهم (مسلمان اپنی شرطوں ہی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں) اور سودا بلا شرط طے پا جانے کے بعد اختیار ہونا شرط میں فساد پیدا کر دے گا۔

مشہور ہے کہ بدنوں کے ذریعے تفرق کی حد عرف عام پر موقوف کردی گئی ہے اس لئے عرف عام جسے تفرق قرار دے اس کے مطابق حکم لگایا جائے گا ورنہ نہیں۔ یہ حدیث جعلسازی اور جھوٹ کی نحوست اور سچائی اور ہدایت کی برکت پر دلالت کرتی ہے۔

Marfat.com

پھلوں کا سودا
پختہ ہونے سے قبل ممانعت

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الثمار حتی تُزھی فقیل وما تزھی؟ قال حتی تحمر، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أرأیت اذا منع اللہ الثمرۃ بم یاخذ احدکم مال اخیہ۔ رواہ البخاری ومسلم۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو ان کے بڑے ہونے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے آپ سے کہا گیا بڑے ہونے سے کیا مطلب ہے فرمایا یہانتک کہ وہ سرخ ہو جائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم نے دیکھا جب اللہ نے بڑھنے سے منع فرما دیا

Marfat.com

تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس چیز سے لے سکتا ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

لغت

تزھی۔ لمبا یا بڑا ہو جائے۔

تشریح

لوگ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے عہد میں اپنے درختوں یا باغوں کے پھل ان کی پختگی یا روگوں سے محفوظ ہونے کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے بلکہ پھلوں کے غلاف سے نکلنے سے پہلے بیچ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ان درختوں یا پھلوں پر مختلف حادثے اور امراض نازل ہوتے۔ کھجوروں کا شگوفہ سڑ جاتا یا پھلوں میں خرابی پیدا ہو جاتی اور جب پھل توڑنے کا وقت آتا تو خریدار کو ویسے پھل نہ ملتے جیسے اُن کی خریداری کے وقت اُسے مرغوب تھے۔ اب وہ بیچنے والے سے لڑتا جھگڑتا اور دونوں کے درمیان سخت عداوت اور خصومت پیدا ہو جاتی۔ بیچنے والا کہتا، میں نے پھل بیچے تھے ان کے آفتوں سے محفوظ ہونے کی ضمانت نہیں دی تھی۔ خریدار کہتا، میں نے تو اسی لئے

Marfat.com

خریدے تھے کہ ان کی جو قیمت ادا کی ہے اس سے فائدہ اُٹھاؤں۔ تم نے جو قیمت مجھ سے لی ہے وہ تمھارے لئے کیسے جائز ہو گی جب مجھے اپنی خریدی ہوئی چیزمیں سے کچھ نہ ملا۔ اس قسم کی صورتوں میں جو بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے اس کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

حکمت آمیز حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے اور خریدنے والوں کو اس وقت تک کے لئے پھلوں کا سودا کرنے سے منع فرمایا جب تک پھلوں کی صلاحیت، سرخی اور زردی ظاہر نہ ہو اور وہ خرابی یا تباہی سے محفوظ نہ ہو جائیں۔ تاکہ بعد میں ان کے درمیان لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ کیونکہ پھلوں کی صلاحیت نمایاں ہونے پر ان سے ہر شخص اس معاملت کی حقیقت سے آگاہ رہے گا اور اس وقت جو لین دین ہو گا وہ مامون و محفوظ نوعیت کا ہو گا۔

اس ظاہری ممانعت کی وجہ سے بعض علمار نے پھلوں کے بڑے ہونے سے پہلے کی بیع کو باطل و ناجائز قرار دیا ہے خواہ پھلوں کے وجود سے پہلے بیع طے ہوئی ہو یا اس کے بعد یا ان کے رنگ پکڑنے سے قبل معاملت ہوئی ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسی بیع جائز ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کا انتہائی حصہ ممانعت بیع کے سبب پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں بائع (بیچنے والے) کو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائی کا مال ناجائز یا ناحق طور پر نہ کھائے اور مشتری سے خطاب ہے کہ وہ اپنا مال ضائع نہ کرے اور بائع کو ناحق نفع وصول کرنے میں مدد نہ دے۔ اس کے علاوہ اس حدیث میں مسلمانوں کے درمیان نزاع کے اسباب منقطع کرنے کی ہدایت بھی موجود ہے۔

سوال و جواب

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پھلوں کی جنس میں صلاحیت کا ظاہر ہونا کافی ہے، اگر شہر کے کسی باغ میں صلاحیت نمایاں ہو تو تمام باغوں کے پھلوں کی بیع جائز ہو گی اگرچہ ان سب میں صلاحیت ظاہر نہ ہوئی ہو یا علیحدہ علیحدہ ہر باغ میں اظہار صلاحیت ضروری ہے، یا الگ الگ ہر جنس کی یا ہر درخت کی صلاحیت کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔

امام مالکؒ کہتے ہیں، پھلوں کی جنس میں صلاحیت کا ظاہر ہونا سب کی بیع جائز ہونے کے لئے کافی ہے۔ اگرچہ ان کی صلاحیت نمایاں نہ ہوئی ہو اور خواہ وہ مختلف قسموں کے ہوں۔

امام احمدؒ کا قول ہے، ہر باغ کی صلاحیت کا علیحدہ علیحدہ ظاہر ہونا

Marfat.com

ضروری ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں ہر جنس کی بیع درست ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس جنس میں سے بعض کی صلاحیت ظاہر ہو جائے سب کی صلاحیت کا اظہار مشروط نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا نشوونما ملتا جلتا ہے اور سب کی صلاحیت کی شرط ان میں سے اکثر کے فاسد ہونے کا سبب بن جائے گی۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا ہے کہ تمام پھلوں کو اک بارگی ہی عمدہ نہیں بناتا۔ ان میں پختگی وغیرہ کی صفات بتدریج پیدا کرتا ہے تاکہ پھل زیادہ دن تک کھائے جاسکیں اور لوگ ایک مدت تک ان سے لطف اندوز ہو کر اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

Marfat.com

درگزر اور عفو

فضیلت اور بشارت کا سبب

عن ابی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنه قال: کان تاجرٌ یُدَاینُ الناسَ، فاذا رأی مُعسرًا قال لفتیانه تجاوَزُوا عنهُ لَعَلَّ اللهَ أن یتجاوزَ عنّا فتجاوزَ اللهُ عَنهُ- رواه البخاری-

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا اپنے جوانوں (خادموں) سے کہتا کہ اس سے درگزر کرو شاید اللہ ہم سے درگزر فرمائے۔ پس اللہ نے اُسے معاف کر دیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

Marfat.com

تشریح

تنگدستوں اور مفلسوں سے درگذر کرنا اور غموں اور صدموں میں مبتلا ہونے والوں کو غم سے رہائی دلانا اللہ کے نزدیک بہت بڑے ثواب اور اجر کا کام ہے۔ ایسے کام کرنے والا لوگوں کی تعریف اور شکر گزاری کا مستحق ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (جسے اس بات سے خوشی ہوتی ہو کہ اللہ اسے قیامت کے دن کے غموں سے نجات دے تو اُسے چاہیئے کہ کسی تنگدست یا مفلس شخص کو تسلی دے یا اس کا قرض معاف کر دے) اور یہ بھی فرمایا ہے (جو شخص کسی مؤمن کا غم اس کے دنیا کے غموں میں سے دور کرے تو اللہ قیامت کے دن کے آلام میں سے اس کا غم دور فرمائے گا)

آدمی پر کبھی کبھی ایسی مصیبت یا مالی پریشانیاں نازل ہوتی ہیں کہ اس کا تمام سکون رخصت ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے لئے حد سے زیادہ تنگ ہو جاتی ہے۔ ہوش و حواس عقل و خرد سب پر تفکرات کا غلبہ رہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی قیمت پر بھی خواہ کتنی ہی گراں ہو ان سے نجات پائے۔

Marfat.com

بعض اوقات وہ پے در پے قرضوں کے بوجھ سے اتنا تنگ آجاتا ہے کہ یہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ کاش زمین اُسے نگل جائے۔ اس پر اتنی مشکلات پڑتی ہیں کہ گھر کا تمام اثاثہ نقد ہو یا جنس یا جائداد کچھ باقی نہیں بچتا۔ ایسے عالم میں جس شخص نے اُسے قرض دیا تھا اگر وہ اس کو اس بلا سے نجات دلا دے اس کا کچھ قرض معاف کر دے یا اُس سے درگذر کر کے اس کی فکر اور غم کو رفع کر دے تو اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے اس نے نئی زندگی پائی ہو اور موت کے چنگل میں پھنستے پھنستے بچ گیا ہو۔

اس موقع پر اس بات پر غور کرنا ضروری ہے کہ ایک تاجر شخص کا کام ہی نفع حاصل کرنے اور کمانے کھانے کے لئے خرید و فروخت کرنا ہے وہ اپنی دولت بڑھانے اور بازار میں اپنی ساکھ بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ کمانے پر جتنا حریص ہوتا ہے ظاہر ہے۔ اگر ایسا شخص اپنے قرض کی رقم میں سے کچھ معاف کر دے تو یہ بات اس کے اخلاص پر دلالت کرے گی اور اس سے معلوم ہوگا کہ اس کا نفس حرص سے محفوظ ہے اور خیر و ثواب کی طرف راغب ہے۔ اسی لئے اگر اللہ اس کی برائیوں کو معاف فرما دے یا گناہوں سے درگذر فرمائے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔ پھر وہ تو غفور و رحیم ہے۔

Marfat.com

قرض کا مسئلہ

لین دین کا کھرا پن

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ اَنَّ رجُلًا اتی النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَتقاضَاہُ فاغلظ فھَمَّ بہ اصحابہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعوہ فاَنَّ لصاحبِ الحقِ مَقالًا ثم قال اَعطُوہُ سنًّا مِثلَ سِنِّہ قالوا یا رَسُولَ اللہ لا نَجدُ اِلّا اَمثَل من سِنِّہ، فقال اَعطُوہ، فان خیرکم اَحسَنُکمُ قضَاءً۔ رواہ البخاری ومسلم بالفاظ مختلفۃ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقاضا کرتا ہوا آیا اور اس نے شدت کی۔ آپ کے اصحاب نے اسے سزا دینا چاہا۔ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ حق والے کو کہنے کا حق ہوتا ہے۔ پھر فرمایا اُسے ایسے دانتوں والا اونٹ دو جیسا اس کا اونٹ تھا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں اس کے اونٹ سے بہتر دانتوں والے کے سوا کوئی اونٹ نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا اسے دے دو کیونکہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں سب سے اچھا ہو۔ اسے بخاری اور مسلم نے مختلف الفاظ میں روایت کیا۔

لغت

یتقاضاہ۔ وہ آپ سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا۔
اَغْلَظَ۔ اُس نے مطالبہ میں سختی کی۔
فھَمَّ بہ اصحابہ۔ اس پر آپ کے صحابہؓ نے اُسے ستانے یا سزا دینے کا ارادہ کیا۔
مَقالًا۔ مطالبہ میں شدت و قوت کی بات
سِنًّا مثل سنّہ۔ ایسا اونٹ جس کے دانت اس شخص کے اونٹ کے دانتوں کی طرح ہوں۔
امثل۔ افضل، بہتر۔

Marfat.com

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک اونٹ قرض لیا، جب ادائی کا وقت آیا تو اعرابی نے اپنے مال کا مطالبہ کیا۔ لیکن مطالبہ میں نرمی اور خوش اسلوبی نہیں برتی بلکہ اعراب کی عادت کے مطابق شدت سے پیش آیا۔ اس کی یہ بات بعض صحابہ کو جو اس وقت حاضر خدمت تھے ناگوار گزری، انھوں نے چاہا کہ اُسے رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی کرنے پر سزادیں۔ مگر انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کی وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا، اسے چھوڑ دو اس کی بات نہ پکڑو، تاکہ اس کا حق واضح ہو جائے۔ اور وہ اپنے مال کا مطالبہ کر سکے کیونکہ جس شخص کا کوئی حق ہوتا ہے اس میں ایک غلبہ و زور اور اس کے بیان میں قوت و شدت ہوتی ہے۔ اگر اس کے اور اس کے مطالبہ کے درمیان کوئی شے حائل ہو جائے تو اس کا حق ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اور وہ جھوٹا اور مکار شمار کیا جائے گا۔

یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق میں سے ہے۔ آپ گویا اعرابی کے شدتِ مطالبہ کی معذرت فرما رہے تھے اور صحابہ

Marfat.com

کے غیظ و غضب اور اس پر زیادتی کرنے کے ارادے کی روک تھام فرمانا چاہتے تھے۔ آپ نے اخلاقِ مصطفوی سے کام لیا اور صحابہ کی طرف سے جو اندیشہ اور خوف اس پر طاری ہوگیا تھا اُسے رفع فرما دیا۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے لئے ایک اونٹ خریدا جائے اور اس سے اس کا قرض ادا کیا جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا ہمیں تو جو اونٹ بھی ملتا ہے اس کے اونٹ کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس سے بہتر ہی ملتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اس کے اونٹ سے بہتر ہی خرید لو اور اسے دے دو تاکہ تمھیں حسن و خوبی سے قرض ادا کرنے کی فضیلت حاصل ہو۔

یہ حدیث چند امور کی طرف دلالت کرتی ہے۔

جب میعاد گزر جائے تبھی مطالبہ قرض کا جائز ہونا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ اخلاق، آپ کے حلم و تواضع کی عظمت اور آپ کا انصاف، صاحب حق کے ساتھ زیادتی کرنے کی برائی خواہ اس نے مطالبہ میں بد سلوکی کی ہو، اونٹوں کے قرض لینے کا جواز، اسی میں تمام اقسام کے حیوانوں کا قرض لینا شامل ہے اور اسی پر اکثر علما کا اتفاق ہے۔ حنفیہ نے اسے جائز نہیں کیا ہے کیونکہ اس سے حیوان کا حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اس بات سے تمام صحیح احادیث میں منع کیا گیا ہے جن کے راوی ثقات (ثقہ) ہیں۔

Marfat.com

لہٰذا وہ احادیث اس حدیث کو منسوخ کرنے والی ہوں گی اور چونکہ حیوانات میں افراد کے اختلاف کی وجہ سے بڑا فرق ہو جاتا ہے اس لئے اس عمل سے خصومت اور نزاع پیدا ہوگا۔ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز قرض لی ہو تو اُس کے لئے اس سے بہتر چیز کے ذریعے اس قرض کو ادا کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ معاہدۂ قرض میں اُسے مشروط نہ رکھا گیا۔ ورنہ ایسی صورت حرام ہوگی کیونکہ یہ سُود ہوگا۔ اور زیادہ ہونے میں قلیل، کثیر اور صفت و مقدار سب مساوی ہیں۔ یعنی ان میں سے کسی بات کی بھی زیادتی ہو یکساں ہے۔

Marfat.com

برہمی کے عالم میں فیصلہ اور تحکیم کی ممانعت

عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول. لا یقضین حکمٌ وفی روایۃ لا یحکمُ احدٌ بین اثنین وھو غضبانُ رواہ الجماعۃُ۔

ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کوئی حَکَم (فیصلہ کرنے والا) اور ایک روایت میں ہے، کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان اس حال میں فیصلہ نہ کرے کہ وہ غصہ میں ہو۔ اسے ایک جماعت نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

حَکَم۔ حاکم، اس لفظ کا اطلاق ثالث پر بھی کیا جاتا ہے جس کے فیصلے پر دونوں فریق رضامند ہوں۔

تشریح

عدل (انصاف) تمدن کا ستون ہے اور نفوس کے سکون و اطمینان کا باعث ہے۔ اس کے ذریعے حق غالب اور باطل مغلوب و مفرور ہوتا ہے۔ ڈرنے والے اس کے سایوں میں امن سے رہتے ہیں اور ظالم اس کے دبدبے اور سطوت سے لرزہ براندام نظر آتے ہیں۔ یہ حق جانب ضعیف کو قوی اور جھوٹے طاقتور کو کمزور بناتا ہے۔ اسکے نور سے چندروزہ زندگی کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں اور جور و تعدی کا زور شور اس کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے۔

لوگوں کے مناقشات اور تنازعات کا فیصلہ کرنے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کرنے کے لئے ایسا شخص زیادہ موزوں ہے جو معاملات کو اُن کے طریقے پر طے کرنے اور طول طویل اقوال اور دعووں میں سے حق بات کو چھانٹ لینے کی نمایاں صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ

Marfat.com

قابلیت صرف اسی شخص میں ہو سکتی ہے جو ذہن کا حاضر اور حافظہ کا قوی ہو جو کچھ عرضہ اس کے سامنے کہا جائے اُسے ذہن میں محفوظ رکھ کر ایک اچھے جوہری اور ہوشیار نقاد کی طرح اس میں سے کھرا کھوٹا الگ کر سکے، اپنے معاملات کا مالک ہو اور ایسے حوادث و انقلابات سے خالی الذہن ہو جو اُس کے لئے مقرر کی ہوئی باتوں میں حائل ہوتے ہوں، اتنا سنجیدہ ہو کہ اُسے خواہشیں بے قرار نہ کر دیتی ہوں اور مبالغہ اور خوشامد اس کے ہوش و حواس اور عقل کو آپے سے باہر نہ کر دیتی ہو۔ اتنا بردبار اور علیم ہو کہ مکدر کرنے والے امور اُسے اپنی جگہ سے نہ ہٹا دیں اور نہ پریشانیاں اس میں ہیجان پیدا کریں۔ اس کا نفس غموں اور فکروں سے خالی ہو، جب اتنی خوبیاں اور خصوصیات اس میں موجود ہوں تب عدل صورت پذیر ہوتا ہے اور اس کا فیصلہ پسندیدگی کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ سرکش اور ظالم لوگ صرف ایسے ہی شخص کے آگے سر جھکاتے ہیں اور اس کی بدولت ہوا و ہوس کی شدت اور جور و طغیان کا زور ٹوٹتا ہے اور شر و فساد کا خاتمہ ہوتا ہے۔

لیکن اگر قاضی یا حَکم یا حاکم میں یہ صفات نہ ہوں تو اس کی نظر مختل ہوتی ہے اور اکثر وہ اپنے حکم میں حق سے باطل کی طرف تجاوز کر جاتا ہے

Marfat.com

اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ غصّے کے وقت اس کو اپنے نفس پر قابو نہیں ہوتا اور اُسے پھیرنا یا غصّے پر غلبہ پانا اس کے لئے دشوار ہوتا ہے۔ یہی حال اس کے تمام امور کا ہوتا ہے جو اس کے دل سے تعلق رکھتے ہیں اور اُسے نظر کے حاوی ہونے اور حق وصواب کو واضح کرنے والی دقیق تلاش سے بہکا دیتے ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قاضی کو غصّے کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ علما نے غصّے ہی پر ایسی تمام باتوں کو قیاس کیا ہے جو عقل پر اثر انداز ہوتی ہوں اور فکر کو متغیر کر دیتی ہوں مثلاً بھوک، بیماری، غم، صدمہ وغیرہ۔

Marfat.com

گری پڑی چیزیں کیا کرنا چاہیے؟

عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ قال: جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ عن اللقطۃ فقال اعرف عفاصھا و وکاءھا ثم عرفھا سنۃ فان جاء صاحبھا و الا شأنک بھا، قال فضالۃ الغنم، قال ھی لک او لاخیک او للذئب، قال فضالۃ الابل، قال مالک ولھا! معھا سقاءھا وحذاؤھا ترد الماء وتاکل الشجر حتی یلقاھا ربھا۔ رواہ البخاری وغیرہ بالفاظ مختلفۃ۔

زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے

Marfat.com

لقطہ (ایسا مال جو معرض تلف میں ہو اور جس کا مالک معلوم نہ ہو) کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا اس کے بٹوے کو اور اس کے بندھن کو پہچان لو پھر ایک سال تک مقدور بھر اُسے لوگوں میں پہچان کراؤ اگر اس کا مالک آجائے (تو اسے دے دو) ورنہ اس میں تصرف کر لو (اپنے کام میں لے آؤ) اس شخص نے کہا اور کھوئی ہوئی بکری، فرمایا "وہ تمھاری ہے یا تمھارے بھائی کی یا بھیڑیے کی" اس نے کہا "اور کھویا ہوا اونٹ" فرمایا تمھیں اس کی کیا فکر ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی پینے کا سامان ہے اور اس کے پاؤں ہیں وہ پانی پر آتا ہے اور درخت (کے پتے وغیرہ) کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اُسے پا لیتا ہے۔ اسے بخاری وغیرہ نے مختلف الفاظ میں بیان کیا۔

لغت

لُقَطَہ۔ ہر بچا ہوا مال جو معرض تلف میں ہو اور اُس کا مالک معلوم نہ ہو۔ اکثر اس لفظ کا استعمال غیر حیوان پر ہوتا ہے۔ اس قسم کے حیوانات

Marfat.com

کو جن کا مالک معلوم نہ ہو' ضا ئتہ' کہا جاتا ہے۔

عفاص - بٹوا چمڑے وغیرہ کا۔

وکاء - بٹوے وغیرہ پر باندھنے کا تاگہ یا بندھن وغیرہ۔عفاص اور وکار کی پہچان سے مراد یہ ہے کہ کسی کی پڑی ہوئی چیز یا چھوڑی ہوئی چیز کو ایک چمڑے کے بٹوے میں رکھ کر اُسے کسی چیز سے باندھ دیا جائے تاکہ اُسے اور چیزوں سے پہچانا جا سکے اور جب اس کا مالک آئے تو اس چیز کی علامات اس سے دریافت کر کے اس کا سچ جھوٹ معلوم کیا جا سکے۔

عرّفہا سنۃ۔ لوگوں کو مقدور بھر ایک سال تک اس سے واقف کراؤ۔ تاکہ اُس کے مالک کو اس کا حال معلوم ہو جائے۔

شأنك بہا۔ اس میں تصرف کرو۔ کام میں لاؤ۔

لاخیك۔ اس سے مراد اس کا مالک ہے یا کوئی اور لے جانے والا۔

للذئب۔ بھیڑیا' اس سے مراد ہر پھاڑ کھانے والا حیوان یا درندہ۔

مالك ولہا۔ تمھیں اس کی کیا فکر ہے' اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

سقاؤھا۔ سقاء پانی کا برتن۔ اس سے مراد اونٹ کی وہ تھیلی ہے جس میں وہ پندرہ دن کا پانی جمع کر لیتا ہے اور کئی کئی دن بغیر پانی پیئے چل سکتا ہے۔

حذاؤھا۔ اونٹ کے پاؤں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے پاؤں اس

Marfat.com

میں چلنے اور دور دور کی مسافتیں طے کرنے کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ وہ درختوں سے چرسکتا ہے اور پھاڑ کھانے والے جانوروں کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

رَبُّھا ۔ اس کا مالک۔

تشریح

یہ حدیث تین باتوں کے حکم پر مشتمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی گئی تھیں

ا۔ لُقطَہ۔ اس کی تعریف اوپر گزر چکی ہے اس کا اطلاق اکثر غیر حیوان پر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے متعلق ہدایت فرمائی ہے کہ پڑی ہوئی چیز پانے والے پر واجب ہے کہ اس کی ایسی علامات بنالے جو اُسے اور چیزوں سے ممتاز کرسکیں مثلاً نوع جنس مقدار وغیرہ کے لحاظ سے کسی خاص برتن میں رکھے یا اس پر کوئی خاص بندھن باندھ دے۔ اور اس کی حفاظت اپنے مال کی طرح کرے اُسے مال غنیمت سمجھ کر اُسے لٹنے یا خرچ کرنے کے لئے نہ چھوڑ دے اس کا خیال رکھے کہ اس قسم کا مال ادنیٰ ہو یا اعلےٰ درجے اور اچھی قسم کا ہو اس کی حفاظت یکساں طور پر کی جائے۔ پھر لوگوں کے مجمع میں یا اور

Marfat.com

طرح جیسے کر سکے کوئی کھوئی ہوئی چیز پانے کا اعلان کرے، جن جن مسجدوں میں گمان ہو کہ اس کا مالک آئے گا، ان میں نماز کے بعد اس کا اظہار کرے تاکہ اس کے مالک کو معلوم ہو سکے۔ ان کوششوں کی مدت ایک سال ہے۔ یہ صورت ایسی چیزوں کے لئے ہے جن کی قیمت بہت کم نہ ہو۔ جمہور علما کا قول ہے، ایک سال تک ایسی شے کے پہچنوانے کی کوشش کرنا واجب ہے، جب کہ اس کے مالک کے لئے اُسے محفوظ رکھنے کا ارادہ ہو۔ اس لئے زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسے پہچنوانے کی کوشش ضرور کی جائے۔

تھوڑی اور کم قیمت شے کا یہ حال ہے کہ اس کے متعلق لوگ سمجھتے ہیں کہ عادات اور عمل کے مطابق اس کا مالک اس کی جستجو نہ کرے گا اس لئے جسے کوئی ایسی معمولی اور کم قیمت کی چیز ملتی ہے وہ اس کو پہچنوانے کی بالکل کوشش نہیں کرتا اور اس کو پانے کے ساتھ ہی اس کا مالک بن جاتا ہے۔ یا اگر اس شے کا مالک اس کی تلاش بھی کرے تو تھوڑے دن اس کی پہچان کرانے کی کوشش کی جاتی ہے اس کے بعد غالب گمان یہ قائم ہو جاتا ہے کہ اس مدت کے بعد اس کا مالک اس کا مطالبہ نہ کرے گا۔

اگر لقطہ (پڑی ہوئی چیز) ایسی چیز ہو جس میں پڑے رہنے اور

Marfat.com

کام میں نہ لانے سے جلد خرابی پیدا ہو جائے۔ مثلاً کھانے پینے کی چیزیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ جو شخص انھیں پائے اُسے چاہیئے کہ اس سے نفع اٹھائے یعنی کھا پی لے اور اس کے مالک کو اس کا معاوضہ ادا کر دے۔ اور مالک کو چاہیئے کہ اسے صدقہ کر دے۔ اس پر کوئی ضمانت نہیں۔

رہا ایسی چیزوں کو پا کر لے لینا مستحب ہے اور بقول بعض واجب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر وہ چیز کسی ایسی جگہ ہے جہاں چھوڑ دینے سے وہ محفوظ رہے گی تو اس حالت میں اس کو لے لینا مستحب ہے ورنہ واجب ہے۔ اور اگر نفس کے اندر اس کی طمع پیدا ہو جائے تو اُسے لینا حرام ہو گا۔ یہ تمام احکام حرم (بیت اللہ) کے علاوہ مقامات پر لُقطہ سے متعلق ہیں۔ لیکن حرم کے لقطے کا لینا حرام ہے صرف اُسے شناخت کرانے یا لوگوں میں پہچنوانے کے لئے لیا جا سکتا ہے۔ تصرف میں لانے کے لئے نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا یلتقط لقطتها (مكة) الا من عرّفها) اس میں یعنی مکّہ میں لُقطہ یا پڑی ہوئی چیز صرف اُسے پہچنوانے کے لئے لی جا سکتی ہے ورنہ نہیں۔

جب امانت مفقود ہو گئی اور لوگوں میں طمع غالب ہوئی تو حکومتوں نے اپنے قوانین میں یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو

Marfat.com

پائے تو اس پر واجب ہے کہ اُسے حکومت کے آدمیوں کے سپرد کر دے ورنہ چور سمجھا جائے گا اور جس سزا کا حق دار ہوگا وہ سزا پائے گا۔ اور یہ وہ طریقہ ہے جس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

جتنی مدت لقطہ کے تعارف کی مقرر ہے اس مدت میں لُقطہ اس شخص کے نزدیک امانت ہوگی جو اُسے اٹھائے گا۔ اگر وہ ضائع ہو جائے تو اس کا معاوضہ نہ کیا جاوے گا۔ ہاں اگر زبردستی ہو تو کر دیا جائے گا۔ جو شخص اُسے پائے اگر اُسے اس کا مالک مل جائے اور کھوئی ہوئی چیز کی ممتاز اور مخصوص نشانیاں یا علامتیں ایسی بیان کر دے جس سے اسی قسم کی اور چیزوں سے اُسے پہچانا جاسکتا ہو تو پانے والے کا فرض ہوگا کہ وہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے۔ اس میں گواہیاں طلب کرنے کی شرط نہیں ہے۔

جب یہ مدت گزر جائے اور اس کا مالک اس کا مطالبہ نہ کرے۔ تو اس چیز کا پانے والا اس کو کام میں لا سکتا ہے۔ اگر اس کے بعد مالک کی تحقیق ہو اور وہ اس کو طلب کرے تو اس پر اس کا معاوضہ عائد ہوگا

۲۔ کھوئی ہوئی بکری: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ (ھِیَ لَکَ او لاخیکَ الخ، وہ تمھاری ہے یا تمھارے بھائی کی) اس کو لینا جائز فرما دیا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا کہ وہ ایک کمزور جانور ہے اس کے ہلاک

Marfat.com

ہو جانے کا اندیشہ ہے، اور اس عالم میں ہے کہ تم لے لو یا تمہارا بھائی جو اس کا مالک ہے یا اور پالنے والا۔ یا اُسے جنگلی جانور، درندے وغیرہ پھاڑ ڈالیں، اس طرح آپ نے اس کے لے لینے کی اور اس پر تصرف کرنے کی ترغیب دی۔ اب سوال یہ ہے کہ اسے بھی پہچنوانا واجب ہے یا نہیں۔

جمہور اس کے واجب ہونے پر متفق ہیں۔ اگر اس کا مالک مطالبہ نہ کرے تو پانے والے کو چاہیئے کہ اُسے لے لے اور اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کر دے۔ مالکیہ کا قول ہے کہ پانے والا اُسے لیتے ہی مالک بن جائے گا اور اس پر اس کا کوئی معاوضہ نہ ہوگا خواہ اس کا مالک ہی کیوں نہ آجائے۔ کیونکہ اس حدیث میں بھیڑیئے اور اُسے پانے والے کے درمیان مساوات رکھی گئی ہے۔ جس طرح بھیڑیئے پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوسکتا، اسی طرح پانے والے پر نہیں ہوتا۔

لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ اگر بکری وغیرہ جانور کا مالک اُسے کھائے جانے سے پہلے آجائے تو وہ جانور اُسے واپس کر دیا جائے۔

۳۔ کھویا ہوا اونٹ۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ اونٹ اس سے بے نیاز ہے کہ جس نے اُسے پایا ہے وہ اس کی دیکھ بھال کرے۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں

Marfat.com

پیاس سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھی گئی ہے اور وہ ہر وقت درختوں میں سے اپنی غذا حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ وہ کسی پانے والے کی خدمت یا نگرانی کا محتاج نہیں ہوتا۔ جہاں وہ کھو یا ہو وہیں اس کا مالک اسے آسانی سے پا سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ لوگوں کے اونٹوں میں تلاش کرتا پھرے۔

Marfat.com

کثرتِ سُوال

اور ماں کی نافرمانی کی ممانعت

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ حرّم علیکم عقوق الاُمّہات ووأد البنات، ومنع وہات، وکرہ لکم قیل وقال، وکثرۃ السوال، واضاعۃ المال۔ رواہ البخاری۔

مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بلیشک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کیا ہے۔ جس چیز کو اللہ نے دینے کا حکم دیا ہے اس سے منع کرنے کو اور جس کا حق دار نہیں ہے اس کے مانگنے کو حرام کیا ہے اور تمھارے لئے باتوں کی کثرت اور سوال کی کثرت اور مال ضائع کرنے کو مکروہ کیا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

حقوق الاُمّہات - ماؤں کو ستانا۔ اُن کے حقوق نہ ادا کرنا اُن سے نافرمانی و سرکشی)

وَأد البنات - لڑکیوں کو زندہ دفن کردینا۔

منع - روکنا منع کرنا۔

ھأت۔ اسم فعل بمعنیٰ مجھے دو یہاں منع و ہات سے مراد جس چیز کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اُس کے دینے سے روکنا یا منع کرنا اور جس کا استحقاق نہیں ہے اُسے طلب کرنا۔

قیل و قال اور ایک روایت میں قیلا و قالا ہے۔ یہ دونوں یا اسم ہیں جیسے کثیر القیل والقال۔ بہت قیل و قال ہوئی یا قَالَ یَقُولُ کا مصدر ہیں ان سے مراد کثرت کلام ہے جو غلطی اور لغزش کا باعث ہوتی ہے۔ اُن کی تکرار مبالغہ ممانعت کے لئے ہے۔ یا ان سے مراد لوگوں کے کہنے سننے کا بیان مقصود ہوتا ہے۔

تشریح

یہ حدیث چھ باتوں پر مشتمل ہے جن سے بچنا مسلمان پر واجب ہے

Marfat.com

(۱) ماؤں سے سرکشی کرنا اور ان کے حقوق ادا نہ کرنا

ماؤں کی اچھی طرح اطاعت کرنا، اُن پر خرچ کرنا اور اُن کی مدد کرنا اُن سے اچھی طرح بات کرنا۔ ایسی باتوں سے بچنا یا دور رہنا جن سے انھیں غصہ آئے یا اُن کی ناراضگی کا سبب ہو وغیرہ ایسے حقوق ہیں جن کا پورا نہ کرنا عقوق یا نافرمانی میں داخل ہے۔ ماں کی ہستی وہ ہستی ہے جو زمانہ حمل سے لے کر ولادت، رضاعت (دودھ پلانا) اور تربیت وغیرہ کے زمانے میں اولاد کے لئے بکثرت تکلیفیں اُٹھاتی ہے، اُسے ہر دُکھ درد اور تکلیف سے بچانے کے لئے طرح طرح کی احتیاطیں کرتی ہے وہ خود جاگتی ہے کہ بچہ سوئے، آپ دُکھ اُٹھاتی ہے کہ وہ آرام کرے۔ پریشانیوں اور مصیبتوں کو خوشی سے گوارا کرتی ہے کہ اولاد کو سُکھ نصیب ہو۔ جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو اس کا مسکرانا ماں کو دنیا ومافیہا کی خوشیوں سے زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔ اس کی صحت اور خوشی ماں کو اپنی ہر تمنا سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ وہ اگر رونے لگتا ہے تو صدمہ سے اس بے چاری کی جان سی نکلنے لگتی ہے، بیمار ہوتا ہے تو اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈباتی رہتی ہیں۔ جب اولاد پر ماں کے جان چھڑکنے کا یہ عالم ہو تو یہ کوئی اچھا سلوک نہ ہوگا کہ اولاد اس کا بدلہ اُس کی نافرمانی یا سرکشی سے دے یا اُسے طاقِ نسیاں

Marfat.com

میں رکھ کر خود چین کرتی رہے۔ اس حدیث میں ماں کا ذکر اس لئے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ وہ زیادہ کمزور ہوتی ہے اور اولاد کی نافرمانی کا صدمہ اس پر بہت جلد اثر کر جاتا ہے۔ دوسرے اس کا مدعا یہ بھی ہے کہ مہربانی اور محبت و ہمدردی کے لحاظ سے باپ کے مقابلے میں ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا مقدم رکھا گیا ہے۔

(۲) لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا۔

یہ حرکت زمانۂ جاہلیت کے لوگ مفلسی یا ننگ و عار کے خوف سے کیا کرتے تھے کیونکہ اُن کے نزدیک لڑکی جسمانی ساخت میں کمزور اور ضروریاتِ زندگی کے اکتساب میں مردوں کے مقابلے میں عاجز ہوتی تھی اور باپ کے لئے ایک بارِ گراں بن جاتی تھی۔ اس لئے ان میں سے بعض لوگ لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے تاکہ اُن کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ اور بعض لوگ اس خیال سے اُنھیں زندہ گاڑ دیتے تھے کہ اُن کی لغزش سے خاندانی عزت و شرافت کو بٹہ نہ لگے۔

(۳) منع و ہات

ان دونوں الفاظ سے مراد شرعی واجبات اور مروت کے تقاضوں میں مال خرچ کرنے سے بخل کرنا ہے۔ مثلاً زکوٰۃ، صدقہ، احسان وسلوک اور محتاج کی اعانت اور فریادی کی مدد وغیرہ اور اُس چیز کی طمع کرنا جس کا

Marfat.com

وہ اہل نہ ہو۔ مثلاً بغیر کام کے مزدوری کی خواہش کرنا یا استحقاق سے زیادہ مانگنا۔ اس قسم کے امور میں مروت ضائع ہوتی ہے، نفس ذلیل ہوتا ہے اور ناحق مال کھانے کی حرص بڑھتی ہے۔

(۴) قیل و قال

اس سے مراد لوگوں کے حالات اور اخبار کے در پے رہنا ہے تاکہ ان پر آپس میں بات چیت جاری ہو اِدھر کی باتیں اُدھر پھیلائی جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بہت سی باتیں ایسی ہوں جن کو لوگ پوشیدہ رکھنا پسند کرتے ہوں یا بہت سی باتیں لوگوں کے بھیدوں سے تعلق رکھتی ہوں جن کو فاش ہوتے دیکھ کر انھیں غصہ آ جائے۔ اس طرح عداوت پیدا ہو اور لوگوں میں فساد و کینہ جڑ پکڑے۔ ان وجوہ سے بکثرت باتیں کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

(۵) سوال کی کثرت

اس سے مراد مال اور صدقہ کا سوال ہے جس میں آبرو کے جانے اور نفس ذلیل ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور ایماندار شخص اس کا خیال رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو ان خرابیوں سے آلودہ نہ کرے یا مشکلوں اور الجھنوں اور لوگوں کی خبروں کی نسبت سوال کرنا، پہیلیاں اور معمے ایجاد کرنا تاکہ لوگوں کے دل و دماغ کو ان میں الجھایا اور عاجز کیا جائے

Marfat.com

اور بیکار قسم کے کاموں میں ان کا وقت ضائع کیا جائے۔ بسا اوقات ان سوالوں کے جواب میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جن سے سائل کو رنج ہوتا ہے یا یہ جواب اُسے اور دوسروں کو برے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ۔ (ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر تمھارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمھیں بُری معلوم ہوں)

(۶) اضاعت مال

مال کے صرف میں زیادتی یا فضول خرچی کرنا یا اُسے ایسی باتوں میں خرچ کرنا جن سے خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ مثلاً حرام امور۔ الغرض مال کو ایسے امور میں خرچ کرنا جن کی شرعًا اجازت نہ ہو یا جن سے کوئی دینی یا دنیوی مصلحت حاصل نہ ہوتی ہو نہ کسی مضرت کا دفعیہ ہوتا ہو' اضاعت مال میں داخل ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مال یہ زندگی کا دارومدار ہے اور وہ اس دنیا کا سرمایہ ہے جو آخرت کی کھیتی ہے۔ اسے ضائع کرنا ندامت، افلاس اور مذلت کا باعث ہے تمھارا کام ہے کہ خوشی اور غم کی تقریبوں اور شادی بیاہ کے جہیز اور مکانوں کی تیاریوں میں جو کچھ صرف ہوتا ہے اس پر غور کرو۔ نفسانی لطف ولذّت، لہو ولعب، نمائشی اخراجات۔ حکام کی خوشامد

Marfat.com

اور فریب دینے والے ظاہری رکھ رکھاؤ یا بناؤ میں کیا خرچ ہوتا ہے اور اس سے کیا فوری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان سب پر نظر رکھو۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ان گناہوں سے بچائے اور خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے آمین

Marfat.com

علما کی موت

اور علم کا خاتمہ

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان اللہ لا یقبضُ العلمَ انتزاعاً ینتزعہ من العباد، و لکن یقبضُ العلمَ بقبض العلماء حتّٰی اذا لم یبق عالمٌ اتخذ الناس رُءُوساً۔ و فی روایۃ رُءُوساء جُہّالاً فسُئِلوا فاَفتَوا بغیر علم فضَلّوا و اَضلّوا۔ رواہ البخاری و مسلم۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے، انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، بیشک اللہ علم کو اس طرح نہیں چھینتا جس طرح کوئی چیز بندوں سے

Marfat.com

لے لیتا ہے لیکن وہ علم کو علما کی موت کے ذریعے ختم کرتا ہے یہانتک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہتا لوگ جاہل سرداروں کو اختیار کر لیتے ہیں اور اُن سے (مسائل) پوچھتے ہیں وہ بغیر علم کے فتوٰی دیتے ہیں پس وہ خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تشریح

علمار ہدایت کے چراغ، راہِ صواب کے رہبر، اور مخلوق میں اللہ کے امین ہوتے ہیں وہ بھٹکے ہوئے کو راستہ بتاتے ہیں اور ہدایت کے خواہش مندوں کو ہاتھ پکڑ کے صحیح منزل تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ نے ان کی عقل اور سمجھ بوجھ میں وسعت عطا کی ہے اور انھیں بصیرت بخشی ہے جو انھیں رائے میں بھٹکنے اور لغزش کرنے سے بچاتی ہے اور حقائق کی دریافت میں ان کی اعانت کرتی ہے، اس کی بدولت وہ علوم کی گتھیاں سلجھاتے ہیں۔ ان کا سینہ معارف کا خزینہ ہوتا ہے اور انکی عقلیں حکمتوں کا گنجینہ ہوتی ہیں وہ لوگوں پر اپنی دانائیوں سے فیضان کی مسلسل بارش کرتے رہتے ہیں اور اُن کی ہدایت ورہنمائی کا سرچشمہ برابر جاری رہتا ہے۔ امت میں ان کی تعداد جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی

Marfat.com

اُس کی ترقی اور عروج کے سامان مہیا ہوتے ہیں اور جیسے جیسے اُن میں کمی آتی جاتی ہے یا لوگ اُن سے یا وہ لوگوں سے دور ہوتے جاتے ہیں ویسے ویسے قوم میں زوال وانحطاط پیدا ہوتا ہے وہ جاہلوں کی جہالت کے دام میں پھنستے جاتے ہیں اور جھوٹ اور گمراہیوں کی اشاعت اور فریب کاریوں کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔

عالم کے مرنے سے وہ چراغ بجھ جاتا ہے جو زندگی کی تاریکیوں میں اُجالا کرتا رہتا تھا۔ وہ تلوار نکمّی ہو جاتی ہے جو حق کے لئے چلتی رہتی تھی اور اُمت کے قصرِ عظمت کا ایک ستون منہدم ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی اس کا جانشین نہ ہوا تو اس قصر کا وہ پہلو شکستہ اور تاریک رہجاتا ہے اور فتنوں اور گمراہیوں کے وہ حشرات الارض یا موذی سانپ بچھو جو عالم کے دبدبے سے اپنے اپنے مسکنوں میں چھپے رہتے تھے سر اٹھانے لگتے ہیں۔ مجلسوں کی صدارت ایسے لوگوں کے حصّے میں آتی ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے اور فتوٰی اور ارشاد کا کام وہ لوگ کرنے لگتے ہیں جن کے اور علم کے درمیان دور کا بھی کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بجائے صحیح علم کے بے بنیاد افسانے اور من گھڑت کہانیاں لوگوں کے دل ودماغ اور کانوں میں گھر کرنے لگتی ہیں حق وصواب کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ایک گمرہی کا عالم مسلط

Marfat.com

رہتا ہے جس میں لوگ بھٹکتے رہتے ہیں اور سیدھا راستہ نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔

اس لئے علماء پر واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے سینوں میں علوم و فنون کی جو امانت رکھی ہے اُسے لوگوں تک پہنچائیں۔ اور ہدایت کا نور پھیلائیں علوم کی تعلیم و تبلیغ میں بخل سے کام نہ لیں۔ اور عوام کا فرض ہے کہ انھیں زندگی میں جن امور کے سمجھنے کی حاجت پڑتی ہو اُن کے معلوم کرنے اور سمجھنے پر حریص رہیں تاکہ گمراہی کے لق و دق بیابان میں بھٹکنے سے بچے رہیں۔

Marfat.com

اختلاف ومخالفت مضرت اور نقصان کا بیان

عن ابی ھُریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: دعونی ما ترکتکم، فانما اھلک من کان قبلکم سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم، فاذا نھیتُکم عن شیٔ فاجتنبوہ واذا امرتکم بشیٔ فاتوا ما استطعتم۔ رواہ البخاری ومسلم۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جو کچھ میں تمھارے لئے چھوڑوں اُسے مجھ پر چھوڑ دو۔ جو لوگ تم سے پہلے تھے انھیں ان کے سوال اور انبیاء سے ان کے اختلاف نے انھیں ہلاک کر دیا۔ جب تم کو کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے پرہیز کرو اور

Marfat.com

جب تمھیں کسی بات کا حکم دوں تو حسب استطاعت اُسے اختیار کر لو۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

تشریح

اس حدیث کا ایک سبب ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطبہ دیا اور فرمایا "اے لوگو، اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، اس لئے حج کرو، ایک شخص نے کہا کیا ہر سال یا رسول اللہ! آپ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ اس شخص نے تین بار یہی بات کہی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں کہہ دیتا ہاں، تو تم پر واجب ہو جاتا اور بیشک تم میں اس کی استطاعت نہ ہوتی، پھر فرمایا جو کچھ میں تمھارے لئے چھوڑ دوں اُسے مجھ پر چھوڑ دو (آخر حدیث تک)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جتنی بات پوچھنا بہت ضروری ہو اسی کے دریافت کرنے پر اکتفا کریں۔ بے فائدہ بات پر اصرار نہ کریں ایسا نہ ہو کہ جواب میں ایسی بات نکلے جس پر عمل کرنا دشوار ہو اور اس کا نتیجہ ترک اطاعت کی صورت میں نکلے اور اس طرح مخالفت احکام اور معصیت کی

Marfat.com

بدولت عذاب کا حق دار بنے۔ البتہ جب موقع ہو تو سوال کرنا پسندیدہ اور سکوت اختیار کرنا مذموم ہے۔

بے موقع سوالوں کی کثرت سے اکثر ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے جیسی بنی اسرائیل کی ہوگئی تھی۔ انھیں جب گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انھوں نے سوالوں کی بھرمار کر دی تھی۔ اگر وہ کسی گائے کو بھی ذبح کر دیتے تو حکم کی تعمیل ہو جاتی لیکن انھوں نے سوال میں شدت کی تو انھیں اور شدت میں ڈالا گیا۔

پھر آپ نے انھیں ہدایت فرمائی کہ رسول کی منع کی ہوئی باتوں پر قائم رہیں، جس بات کا کرنا منع ہو اس قسم کی کوئی بات نہ کریں۔

بعض علماء نے اس حدیث سے عام ممانعت پر استدلال کیا ہے کہ ضرورت اور مجبوری اسی کام کے کرنے کو روا نہیں کرتی جس سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً حرام چیز سے دوا اور علاج کرنا یا اُس سے پیاس دفع کرنا۔

بے شبہ شریعت نے انھیں صرف اتنی ہی بات کی تکلیف دی ہے جتنی اُن کی طاقت کے اندر ہو۔ دشوار قسم کے طاقت سے زیادہ کاموں پر مجبور نہیں کیا ہے۔ اس میں بہت سے احکام داخل ہیں جیسے اس شخص کا نماز پڑھنا جو اس کا کوئی رکن یا شرط ادا کرنے سے عاجز ہو اُسے اجازت

Marfat.com

سے ہے کہ جس طرح مقدور ہو اس طرح پڑھ لے۔ وضو، ستر عورت اور سورۃ فاتحہ کے بعض حصّے کا حفظ کرنا بھی اسی پر قیاس ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ شریعت نے مامورات سے زیادہ منہیات پر توجہ کی ہے اس نے منہیات میں اجتناب کے لئے کوئی قید نہیں رکھی ہے۔ ان سے علی العموم پرہیز کرنے کی ہدایت کی ہے خواہ انھیں ترک کرنے میں مشقت ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ اور مامورات میں بقدر طاقت کی قید لگائی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کسی چیز سے منع کرنا اس سے رک جانے یا باز رہنے کا مقتضی ہے۔ اور یہ بات ہر ایک کے مقدور میں ہے۔ اس میں کوئی مشقت نہیں پڑتی اس لئے استطاعت نہ ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا اس کے برخلاف کسی کام کا حکم دینا (امر) اس کے عمل میں لائے جانے کا مقتضی ہے جس کے سرانجام پانے میں بعض اوقات عاجزی کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے امر کے ساتھ استطاعت کی قید لگا دی ہے۔ نہی (منع کرنے) میں یہ قید نہیں رکھی گئی ہے۔

اس حدیث سے کثرت سوال اور مسائل میں زیادہ چھان بین کرنے کی مذمت پر بھی استدلال کیا گیا ہے جب کہ یہ غور و خوض یا باریک بینی تکلیف

Marfat.com

دینے اور پریشان کرنے کی غرض سے ہو۔ اگر سیکھنے اور سکھانے کی غرض سے ہو جس کی کسی دینی یا دنیوی معاملے میں ضرورت پڑے تو مسائل کے اندر چھان بین جائز ہی نہیں بلکہ حکم الٰہی کے مطابق ضروری ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر یعنی علماء سے پوچھو)

اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی نظر میں ہے کہ غیر ضروری باتوں کے متعلق بہت زیادہ پوچھ گچھ سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور بیکار باتوں میں آدمی کی مشغولیت بھی بڑھ جاتی ہے جو اختلاف اور ناحق لڑائی جھگڑوں کو دعوت دیتی ہے۔ یہی صورت ایسے مسائل میں کثرت سے شاخیں پیدا کرنے کی ہے جن کی کوئی اصل کتاب وسنت میں پائی جاتی ہے نہ اجماع میں۔ اور وقت ایسی فضول باتوں میں صرف ہو جاتا ہے جن میں اس کا صرف نہ ہونا بہتر تھا۔

اس قسم کے سوالوں میں غیبی امور کی تفتیش ہے۔ شرع نے ان پر ایمان لانے کی ہدایت کی ہے ساتھ ہی اُن کی حقیقت کا کھوج لگانے کو ترک کر دیا ہے۔ ایسے سوال بھی جن کے متعلق کوئی صحیح دلیل ثابت نہیں جیسے قیامت کے وقت اور روح کی نسبت سوال اور اس امت کی مدت کے متعلق سوال۔ جن کا جواب صرف نقل کے ذریعے

Marfat.com

ملتا ہے اور جن میں غور و خوض کرنا شک اور حیرت میں ڈالتا ہے اسی قسم میں داخل ہیں۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگ برابر پوچھتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے اللہ جس نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا!"

اس کلام کا ماحصل یہ ہے:

بحث و سوال میں ایسے سوال اور استفسار کی بھرمار مذموم ہے جس سے کوئی فائدہ نہ ہوتا ہو۔ مسائل میں بال کی کھال نکالنا، انھیں شاخ در شاخ تقسیم کرتے جانا، خاص کر ایسی باتیں پیدا کرنا جو بہت کم یا شاذ و نادر واقع ہوتی ہوں۔ علی الخصوص ایسی صورت میں کہ باہم تفوق اور غلبے کی خواہش اُن کی محرک ہوتی ہو مذموم ہے۔

لیکن کتاب اللہ (قرآن) پر گہری نظر ڈالنا اور اس پر غور و خوض کرنا جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان صحابہ سے معلوم ہوئی ہے جنھوں نے نزول قرآن کے واقعات مشاہدہ کئے ہیں اور سنتِ نبوی کو اچھی طرح جانا اور سمجھا ہے، اُسے محفوظ رکھنا نفع بخش اور پسندیدہ کام ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر تابعین میں سے فقہا کا عمل تھا۔ لیکن اُن کے بعد جو لوگ آئے اُن میں مناقشات اور لڑائیاں بڑھ گئیں اور بغض و عداوت پیدا ہوگئی۔ حالانکہ یہ سب

Marfat.com

ایک ہی دین کے ماننے والے ہیں۔ اس طرح ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول صادق آیا جو اس حدیث کے آخر میں مذکور ہے فَاِنَّمَا اَھلَكَ مَنْ کَانَ قبلکم سوالھم و اختلافھم علی انبیاءھم۔

Marfat.com

صدقہ کی فضیلت
زبانِ رسالت مآبؐ سے

عن حکیم بن حزام رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: الیدُ العُلیا خیرٌ من الیدِ السُّفلٰی وابدَأ بمن تعول۔ رواہ البخاری ومسلم۔

حکیم بن حزام رضی اللّٰہ عنہ نے نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اُونچا ہاتھ (صدقہ کرنے والا) نیچے ہاتھ (صدقہ وغیرہ لینے والے) سے بہتر ہے اور (سخاوت وغیرہ میں) اُس کے ساتھ ابتدا کرو جو تمھارے عیال میں شامل ہو۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

الید العلیا- صدقہ دینے والا اور خرچ کرنے والا ہاتھ۔
الید السفلی - قبول کرنے یا لینے والا ہاتھ۔
من تعول - جو تمھارے بال بچوں یا کنبے میں شامل ہو اور جس پر خرچ کرنا تم پر لازم ہو۔

تشریح

رزق میں کشائش اور مال میں خیر و برکت اللہ کی بہترین نعمتوں میں سے ہے۔ اور بہترین مال وہ ہے جس سے آدمی سوال کی ذلت سے بچے اور اس کی آبرو محفوظ رہے۔ جو شخص اپنے نفس کے حق کو جانتا ہے اور اس کے لئے سعادت واقبال مندی کا خواہاں ہوتا ہے وہ ایسے وسائل حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے جن سے اس کی عزت بڑھے اور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ جائے۔ وہ ان میں ایک عزت و شرف حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کا خواہاں ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کو اس پر برتری نہ ہو۔ لیکن جو شخص ذلت اور ادنےٰ درجے پر قناعت کر لیتا ہے اور آرام پسند ہوتا ہے اس کو اپنی آبرو

Marfat.com

جانے کی پروا نہیں ہوتی، نہ لوگوں میں بات بگڑنے کا کوئی صدمہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ ہم جائز و مشروع طریقوں سے روزی پیدا کرنے کی کوشش کریں، ہمیں مفلسوں اور محتاجوں کو صدقہ دینے کی عزت حاصل ہو۔ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہوں جو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں اور اُن کے آگے دسترخوانوں کے جو ٹکڑے ڈال دئے جائیں اُن پر قانع ہو بیٹھتے ہیں خود کمانے کی کوشش نہیں کرتے۔ آپ نے ہمیں رغبت دلائی ہے کہ اللہ نے ہمیں جو کچھ عطا کیا ہے ہم اس میں سے بھلائی کے راستے میں خرچ کریں اور اس داد و دہش کی ابتدا اپنے قرابت والوں سے اور اُن لوگوں سے کریں جن پر خرچ کرنا ہم پر لازم ہے تاکہ صدقے کا ثواب کئی گنا زیادہ ہو جائے اور اجر کی مقدار بہت بڑھ جائے۔

Marfat.com

ظلم و جور !
کی کیفیت سے برارت چاہنا

عن ابی ھُریرۃ رضی اللہ عنہ اَنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کانت عندہٗ مظلمۃٌ لاخیہ فلیستحللہُ منھا فانہ لیس ثمّ دینارٌ ولا درھمٌ من قبل ان یُؤخَذَ لاخیہ من حسناتہٖ فان لم یکن لہ حسناتٌ اُخِذ من سیّاٰتِ اخیہ فطرحت علیہ۔ رواہ البخاری۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو وہ اس سے برارت (معافی) طلب کرے کیونکہ وہاں آخرت میں قبل اس کے کہ اس کے بھائی کے لئے اس کی نیکیوں

Marfat.com

میں سے کچھ لیا جائے' دینار ہوگا نہ درہم۔ اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے بھائی کی برائیوں میں سے لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

لغت

مَظلَمَۃ۔ ظلم جور اور ایذا۔
یستحللہ۔ اس سے بریت چاہے، معافی مانگ لے۔
ثَمَّ۔ وہاں، قیامت کے دن۔
یُوخذ من حسناتہ۔ اس کی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں لے لی جائیں گی۔ اُن کا ثواب لے لیا جائے گا۔

تشریح

عدل کرنا اور ہر حقدار کا حق ادا کرنا کتنی اچھی بات ہے۔ اتفاق کیسی اچھی چیز ہے جس سے مسلمانوں کا منتشر شیرازہ مجتمع ہوتا ہے اور اُن کے روابط اور وحدت واتحاد کو قوت پہنچتی ہے اُن کا آپس میں مِل جُل کر محبت والفت کے ساتھ رہنا کتنا شایانِ شان ہے۔ اخلاص ومودّت کیسی اعلےٰ صفت ہے جو مسرتوں اور سعادتوں کی بوچھار کرسکتی ہے

Marfat.com

تیوریاں چڑھائے رہنا بغض و کینہ کے نشے میں سرشار ہونا عداوت اور جعل و فریب کو شعار بنانا کتنا برا کام ہے۔ یہ کیسی بری بات ہے کہ آجکل ہر شخص اپنے بھائی کے لئے برائی کا خواہاں ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے سب خود ہی ہڑپ کر جائے اور اس کی جمع جتھا سب تباہ کر دے اور مال و دولت اور زندگی کی آسائشوں میں سب سے بڑھ جائے۔

ظالم کو اپنے ظلم سے کیا امید ہوتی ہے! اس کے انجام کے متعلق کیا توقع کی جاتی ہے! اس نے ایسے دن کے لئے کیا تیاری کی ہے جب اس کے خلاف خدا کے سامنے فریاد کی جائے گی اور مظلوم کا حق اس سے دلایا جائے گا۔ اگر اسے اقبال مندی کے دَور اور زمانے کی موافقت نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے تو اسے اس عارضی دور کے بدل جانے اور زمانے کے آنکھیں پھیر لینے سے بھی ڈرتے رہنا چاہیئے کیونکہ ایسی حالت بڑی شدید اور ناقابل برداشت ہوتی ہے اگر اپنی جسم کی قوت پر نازاں ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میری قوت پائیدار اور تسلط بہت دن قائم رہے گا تو اس بات سے بے خوف نہ ہونا چاہیئے کہ اسے بہت جلد اپنی سرکشی اور جبر و تعدی کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

Marfat.com

وہ دن جب آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا، ظالم افسوس اور حسرت کے ساتھ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا کاش میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی۔ اس دن آنکھوں کے پردے اُٹھ جائیں گے۔ نافرمان اور گناہ گار سے اس کے اصحاب اور انصار دور بھاگیں گے اور صرف وہی باقی رہ جائے گا جو خیر بالشر میں سے وہ پہلے روانہ کر چکا ہے۔ اس دن خطا کار کا ہاتھ پکڑ کے اُسے لوگوں کے سروں پر ایک بلند جگہ ٹھہرایا جائے گا اور منادی ندا دیگا۔ "یہ فلاں بن فلاں ہے جس کا کوئی حق ہو وہ آئے"۔ لوگ آئیں گے اور اللہ تعالٰے فرمائے گا اِن لوگوں کے حق ادا کر، وہ کہے گا یا رب، میں تو دنیا ختم کر چکا۔ انھیں کہاں سے دوں، اللہ فرشتوں سے فرمائے گا اس کے نیک اعمال میں سے حصہ لے کر ہر انسان کو اس کے مطالبہ کے مطابق دے دو۔ روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے!

"کیا تم جانتے ہو، مفلس کون ہے؛

لوگوں نے کہا،

ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں، نہ مال و متاع ہو؛

Marfat.com

فرمایا:
بیشک مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور یہ وہ ہے جو کسی کو گالی دے چکا ہے کسی پر تہمت لگا چکا ہے کسی کا مال کھا گیا ہے، کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے۔ اس کی نیکیاں چھین کر اُن میں سے ہر ایک کو دے دی جائیں گی۔ اور اگر اس پر جو گناہ عائد ہیں ان کے فیصلے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کے گناہ ان سے لے کر اس شخص پر ڈال دئے جائیں گے۔ اور پھر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

Marfat.com

نیکی اور بدی

برائی سے دور رہنے اور نیکی اختیار کرنے کی تلقین

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما بعث اللہ من نبیٍ ولا استخلف من خلیفۃٍ الا کانت لہ بطانتان، بطانۃٌ تامرہ بالمعروف وتحضّہ علیہ، وبطانۃٌ تامرہ بالشر وتحضہ علیہ، فالمعصوم من عصمہ اللہ تعالٰے رواہ البخاری۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا، اللہ نے نہ کسی ایسے نبی کو بھیجا، نہ کسی ایسے کو خلیفہ بنایا جس کے یہ دو خاص گروہ نہ ہوں ایک وہ جو اس کو نیکی کرنے کا حکم دے اور اس پر ترغیب دے

Marfat.com

دوسرا وہ خاص گروہ جو اُسے شر کا حکم دے اور اُس پر ابھارے اور معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

لغت

بطانۃ ۔ کسی آدمی کے وہ خاص لوگ جو اُس کے راز دار ہوں اور یہ اُنھیں خاص تقرب سے ممتاز کرے۔

تحضُّہٗ علیہ ۔ اُسے اس پر ابھارتی ہے

تشریح

جس شخص کو لوگوں کے معاملات تفویض ہوتے ہیں یا اُن کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوتا ہے اس پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ لوگوں کی امید و بیم کا مرکز بن جاتا ہے۔ اگر لوگ اُس کے تسلط اور گرفت سے خائف رہتے ہیں تو اس کی داد و دہش اور عطا و کرم کے امیدوار بھی ہوتے ہیں اسی لئے وہ اس کی طرف نگاہیں لگائے رہتے ہیں اور اس کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے رہتے ہیں۔ ہر شخص اس کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے ان لوگوں کے اغراض و مقاصد مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور اس معاملے میں ان کے دو گروہ بن گئے ہیں، ایک گروہ تو خیر خواہ لوگوں کا ہوتا ہے جو اُسے

Marfat.com

معاملات کے عیوب اور اعمال کے نقائص اُسے دکھاتا ہے اور اس کی لغزشوں اور بھلکوں سے اُسے خبردار کرتا رہتا ہے جن سے یہ حاکم مستفید ہو کر برائیوں سے اجتناب کرتا ہے اور سیدھی راہ پاتا ہے اس طرح یہ گروہ اس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر سلامتی و نجات کے مقام پر پہنچاتا ہے اور اس راہ میں کوئی تکلیف بھی پہنچے تو اُسے برداشت کرتا ہے۔ اس گروہ کی خیراندیشی، سچائی اور وفاداری مسلم ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو اُس کی کی ہوئی ہر بات کو اس کی نظروں میں اچھا کر کے دکھاتا ہے۔ برائی کو بھی بھلائی باور کراتا ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے حقیقتوں کو ملمع کر کے یا لیس پوت کر کے پیش کرتا ہے وہ جو کچھ کرتا یا کہتا ہے یہ گروہ اُسے الہام یا وحی کا رنگ دے کر اس کے ہر قول و فعل کو غلطی اور خطا سے مبرّا ظاہر کرتا ہے۔ اس سے غلطیاں یا لغزشیں ہوتی ہیں تو اُن کی اہمیت اور حقیقت کو بالکل گھٹا کر نظرانداز کرا دیتا ہے۔ اس کی راہ میں جب نقصان اور مضرت کے نشان نمایاں ہونے لگتے ہیں یہ گروہ انھیں چھپانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے یہاں تک کہ حاکم کی بداعمالیوں میں پیچیدگیاں اور شبہات پیدا ہو جاتے ہیں اور اُس نے جو برائیاں کی ہیں وہ انھیں بُرا سمجھنے میں شک کرنے لگتا ہے اس میں اُن کی اصلاح کی طرف قدم

Marfat.com

بڑھانے کی استطاعت نہیں رہتی اور یہ برائیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ وہ جب راہ بھلا دیتا ہے تو برائیوں سے پیچھے بھی نہیں ہٹنے پاتا۔ اب اس مصیبت میں ایک آفت یہ اور بڑھ جاتی ہے کہ جو لوگ اس کے وفادار اور مخلص ہوتے ہیں۔ ایک ایک کرکے جگہ خالی کرتے جاتے ہیں۔ یا اس کی طرف سے مایوس ہو کر اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح اس کا ہدایت پانا سخت دشوار ہو جاتا ہے۔

اس بات کی دلیلیں ہر عہد اور ہر دور میں بکثرت ملتی ہیں۔ مسلمانوں نے جو بلائیں بھی مول لی ہیں وہ اُن کے اسی برے گروہ کو پروان چڑھانے اور تقرب بخشنے کا نتیجہ ہیں۔ وہ اپنے معاملات ایسے لوگوں کے تفویض کر دیتے ہیں جو نہ امانت دار ہوتے ہیں نہ سچے صحیح الرائے محتاط اور کارگزار و صالح لوگوں کو اپنے پاس سے دور رکھتے ہیں انسانی شیاطین جھوٹی سچی باتیں کہہ کر اُن کے دلوں میں جو وسوسے پیدا کر دیتے ہیں یہ انھیں سچ سمجھنے لگتے ہیں اور سراب کو پانی اور بنجر زمین کو سرسبز و شاداب یقین کر بیٹھتے ہیں۔ اسی لئے خود بھی تباہ ہوتے ہیں اور اپنے پیروؤں کو بھی تباہ کرتے ہیں۔ دنیا کی قومیں انھیں ہر طرف سے چھیننے کی کوشش کرتی ہیں۔ ہر مفلس انھیں بیچ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کی طرف سے گفت و شنید ایسے لوگ کرتے ہیں جو نہ اُن کے لئے

Marfat.com

اچھی بات کہتے ہیں نہ ان کی کسی مصلحت و عزت کا پاس کرتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے قدیم امرار، خلفار اور اقوام پر یہی شر پسند خاص لوگوں کا گروہ غالب رہا اور جو صالح افراد نظم و نسق کی اچھی قابلیت رکھتے تھے وہ ان کے عتاب میں مبتلا رہے۔

یہ درست ہے کہ حاکم کے لئے ایسے افراد کو رکھنا ضروری ہے جو تنہائی میں اس سے لوگوں کے حالات بیان کریں لیکن اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اس معاملہ میں صرف امانت دار، لائق اعتماد اور عقلمند و دانا لوگوں پر بھروسہ کرے۔ خود محتاط و منتظم بنے اور اپنے اعوان و انصار کے حالات کو پرکھے کیونکہ حاکم پر جب مصیبت آتی ہے تو ایسے ہی لوگوں کی بات قبول کرنے کی وجہ سے آتی ہے جو اعتماد کے لائق نہیں ہوتے۔ جب وہ اتنا اچھا اور ہوشمند ہوگا تو اللہ اسے اپنی مشیت کے ساتھ لغزشوں اور ٹھوکروں سے محفوظ رکھے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں اس تقسیم کا انطباق نبی پر نہیں ہوتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص رسول کو تو دوست رکھتا ہو پھر بھی اس کے مخصوص مصاحب اہل شر میں سے ہوں۔ اس کے باوجود نبی کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس مصاحب کی بات پر کان دھرے یا عمل کرے کیونکہ رسولوں کا معصوم ہونا واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث

Marfat.com

کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلامت رہنے کی طرف اشارہ موجود ہے اور وہ آپ کا یہ قول ہے (فالمعصوم من عصمہ اللہ تعالی)

حضرت عائشہ کی ایک روایت سے بھی اس حدیث کے معنی واضح ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تم میں سے جو کسی حکومت کا والی بنایا جاتا ہے اور اللہ اس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے صالح وزیر و مشیر مقرر کرتا ہے۔ یہ اگر بھولتا ہے تو وہ اُسے یاد دلاتے ہیں اور یاد کرتا ہے تو اُسے مدد دیتے ہیں)

Marfat.com

خوفِ خدا

اور پوشیدہ خیرات کا ثواب

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم قال: سبعۃٌ یظلّھم اللہ یوم القیامۃ فی ظلّہ
یوم لا ظلّ الّا ظلّہ، امامٌ عادلٌ، وشابٌّ نشأ فی
عبادۃ ورجلٌ ذکر اللہ، فی خلوۃ ففاضت عیناہُ،
ورجلٌ قلبُہٗ معلّقٌ فی المساجد ورجلانِ تحابّا فی اللہ
اجتمعا علیہ وتفرّقا علیہ ورجلٌ دعتہُ امرأۃٌ
ذاتُ منصبٍ وجمالٍ الیٰ نفسھا فقال انّی اخافُ
اللہ ورجلٌ تصدّق بصدقۃٍ فاخفاھا حتّٰی لا تعلم
شمالہُ ما صنعت یمینُہٗ رواہ البخاری ومسلم
بترتیب والفاظٍ مختلفۃٍ

Marfat.com

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی ایسے ہوں گے جنھیں اللہ قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا جب اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، عادل حاکم وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشو ونما پائی، وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی دونوں آنکھیں اشک بار ہو گئیں وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں معلق ہو، وہ دو اشخاص جنھوں نے اللہ کی راہ میں باہم محبت کی اسی پر جمع ہوئے اور اسی پر متفرق۔ وہ مرد جسے کسی مرتبے اور حسن وجمال والی عورت نے اپنے نفس کی طرف بلایا اور اس نے کہدیا میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جس نے صدقہ دیا تو اُسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا کہ دائیں نے کیا کیا۔ اسے بخاری اور مسلم نے مختلف ترتیب اور مختلف الفاظ میں روایت کیا۔

تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا ذکر فرماتے ہیں جو اس نے اپنے سات مومن بندوں

Marfat.com

کے لئے مقرر فرمایا ہے جن کے عقیدے صاف اور نفوس پاکیزہ ہیں اور جو خلوت وجلوت میں اللہ ہی پر نظر رکھتے ہیں، ان کے تمام اعمال میں اللہ کا خوف، ڈر اور اسی کی طمع ظاہر ہوتی ہے یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کی حمایت اور حفاظت میں ہوں گے جس دن ان کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔

(۱) ان میں سب سے پہلا شخص وہ حاکم ہے جو مسلمانوں کے معاملات اور مصالح کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا گیا ہو، ان کی خوشحالی و سربلندی پر نظر رکھتا ہو اور ان میں انصاف و مساوات کا سلوک کرتا ہو، ظالم سے مظلوم کا انصاف دلواتا ہو، کمزور اس کے ظلم سے خائف نہ ہو۔ زور آور اس کے مرتبے اور تسلط کی وجہ سے طمع نہ کریں لوگوں کو ہوشیاری کے ساتھ سیدھے راستے پر چلائے، ان کے لئے دین قائم کرنے کی راہیں ہموار کرے، بغیر افراط و تفریط کے دین کی حدود سے آگاہ کرے، اس کے عہد میں لوگ شام و سحر اپنی جان اور مال کو محفوظ جانیں اور امن چین سے زندگی بسر کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عدل حکومت کا ستون ہے اور ترقی و تمدن کا وسیلہ ہے۔ اس کی بدولت اقوام عالم زندگی کے تمام شعبوں اور عروج و خوش حالی کے تمام وسیلوں میں بہت زیادہ ترقی کرتی ہیں

Marfat.com

اس کے ذیل میں ایسا ہر شخص آجاتا ہے جسے مسلمانوں کے معاملات میں سے کوئی شعبہ یا حصہ انتظام اور دیکھ بھال کے لئے سپرد ہوا ہو اور اس میں وہ عدل کے ساتھ کام کرے۔

(۲) دوسرا وہ جوان شخص ہے جو جوانی اور اس کے نشاط اور کمال قوت سے سرشار ہو اور اس عمر میں اللہ کی عبادت کو لازم جان کر ظاہر و باطن ہر حال میں اس پر نظر رکھتا ہو۔ شہوت اس پر غلبہ نہ پائے، نفسانی خواہشیں اور طیش و غصہ اس کو اپنی اطاعت پر مجبور نہ کر دیں۔

(۳) تیسرا وہ شخص ہے جو تنہائی یا خلوت میں اپنے رب کی عظمت اور قدرت اور بندوں پر اس کی رحمت اور اعلیٰ احسانات کو یاد کرے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں اور ثواب و مغفرت کی طمع اور عذاب کے خوف سے اشکبار ہو جائے۔ یہ کام لوگوں کے سامنے ریا کے طور پر اور دھوکہ دینے کے لئے نہ ہو بلکہ اخلاص اور خشیت الٰہی سے بے اختیار یہ حالت طاری ہو۔

(۴) چوتھا وہ آدمی ہے جسے مسجدوں سے محبت ہو اس کا دل مسجد ہی میں لگا رہتا ہو، جب نماز کا وقت آئے وہاں پہنچنے میں جلدی کرے اور اوقات نماز کا خیال رکھے۔ اس سے مراد مسجد کی در و دیوار سے محبت نہیں ہے بلکہ عبادت اور اللہ کی جانب رجوع اور

Marfat.com

خشوع وخضوع ہے. ایسے شخص کے لئے لازم ہے کہ دنیا کی محبت اور اس میں انہماک سے علٰحدہ رہے جو تمام گناہوں کی جڑ ہے، مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور مسلمانوں کے اجتماع اور اتحاد والفت کا مرکز ہیں جمعہ اور عید اور عام نمازوں میں وہاں اکٹھا ہونے کا حکم دیا گیا ہے. کیونکہ ان اجتماعات میں بے شمار حکمتیں اور فائدے مضمر ہیں۔

(۵) وہ دو آدمی ہیں جن کے درمیان خالص اللہ کے لئے سچی محبت اور استوار دوستی کے روابط مستحکم ہوں جن میں نفاق اور غرض مندی کا کوئی شائبہ نہ ہو. یہ دوستی ایسی ہو کہ اس پر تونگری یا مفلسی کا کوئی اثر نہ ہو۔ جتنے دن گذرتے جائیں ان کے تعلقات میں مضبوطی بڑھتی جائے. بہ ظاہر و باطن ہر حالت میں اللہ کی عبادت اور اس کی رضا جوئی کے لئے کوشاں رہیں ان کے قدم فسق و فجور کی طرف بالکل نہ پڑھیں، دین کا رابطہ اور اس کی محبت انھیں متحد رکھے۔ پھر ان میں علٰحدگی ہو تو دین ہی کی غیرت اور اسی کے دفاع کے لئے ہو عزت یا مال و متاع میں کسی نقصان کی وجہ سے نہ ہو۔

(۶) چھٹا شخص وہ ہے جسے کوئی ایسی عورت گناہ کی دعوت دے جس کے پاس دلفریب حسن مال و دولت اور مرتبہ وغیرہ غرض گمراہ کرنے کا تمام سامان موجود ہو جس سے مریض نفوس اور کمزور ایمان والے

Marfat.com

بہت جلد بہک جاتے ہیں۔ مگر یہ شخص ان حالات اور وجوہ کشش کے باوجود گمراہی سے دامن بچائے، اسے جھڑک دے۔ اللہ کی قوت اور شدید گرفت یاد دلائے۔ اور یہ کہے کہ وہ اللہ سے بہت ڈرتا ہے اس کی نافرمانی اور عذاب دوزخ کی طاقت نہیں رکھتا۔

(۷) ساتواں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اور لوگوں سے کسی شکر گزاری یا بدلے کا خواہاں نہیں ہوتا۔ ایسا آدمی ریا، دکھاوا، حکام کا قرب حاصل کرنے کی طلب اور لوگوں کو دھوکا دینے کی خرابیوں سے دور رہتا ہے۔ صدقہ دینے میں اخفا کا اتنا خیال رکھتا ہے کہ دایاں ہاتھ خرچ کرے تو بائیں کو خبر نہ ہو۔

اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہم ان اقسام کے لوگوں میں سے کس قسم میں شامل ہیں جب کسی میں نیکی کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو ہمارا یہ حال ہے کہ ہم چاہتے ہیں ہمارا خوب ڈھنڈورا پیٹا جائے ہمارے نام کے ساتھ تعظیمی القاب استعمال کئے جائیں اور تعریفیں کی جائیں۔ پھر جب عمل کا وقت آتا ہے تو اس نیکی کے عزم میں سستی پیدا ہو جاتی ہے اور ہمت کمزور پڑ جاتی ہے، اسی لئے اموال سے برکت اٹھ گئی مصیبتیں مسلط ہو گئیں اور یہی دولت سعادت اور مسرت کے بجائے

Marfat.com

بدبختی و آلام کا سرچشمہ بن گئی۔

ان ساتوں قسم کے لوگوں میں سے ہر ایک تقویٰ اور صلاحیت کے اعلیٰ مقام پر ہے اور متقیوں اور نیکوکاروں کے بلند مراتب پر فائز ہے۔ اسی لئے اگر اللہ انھیں اپنی حفاظت و حمایت میں رکھے تو کون سے تعجب کا مقام ہے اور جو شخص اللہ کے حفظ و امان میں ہو، نہ حوادث اس کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں نہ آفات و مصائب اس کو ستا سکتے ہیں۔

Marfat.com

خودکشی!
اور قتل نفس کی سزا

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من تَرَدّٰی من جَبَل فَقَتَل نفسہٗ فھو فی نار جھنم یتردّٰی فیہ خالداً مُخَلّداً فِیھَا اَبَداً ومن تحسّٰی سمًّا فَقَتَل نفسہٗ فسمّہٗ فِی یدہٖ یتحسّاہ فی نار جھنم خالداً مُخَلّداً فیھا ابداً ومَن قَتَلَ نَفْسَہٗ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہٖ یجابھا فی بَطْنِہ فی نار جھنم خالداً مُخَلّداً فِیھَا اَبَداً۔ رواہ البخاری

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کرے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیش گرتا رہے گا

Marfat.com

اور جو زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے تو اسے ہمیشہ دوزخ کی آگ میں اس کے ہاتھ میں زہر دے دے کر پلایا جائے گا اور جو کسی لوہے (کے ہتھیار) سے خودکشی کرے گا تو وہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہو گا جس سے وہ دوزخ میں اپنے پیٹ پر ہمیشہ وار کرتا رہے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

لغت

تردّی۔ گرا، یہاں اپنے آپ کو گرانا مقصود ہے۔
خالداً مخلّداً۔ اس کا یہ عذاب ہمیشہ جاری رہے گا۔
تحسّٰی۔ گھونٹ اتارا، پیا۔
یجأُ۔ وار کرے گا، مارے گا۔

تشریح

مکروہات پر صبر کرنا قوت عزم کی علامات میں سے ہے۔

Marfat.com

بے قراری اور ناامیدی کمزوروں کی صفت ہے۔ عقلمند وہ شخص ہے جو زندگی کے تمام مزے خواہ شیریں ہوں یا تلخ چکھے اور مضبوط عزم اور قوی قلب کے ساتھ سختیوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرے اور یہ جانے کہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں، تنگی کے بعد کشائش اور پریشانی کے بعد خوشحالی نصیب ہوتی ہے، تونگری آتی ہے تو افلاس زائل ہو جاتا ہے غرض کسی حال کو دوام یا استمرار نہیں ہوتا ہے

چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

جو شخص معاش کی تنگی یا مرض کے طول یا کسی امتحان میں ناکامی مالی خسارے یا کسی دوست کے چھوٹ جانے سے زندگی سے بیزار ہو کر دنیا سے پیچھا چھڑانا چاہے، پہاڑ سے گر کر جان دے زہر پی لے یا چھری یا خنجر سے اپنا پیٹ چاک کر ڈالے، اپنے سر پر گولی مارے یا اپنے آپ کو چلتی ریل کے نیچے ڈال دے تو اس کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اس طرح نجات پا گیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اور طویل المیعاد عذاب کا ہدف بنا لیا ہے جس کی تکلیفیں اور اذیتیں اس اذیت سے بہت زیادہ ہوں گی جو اپنے آپ کو ہلاک کرتے وقت اس نے پہنچائی تھی۔ اب وہ ادھر کا رہے گا نہ اُدھر کا نہ قیامت کے

Marfat.com

دن اللہ کے عذاب سے نجات پائے گا۔

ہوشمند اور صاحب بصیرت شخص ناامیدی کے آگے کبھی سپر نہیں ڈالتا۔ وہ اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہیں ہوتا۔ اس قسم کی خرابیوں کی آڑ میں پناہ کا خواہاں ہونے کے بجائے صبر و ہمت سے کام لیتا ہے اور زمانہ کی گردشوں کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس صبر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض شفایاب ہو جاتے ہیں، امتحان میں ناکام ہونے والے دوبارہ جدوجہد کی بدولت دوسرے سال کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جس کی صحت یا مال پر کوئی آفت پڑے اس کو اپنے دل میں اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بیماری کو زائل کرنے اور کھوئے ہوئے مال کا بہتر بدل عطا کرنے پر قادر ہے۔

Marfat.com

زمانہ کی بُرائی

حالانکہ زمانہ خدا ہی ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ : یَسُبُّ بنی آدم الدھر وانا الدَّھرُ بیدی اللیل و النھار۔

رواہ البخاری

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے کہا بنی آدم زمانے کو گالی دیتے ہیں اور میں زمانہ ہوں۔ میرے ہاتھ میں رات اور دن ہیں۔

اسے بخاری نے روایت کیا۔

Marfat.com

تشریح

آدمی پر حادثے اور آفتیں نازل ہوتی ہیں اور اس کی مرضی کے خلاف پریشانیاں پیش آتی رہتی ہیں جن سے اس کے غم و الم میں شدت ہو جاتی ہے اور دنیا اس کے لئے نہایت تنگ ہو جاتی ہے، ایسی حالت میں وہ بگڑتا اور برہم ہوتا ہے۔ گویا اس نے زمانے سے عہد لے لیا ہے کہ اس کی کوئی ہوا اس کے خلاف نہ چلے گی اور جو گردش بھی ہوگی وہ اسی کے موافق ہوگی یا تقدیر سے دوستی کر رکھی ہے کہ وہ تمام حالات میں اس کا ساتھ دے گی۔

جب دنیا کے انقلابات اس کی خواہش کے برخلاف ہوتے ہیں تو وہ زمانے کو گالیاں دینے اور لعن طعن کرنے پر اتر آتا ہے یہ نہیں جانتا کہ زمانہ بھی اسی کے ہاتھوں میں ہے جس کے ہاتھ میں رات اور دن کی گردش ہے وہ ایک مقررہ اندازہ کے مطابق چلتا ہے جس میں خود اسے کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے گالی دینا یا اس پر برہم ہونا اسی پاک ذات پر برہم ہونا ہے جس کے ہاتھوں میں زمانے کی باگ ہے۔ اسے پھیرنے اور بدلنے کی قدرت ہے۔ وہ جس حکمت اور نظم کے ساتھ چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ زمانہ کسی مخلوق کا تابع

Marfat.com

ہے نہ کسی انسان کی رغبت اور خواہش پر اپنی حرکت و گردش سے رک سکتا ہے۔ اس لئے جس پر کوئی مصیبت پڑے یا کوئی حادثہ آگھیرے تو اسے تنگ دل نہ ہونا چاہئے نہ اللہ کی نعمتوں پر جو اس نے عطا کی ہیں ناشکری کا اظہار کرنا چاہئے۔ اسے صبر سے کام لینا چاہئے کیونکہ زمانہ ایک حال پر ہمیشہ نہیں رہتا۔ تنگ دستی اور غم و الم ہمیشہ رہنے والے نہیں۔ دشواری کے ساتھ آسانی ہے اور افلاس کے بعد خوشحالی لہٰذا

زرنج و راحت دوراں مشو خنداں مرنجاں دل
کہ آئین جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

Marfat.com

ایمان کی طرف سبقت اور گناہوں سے دستبرداری

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مثلی ومثل ما بعثنی اللہ کمثل رجل اتی قوما فقال رایت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان۔ فالنجاء النجاء فاطاعہ طائفۃ فادلجوا علی مہلہم فنجوا وکذبتہ طائفۃ فصبحہم الجیش فاجتاحہم۔ رواہ البخاری

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری مثال اور جس بات پر اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی آنکھ سے ایک

Marfat.com

لشکر کو دیکھا ہے، اور میں ایک کھرا اور کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں، لہذا بھاگو بچو، ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور وہ سب آگے اول شب میں چل کھڑا ہوا، ایک دوسرے گروہ نے اُسے جھٹلایا تو صبح ہوتے ہوتے اس لشکر نے آگھیرا اور انھیں کاٹ کر رکھ دیا، اسے بخاری نے روایت کیا

لغت

مَثَلی: میری صفت، حالت، مثال۔

النذیر: برائی یا مصیبت کی خبر دینے والا، ڈرانے والا۔

عریان: برہنہ۔

النذیر العریان: قبیلہ خشعم کا ایک شخص تھا جس کی شادی بنوزبید میں ہوئی تھی۔ بنوزبید نے اس کے قبیلے کو لوٹنا چاہا تو وہ ڈرے کہ کہیں یہ شخص اپنی قوم کو خبردار نہ کر دے اس لئے انھوں نے اس کے کپڑے اتار کر اس پر چوکیدار مقرر کر دیئے۔ وہ صبح کو بہت سویرے بھاگ کر اپنے قبیلے میں پہنچ گیا اور انھیں آنے والی آفت سے خبردار کر دیا۔ اس موقع پر اس نے جو کچھ ان سے کہا تھا اس میں سے یہ شعر بھی ہے۔

انا المنذر العریان ینبذ ثوبہ اذا الصدیق لا یبذل الثوب کاذب

(میں وہ برہنہ ڈرانے والا ہوں جس کے کپڑے لوگوں نے اتار پھینکے ہیں۔

Marfat.com

جب سچا تمھارے لئے اپنا لباس نہ اتار پھینکے تو وہ جھوٹا ہے)
اس وقت سے یہ نام ضرب المثل ہو گیا اور جس بات کے دفعتہً پیش آجانے کا اندیشہ ہو اس کے لئے بولا جانے لگا ایسے شخص کو بھی نذیر عریان کہتے ہیں جس کی بات میں شک وشبہ کی گنجائش بالکل نہ ہو۔ کھرا اور صاف گو۔

النّجَا۔ فرار۔ گریز (یعنی بھاگو، بچو)

اُدْلَجوا۔ رات کے ابتدائی حصہ میں یا رات بھر چلے۔

صَبَّحَھُمْ۔ ان پر صبح کو حملہ کر دیا، لوٹ لیا۔

اجتاحَھُم۔ ان کی بیخ کنی کی، ایک کو باقی نہ چھوڑا۔

تشریح

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے ہدایت اور سچا دین لے کر آئے۔ آپ بشیر بھی تھے اور نذیر بھی۔ اللہ کے حکم سے لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے اور ان کے لئے ایک روشن چراغ کا کام دیتے۔ اللہ نے آپ کو روشن معجزات اور واضح دلیلیں دے کر آپ کی تائید فرمائی۔ جن سے آپ کے پیام کی صداقت کو قوت پہنچی اور آپ کے دشمنوں میں سے کوئی آپ کے دلائل وبراہین کا توڑ نہ کر سکا حالانکہ دشمنوں

Marfat.com

کی تعداد بہت تھی اور ان کے وسائل بھی بکثرت تھے، وہ جو چاہتے آپ کے خلاف مہیا کر سکتے تھے مگر اس کے باوجود ان کی کچھ نہ چلی ان کا جھوٹ افترا اور بہتان سب بیکار ہو کر رہ گیا۔ ان لوگوں نے کیا کچھ نہ کہا کبھی آپ کو ساحر کہا، کبھی شاعر، کبھی یہ کہا کہ یہ شخص پہلے لوگوں کے جھوٹے سچے افسانے اور کہانیاں دن رات سناتا رہتا ہے مگر ان کا یہ سب کہا ہوا جھوٹ تھا اور یہ ساری جد و جہد ناحق اور باطل کی حمایت کے لئے تھی کیونکہ حق بات درحقیقت ان پر واضح ہو چکی تھی۔ یہ صرف جاہلیت کی حمیت اور باطل پرستی کی تپش تھی جو انھیں اس طرف آنے سے روک رہی تھی۔

ان میں سے جن لوگوں میں اللہ کے ساتھ اخلاص موجود تھا انھیں ایمانی ہدایت نصیب ہوئی وہ کامیاب ہوئے اور نجات پائی۔ دوسرے بدنصیب اپنے کفر و عناد کے باعث راستے سے بھٹک گئے اور ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب میں مبتلا ہوئے جو پیام حق انھیں پہنچا تھا اگر وہ اس کی اطاعت کرتے تو یہ خواری اور ناکامی نہ ہوتی۔ کہ کبھی لڑائیوں میں شکست کھائی اور قتل اور قید ہوئے اور کبھی دعوت حق کی راہ میں روک بننے سے کھلی ہوئی عاجزی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انھوں نے حق و صداقت کے پھیلانے میں جتنی مزاحمت کی اور یہ لوگ لوگوں کے دین مبین

Marfat.com

میں داخل ہونے سے جس جس طرح حائل ہوئے یہ سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ان ساری رکاوٹوں کا باعث ان کا یقین و اعتقاد نہ تھا بلکہ تکبر و سرکشی تھی جو اس خوف سے ظاہر ہوتی تھی کہ کہیں ان کے مناصب و مراتب جن پر وہ وراثتاً قابض ہوتے چلے آ رہے تھے چھن نہ جائیں۔

ان سب باتوں کو ملحوظ رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور ان کے حال کو اس کے ڈرانے والے مخبر سے تشبیہ دی جس پر سچائی اور کھرے پن کی تمام علامات نمایاں تھیں اور جو اپنی قوم کو دشمن کی تاخت و تاراج کے خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس وقت ایک گروہ نے عجلت کے ساتھ اس کی بات کو سچ مان لیا اور نجات کے لئے تیار ہو کر اس مہلکے سے رہائی پائی۔ دوسرے گروہ نے جسے جھوٹی امیدوں اور تمناؤں نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا تھا اس کی بات ماننے میں دیر کی اور اپنے لئے زبردست دشمن سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ کی یہاں تک کہ صبح کو دشمن ان پر ٹوٹ پڑا انھیں لوٹا اور ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔

Marfat.com

اپنا محاسبہ والی کے بارے میں حدیث

عن ابی حمید الساعدی قال: استعمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن اللبتیۃ علی صدقات بنی سلیم، فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحاسبہ قال ھذا الذی لکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھلا جلست فی بیت ابیک وبیت امک حتی تاتیک ھدیتک ان کنت صادقا ثم قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخطب الناس وحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال: اما بعد فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما ولانی اللہ فیاتی احدکم فیقول ھذا لکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی، فھلا

Marfat.com

جلس فی بیت ابیہ و بیت امہ حتی تاتیہ ھدیتہ ان کان صادقًا، فواللہ لا یاخذ احد منہا شیئًا بغیر حقہ الا جاء اللہ یحملہ یوم القیامۃ فلا عرفن احدا منکم لقی اللہ یحمل بعیرا لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ تیعر، ثم رفع یدیہ حتی رؤی بیاض ابطیہ اللہم بلغت ۔ رواہ البخاری ومسلم بروایات مختلفۃ ۔

ابو حمید ساعدی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللبتیۃ کو بنی سلیم کے صدقات پر عامل مقرر کیا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نے اس سے محاسبہ کیا تو اس نے کہا یہ آپ کے لئے ہے، اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو سچا ہے تو کیا تو اپنے باپ اور ماں کے گھر میں نہیں بیٹھا تھا کہ تیرے پاس ہدیے آتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ لوگوں کو مخاطب فرمایا، اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اس کے بعد معلوم ہو کہ جن امور کا مجھے اللہ نے والی بنایا ہے ان پر میں تم میں سے بعض لوگوں کو حاکم بناتا ہوں پس تم میں سے ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے " یہ آپ کے لئے ہے اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے، کیا وہ اپنے باپ اور

Marfat.com

مال کے گھر میں نہیں بیٹھا ہے کہ اس کے پاس ہدیہ آئے۔ اگر وہ سچا ہے، خدا کی قسم تم میں سے کوئی اس میں سے کوئی شئے بغیر حق کے نہ لے، ورنہ وہ اسے لادے ہوئے قیامت کے دن اللہ کے پاس آئے گا، میں تم میں سے ایک کو ضرور پہچانونگا جو اللہ کا سامنا اس حال میں کرے گا کہ ایک اونٹ اٹھائے ہوئے ہو گا جو بلبلا رہا ہو یا ایک گائے جو آواز کر رہی ہو یا ایک بکری جو میں میں کر رہی ہو، اٹھائے گا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اتنے اونچے کئے کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی (اور فرمایا) کیا میں نے یہ حکم نہیں پہنچا دیا۔ اسے بخاری و مسلم نے مختلف روایات کے ساتھ روایت کیا۔

لغت

رُغا: اونٹ کی آواز۔

خوار: گائے یا بیل کی آواز۔

تیعر: یعار سے بکری کی آواز۔

Marfat.com

تشریح

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنی مثال سے خلفا اور والیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے عاملوں اور زبردستوں کے محاسبے میں غفلت نہ برتیں اور جن کاموں پر انھیں مقرر کر چکے ہیں ان کے متعلق ان سے باز پرس کرتے رہیں، نہ ان کی طرف سے آنکھیں اور کان بند کر کے بیٹھ رہیں نہ انھیں دولت و ثروت جمع کرنے کے لئے چھوڑ دیں کہ وہ رعیت کے اموال سے چھین چھین کے اپنا گھر بھرتے رہیں اور اس کام میں اپنے عہدہ اور مفوضہ خدمت سے ناجائز فائدہ اٹھائیں جو والی اپنے عمال کی باز پرس سے غافل ہو جاتے ہیں ان کے حکام محاصل عائد کرنے میں لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان سے دولت گھسیٹنے میں طرح طرح کی زیادتیاں کرتے ہیں تاکہ خود ناروا نفع حاصل کریں اور رشوت جمع کریں جیساکہ تمام قوموں میں بعض حاکموں کا حال دیکھا جاتا ہے۔

جس وقت کسی حاکم کو کسی صوبے یا ولایت کا والی بنایا جاتا ہے اس کی حالت افلاس کی وجہ سے ایسی ہوتی ہے جیسی زکوٰۃ کے حقداروں کی ہوتی ہے لیکن حکومت کرتے ہوئے سال دو سال بھی نہیں گزرتے کہ مال و دولت سے ان کی تجوریاں بھر جاتی ہیں اور بکثرت روپیہ

Marfat.com

جمع ہو جاتا ہے، ان کا عہدہ یا نوکری ان پر لعنتوں کی بوچھار کر دیتی ہے جس سے وہ مفسدوں کے شر سے بچنے اور اپنی راحت کے وسائل مہیا کرتے رہتے ہیں۔ جیسے ہی ان کی ولایت کی حکومت میں خرابی سرایت کرتی ہے اس کے زیردست حاکم بھی اس کی ریس کرنے لگتے ہیں اور لوگ ان کی طرف سے ہر قسم کی ایذا اور تکلیف کا شکار بن جاتے ہیں وہ ان کی طرف سہمی ہوئی نظریں ڈالتے ہیں اور اس طرح ڈرتے ہیں جس طرح پرندہ شکاری سے ڈرتا ہے اس کی حکومت سے جان چھڑانے کی تمنائیں کرتے ہیں خواہ انھیں اس کام کے لئے کتنا ہی مال و دولت صرف کرنا پڑے۔ ان حالات سے شورشیں اور بغاوتیں سر اٹھاتی ہیں حکومت کے احکام ٹھکرا دیئے جاتے ہیں۔ طبیعتوں میں شر و فساد جڑ پکڑ لیتا ہے۔ دلوں میں اشتراکیت، بے چینی اور سرکشی کی روح سرایت کر جاتی ہے۔ تم سوچ سکتے ہو کہ جس حکومت کی بنیاد ایسی ہو اس کا کیا حال ہوگا۔ اس میں انقلاب و زوال کے برپا ہونے میں کس شبہ کی گنجائش ہے۔

اس لئے اگر خلفا اور ملوک اپنے والیوں کا محاسبہ کرتے رہیں اور جو بے آئینیاں یا خلاف ورزیاں ان سے سرزد ہوتی ہوں ان پر مواخذہ سے غفلت نہ کریں تو ان میں رعیت کے اندر عدل و مساوات

Marfat.com

قائم کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس طرح حکومت کرنے لگتے ہیں کہ لوگ ہر خوف و خطرے سے محفوظ رہیں وہ ان کی راحت، بھلائی اور ترقی کے لئے خود مشقت اٹھاتے ہیں، آرام طلبی اور سستی کو خیرباد کہہ کر رعیت سے ناحق مال و دولت نہیں چھینتے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دلوں میں اطمینان و سکون کا دور دورہ ہوتا ہے۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں اور امن و عافیت کے سائے میں مصنوعات کو ترقی دینے اور حالات کو سدھارنے میں لگے رہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکموں اور والیوں سے ایسے شخص کی بدانجامی سے ڈرایا ہے جو لوگوں سے وہ کچھ وصول کرتا ہے جس کا اسے کوئی حق نہیں۔ اور اسے اس کی اس گت سے آگاہ فرمایا ہے جو قیامت کے دن بننے والی ہے۔ وہ اس روز ناحق وصول کی ہوئی دولت کو اپنے کندھے پر لادے ہوئے اس خرابی کے ساتھ حاضر ہوگا کہ تمام لوگوں میں اس کے ظلم اور جرم کی اچھی طرح تشہیر ہوگی اور خوب ذلیل و خوار ہوگا۔ کون ہے جو اس قبیح انجام اور ایسی بری نوبت کو دیکھنے اور سمجھنے کے بعد بھی اس قسم کی ذلتیں اپنے لئے پسند کرے گا اور وہ بھی ذرا سے زائل ہونے والے مال اور فنا ہونے والی عزت کے لئے؟

Marfat.com

بیوی اور شوہر!
کیا بلا اجازت رقم لینا جائز ہے

عن عائشۃ رضی اللہ عنہما ان ھندً بنت عُقْبَۃَ قالت یارسول اللہ: ان اباسفیان رجُلٌ شحیحٌ ولیس یُعطِینی مایکفینی وولدی الا ما اَخَذتُہٗ مِنْہُ وھُوَلایَعلَمُ فقال خذی مایکفیکِ وَوَلَدَکِ بالمعروف۔ رواہ البخاری ومسلم۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عقبہ نے کہا یا رسول اللہ، ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے وہ مجھے اتنا نہیں دیتا جو میرے اور میرے لڑکے کے لئے کفالت کرے بجز اس کے کہ جو کچھ میں اس کا مال اس کے نہ جاننے کی حالت میں لے لیتی ہوں، فرمایا جتنا تجھے اور تیرے لڑکے کے لئے معروف طریقے

Marfat.com

پر کافی ہو، اتنا لے لے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

لغت

الشحُّ۔ بخل، حرص کے ساتھ، بخل مال کے ساتھ مخصوص ہے۔ حرص مال اور دوسری چیزوں پر بھی ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب بخل خلق اور طبیعت بن جائے تو اُسے شح کہتے ہیں۔

المعروف: عرف یا رواج کے مطابق جتنا کفایت کرے۔

تشریح

ہند، ابوسفیان صخر بن حرب کی بیوی اور معاویہ کی ماں تھی اس کا باپ عتبہ اور چچا شیبہ اور بھائی ولید جنگ بدر میں مارے گئے یہ واقعہ اسکو بہت کھل گیا۔ جب احد کی لڑائی ہوئی اور اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب شہید ہوئے تو وہ اس بات سے خوش ہوئی۔ ان کے پیٹ پر جھکی اور اسے چیر کر ان کا کلیجہ نکالا اور چبا کر تھوک دیا۔ پھر مکہ فتح ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں ٹھہرنے کے بعد جب اس کا شوہر مسلمان ہو چکا تو یہ بھی اسلام لائی بعض کا قول ہے کہ شوہر سے پہلے مسلمان ہو گئی۔ ابوسفیان صخر بن حرب واقعہ بدر کے

Marfat.com

بعد قریش کا سردار ہوا اور جنگ احد میں انھیں لایا۔ پھر جنگ خندق میں احزاب کو حزیمت دی اس کے بعد جب مسلمانوں کے طلا یہ گردر دستوں نے اسے قید کیا تو فتح کی رات کو اسلام لایا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اسے پناہ دی تھی۔

ہند نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور شکایت کی کہ ابوسفیان دولت و ثروت کے باوجود مجھے اور میری اولاد کو تنگی میں رکھتا ہے۔ میں اس سے اتنا روپیہ نہیں لے سکتی جس سے اپنی اور بچوں کی حالت ٹھیک کر سکوں، میرا کام صرف اسی صورت میں چلتا ہے کہ اس کے علم کے بغیر کچھ روپیہ اسی کے مال میں سے لے لیتی ہوں یہ حالت بیان کر کے اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "یوں گناہ تو نہ ہوگا؟" آپ نے فرمایا "اتنا لے لیا کرو جتنا رواجی طور پر تمھارے اور تمھاری اولاد کے خرچ کے لئے کفایت کر سکے۔

اس حدیث میں کئی احکام ملتے ہیں۔

۱۔ غائب شخص کے لئے فیصلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ہند کے استحقاق نفقہ کا حکم دیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ ابوسفیان کے مال میں سے حسب ضرورت لے لیا کرے" اس

Marfat.com

مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ جب تک غائب شخص کا وکیل یا اس کا ولی دعوای سننے کے لئے حاضر نہ ہو اور اس کے روبرو شہادت اور ثبوت پیش نہ ہو اس کی نسبت حکم لگانے کو جائز نہیں رکھتے کیونکہ ممکن ہے وہ اس دعوے کی مدافعت کرے یا اس کے حریف کے دعوے کو غلط ثابت کردے، اس کا ایک سبب وہ آثار و احادیث بھی ہیں جن سے فریقین میں سے صرف ایک کے قول پر اس وقت تک فیصلہ نہ کرنے کا حکم ملتا ہے جب تک قاضی دوسرے فریق کی بات بھی نہ سن لے اس معاملہ میں حنفیہ نے نفقات اور غیر نفقات میں فرق نہیں رکھا ہے۔ لیکن امام زفرؒ نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نفقات میں غائب پر حکم نافذ کرنے کو جائز رکھا ہے کیونکہ یہ چیز زوجہ کو وہ حق دلانے میں معاون ہوتی ہے جو اُسے اپنے شوہر پر حاصل ہے اور اسی پر مذہب حنفیہ میں عمل کیا گیا ہے کیونکہ وہ اس حالت میں فیصلہ کرنے کو باب فتوای میں شمار کرتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہند سے استحقاق نفقہ کا ثبوت طلب نہیں فرمایا جس میں اس کا اور اس کی اولاد کا نفقہ، زوجیت کی بقا، ہند پر شوہر کی اطاعت کا لزوم، اور اس کا ثبوت کہ اُسے جو کچھ اس کا شوہر دیتا ہے کفایت نہیں کرتا اور جس اولاد کے لئے وہ نفقہ کا مطالبہ کررہی ہے وہ تو نگر نہیں ہے

Marfat.com

وغیرہ امور شامل ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہند نے اس موقع پر اپنے جن لڑکوں کا ذکر کیا تھا ان میں معاویہ بھی تھے جن کی عمر اس وقت اٹھائیس برس تھی اور اتنی عمر والے شخص کا نفقہ طلب کرنے میں اُسے ولایت کا حق نہیں پہنچتا۔ یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فتویٰ تھا، حکم نہ تھا یعنی حکم قضائی یا عدالتی فیصلہ نہ تھا ورنہ فیصلے سے پہلے ان تمام امور کا ثبوت واجب ہوتا۔

(۲) یہ صرف زوجہ کا قول ہے کہ شوہر نے اس کو نفقہ دینے میں عجلت نہیں کی اور نفقہ کا اندازہ کفایت کے ساتھ متعین کیا گیا ہے اگرچہ حنفیہ نے اپنے یہاں کے فتوے کے مطابق اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول (لینفق ذو سعۃ من سعتہ۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے) بھی شامل کر لیا ہے اور ان کا قول ہے کہ نفقہ کا اندازہ زوجین کی حالت کا ایک ساتھ لحاظ رکھ کر کیا جاتا ہے۔

(۳) کسی انسان کے لئے غیر شخص کا ناواجب ذکر استفتا اور شکایت کے طور پر جائز ہے، اس کا شمار حرام غیبت میں نہ ہوگا۔

(۴) اولاد کا نفقہ بشرط حاجت و افلاس واجب ہے۔

(۵) شرعاً جس شخص کا نفقہ کسی پر واجب ہو وہ اس کے مال میں سے بقدر کفایت لے سکتا ہے جب کہ یہ آخر الذکر شخص نفقہ دینے

Marfat.com

میں سے انکار کر رہا ہو۔

(۶) جس شخص کا کسی دوسرے پر حق ہو اور وہ اسے ادا کرنے سے عاجز ہو تو اسے جائز ہے کہ وہ اس کے مال میں سے بقدرِ حق اس کی اجازت کے بغیر لے لے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

(۷) اولاد کا نفقہ روک دیئے جانے، ان پر خرچ کرنے اور ان کی پرورش کے لئے ولایت کا جواز۔

(۸) شرع میں جن امور کی کوئی تحدید نہیں ہے ان میں رواج پر اعتماد کرنا۔

Marfat.com

رشوت اور اس کی مضرتیں ارشاداتِ نبویؐ کی روشنی میں

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنۃ اللہ علی الراشی والمرتشی۔

رواہ الخمسۃ الا النسائی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہے، اس کو پانچوں صحاح والوں نے سوائے نسائی کے روایت کیا۔

Marfat.com

لغت

لعنت : اللہ کی رحمت سے گریز اور دوری۔

الراشی : جو رشوت دے، کسی ذی اثر شخص کا تقرب یا کوئی غرض حاصل کرنے کے لئے۔

المرتشی : رشوت لینے والا۔

تشریح

کسی قوم پر جو بدترین مصیبت نازل ہوتی ہے وہ اس میں رشوت کا پھیلنا اور حکام اور ذمہ دار ارباب حکومت کا ایسی چیزوں کے لئے ہاتھ بڑھانا ہے جن پر ان کا کوئی حق نہ ہو۔ جب یہ آفت عام ہوتی ہے تو کسی حقدار کو جب تک وہ صاحب اختیار حاکم کے پاس رشوت وغیرہ کے ذریعے کوئی وسیلہ نہ پیدا کرے اپنا حق نہیں ملتا۔ نہ کوئی مظلوم اس وقت تک اپنے ظلم کی داد پا سکتا ہے جب تک حاکم مقتدر کو دے دلا کر ہموار نہ کر لے۔ بعض اوقات رشوت کی مقدار پر بحثیں اور حجتیں ہوتی ہیں اور یہ کام بغیر کسی شرم و حیا کے کھلے بندوں سر انجام پاتے ہیں۔ ان حرکات سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں ان کا شمار آسان نہیں۔ اس ضمن میں

Marfat.com

عزت کو بٹہ لگنا حقوق کا غصب ہونا، مہارت وصلاحیت کا ختم ہوجانا۔ سعی وکوشش کا اضمحلال، فرائض ادا کرنے میں کوتاہی، قومی مصالح کی تباہی، امانتِ خدمت میں خیانت وغیرہ خرابیاں ایسی جڑ پکڑ لیتی ہے کہ قومی زندگی میں اچھی صفات معدوم ہوجاتی ہیں لوگوں میں کمزوری اور کاہلی پیدا ہوجاتی ہے قوم کے تمام مفادات مفلوج ہوجاتے ہیں۔ بڑے بڑے ذہین اشخاص کی عقلیں بیکار ہوجاتی ہیں۔ مفکرین کے قوائے فکر جمود میں اور عملی جدوجہد کرنے والوں کے دست وبازو قصور وفتور میں مبتلا ہوجاتے ہیں، پھر ایسی قوم سے کسی بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے جس کی کارگزاری اور صلاحیت کا معیار رشوتیں اور نذرانے ہوں؟ اور ایسی حکومت سے کسی مفید نتیجے کی امید ہوسکتی ہے جس کے حاکموں اور افسروں کا طرح طرح کے ہدیئے اور رشوتیں لینے ہی پر کوئی قدم آگے بڑھ سکتا ہے ورنہ نہیں؟

رشوت کبھی کوئی مستعار لباس اختیار کرلیتی ہے یا مختلف بھیس بدلکر سامنے آتی ہے مثلاً ہدیئے کی شکل میں یا بیع وشراء میں رعایت کے ساتھ یا حاکم کا قرض ادا کرکے، غرض رشوت اس قسم کی بہت سی شکلیں اختیار کرسکتی ہے۔

Marfat.com

اسی لئے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ اور لوگوں کی طرف سے لعنت پڑتی ہے، کیونکہ رشوت دینے والا رشوت لینے والے کو دوسروں کے حقوق تلف کرنے میں مدد دیتا ہے اور لوگوں کے اموال ناحق خورد برد کرنے کا کام اس کے لئے آسان بنا دیتا ہے وہ ایک بری عادت کو نشو ونما دیتا ہے اور اس کی بدولت غیر کے حق کے اندر تصرف کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

رشوت لینے والا دوسرے کا مال ناحق لیتا ہے اور حق کو حقدار تک پہنچنے سے روکے رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے رشوت مل جائے اکثر رشوت دینے والے کو اس روپے کی خود بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے جو وہ بادل ناخواستہ رشوت میں پیش کر رہا ہے۔ رشوت خواہ حقدار کو حق دلانے ہی کے لئے دی جائے تب بھی حرام ہے کیونکہ وہ بلا معاوضہ مال کا حکم رکھتی ہے۔ پھر اس رشوت کی خرابی کا تو کیا ذکر ہے جو کسی شخص پر ظلم کرنے یا مستحق کو اس کے حق سے محروم رکھنے کے لئے دی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہم نے جس کو کسی کام کے لئے نوکر رکھا (اس کے معاوضے کے طور پر) اس کی کچھ روزی مقرر کی ہے۔ اس کے بعد وہ جو کچھ لے گا وہ چوری ہے۔"

علماء نے کہا ہے "جو ہدیئے قاضیوں یا ان کے مثل اشخاص کو

Marfat.com

دیئے جاتے ہیں وہ ایک قسم کی رشوت ہیں۔ کیونکہ جس نے ہدیہ دیا ہے اگر وہ قاضی کے برسرِ حکومت ہونے سے پہلے اُسے ہدیئے دینے کا عادی نہ تھا تو اب اُسے بغیر کسی غرض کے ہدیئے نہیں دیتا اور وہ غرض یا تو باطل چیز کو تقویت پہنچانا ہے یا ہدیئے کے ذریعے اپنے حق کو پہنچنا ہو سکتی ہے یا اپنے حریف کے خلاف مقدمے کو طول دینا۔ ان تمام اغراض سے وہی نتیجہ نکلتا ہے جو رشوت سے نکلتا ہے ان کا اور رشوت کا مرجع و مقام ایک ہی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی طبیعت پر احسان کا ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ احسان کرنے والے سے محبت کرنا آدمی کی فطرت میں داخل ہے اس لئے جب ہدیئے دینے والے کا کوئی مقدمہ قاضی یا حاکم کے سامنے پیش ہوتا ہے اکثر اس کا میلان طبع اس شخص کی طرف ہو جاتا ہے جو اُسے اس کے حریف پر ترجیح دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس موقع پر قاضی کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور وہ دل میں یہی گمان کرتا ہے کہ اس نے حق و صواب کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے۔ حالانکہ یہ سب انھیں ہدایا کی کارفرمائی تھی جو اُسے ملتے رہے ہیں — رشوت کا کام بھی کچھ اس سے زیادہ نہیں ہوتا لہٰذا دونوں برابر ہیں۔

رشوت صرف وہی شخص دیتا ہے جو خائن اور باطل پرست ہو

Marfat.com

اور اُسے قبول بھی ایسا ہی شخص کرتا ہے جو دنی النفس اور کم ظرف ہو اور جس کے دین و شرف میں کوئی خرابی ہو۔

بخاری نے ابو حمید الساعدی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص کو صدقات پر حاکم بنایا۔ اس شخص کا نام ابن الاتبیہ (اور ایک روایت کے مطابق ابن اللتبیہ) تھا جب وہ آیا تو اس نے کہا "یہ تو آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیئے میں دیا گیا ہے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، منبر پر تشریف لے گئے، اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا "اس عامل کا کیا حال ہوگا جسے ہم بھیجتے ہیں اور وہ آکر یہ کہتا ہے، یہ مجھے ہدیئے میں دیا گیا ہے' وہ جو کچھ بھی لائے گا اُسے قیامت کے دن اپنی گردن پر لادے ہوئے پہنچے گا' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند فرمادیئے کہ ہمیں آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آئی (اور فرمایا) کیا میں نے تمہیں یہ بات نہیں پہنچادی ؟ (تین مرتبہ یہی فرمایا)

Marfat.com

جاہ ومنصب کی طلب

تمنّا؟ — یا — استغنا؟

عن عبد الرحمٰن بن سَمُرة قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یا عبد الرحمٰن ابن سمرة لا تسأَلِ الأمارة، فانك لن اعطیتها عن مسئالةٍ وُکِلتَ الیها وان اُعْطِیتَها عن غیر مسئالة اعنتَ علیها

عبد الرحمٰن بن سمرہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد الرحمٰن بن سمرہ امارت کا سوال نہ کرنا، اگر وہ تمھیں سوال کرنے پر دی گئی تو اللہ تمھیں اس کی ذمہ داریوں سے بچائے اور اگر بغیر سوال کے دی گئی تو اللہ اس میں تمھاری اعانت کرے۔

Marfat.com

لغت

امارۃ: مسلمانوں کی حکومت۔

مسألۃ: طلب، اس کے حصول کی کوشش۔

وکلت الیھا: اس کے معنی یہ ہیں۔ اللہ تمھیں اس کی مشقتوں اور ذمہ داریوں سے سلامت رکھے۔

اُعِنتَ علیھا: اللہ تمہیں صحیح راہ کی طرف ہدایت کرے اور اس کی پریشانیوں میں تمھاری مدد کرے۔

تشریح

لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں جو جاہ و منصب کے دلدادہ ہیں اوران کے حصول کے لئے ہر جائز و ناجائز وسیلہ اختیار کرتے رہتے ہیں جب تک یہ امید برنہ آئے وہ چین سے نہیں بیٹھتے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ولایت یا حکومت کا بوجھ بہت بھاری ہے حکومت حاکم سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ عدل و انصاف اور خیر و احسان میں لوگوں کے درمیان مساوات رکھے۔ مطالب کا حصول لوگوں کے لئے آسان بنائے نرمی سے پیش آئے۔ چھوٹے بڑے کا فرق نہ رکھے، ایک گروہ کے

Marfat.com

لوگوں میں اور دوسرے گروہ والوں میں کوئی فرق روا نہ رکھے یہ سب باتیں بڑی احتیاط اور دانشمندی کی محتاج ہیں مگر لوگ جہاں حکومت کی کرسی پر پہنچے ان فرائض کو بھلا دیتے ہیں اور اسے اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کے بر لانے کا وسیلہ سمجھکر اپنے خاندان والوں اور دوستوں اور مددگاروں پر مختلف فائدوں کی بوچھار کرنے لگتے ہیں۔ اپنے دشمنوں پر غصہ کرنے اور ان سے انتقام لینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ انھیں طرح طرح تکلیفیں دیتے ہیں اور ان کے راستے میں ہر قسم کے روڑے اٹکاتے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ جیسے ہی دنیا نے منہ پھیرا اور ان کے منصوبوں اور عہدوں نے ان کا ساتھ چھوڑا، ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ ادھر کرسی گئی اُدھر لوگوں نے آنکھیں پھیر لیں۔ اب خوشامد اور چاپلوسی کرنے والے پاس بھی نہیں پھٹکتے۔

واصنع من الفعل الجميل صنائعا

فاذا عزلت فانها لا تعزل

(اچھے کاموں میں بہت سے کام کر گزرو۔ تاکہ جب تم معزول ہو تو وہ اچھے کام بیکار نہ جائیں)

یہ ریاست و حکومت کی طلب سے دور رہنے کی طرف اشارہ

Marfat.com

کرتی ہے خواہ اس کا طلبگار اس بوجھ کے اٹھانے پر قادر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ حکومت مشقتوں اور صعوبتوں سے خالی نہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو کوئی منصب اس کی طلب و کوشش کے بغیر ملے وہ اللہ کی عنایت و اعانت کے لائق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر حاکم یا والی اللہ کی مدد و رہبری کا محتاج ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں جب ولایت اس قدر خطرناک اور حق سے اتنی دور چیز ہے تو یوسف علیہ السلام نے یہ کہہ کر اسے کیوں طلب کیا "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (اے اللہ مجھے زمین کے خزانوں کا مالک بنا دے، میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں) اور سلیمان علیہ السلام نے یہ کہہ کر اس کی استدعا کی "ھب لی ملکا (مجھے حکومت عطا کر) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات انبیاء کی طرف سے اچھی ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں۔ نہ لغزش کرتے ہیں نہ خطا اور نہ ظلم اور اللہ کی عنایت ہر لمحہ ان کے ساتھ رہتی ہے۔

اس لئے جو لوگ حکومت و ریاست کے حریص رہتے ہوں اور یہ جانتے ہوں کہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں انھیں خدا سے ڈرنا چاہئے اور افراد کے درمیان عدل کرنا چاہئے جس شخص کو کسی بات کی ذمہ داری

Marfat.com

سپرد ہو وہ راعی ہے اور اپنی رعیت کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔ یہ بوجھ بڑا بھاری ہے اور اس کا محاسبہ سخت دشوار اور محاسب وہی حاکم عادل اور لطیف و خبیر خدا ہے جس سے کوئی کوتاہی چھپی نہیں رہ سکتی!

Marfat.com

خالق اور مخلوق

کس کا عتاب موجب اضطراب ہے؟

عن جابر بن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أسخط اللہ فی رضا النّاس سخط اللہ علیہ وأسخط علیہ من ارضاہ فی سخطہ ومن أرضی اللہ فی سخط النّاس رضی اللہ عنہ وأرضی عنہ من أسخط فی رضاہ حتّی یزیّنہ و یزیّن قولہ و عملہ فی عینہ: رواہ الطبرانی

جابر بن عبد اللہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لوگوں کی رضامندی کے لئے اللہ کو ناراض کیا اس پر اللہ ناراض ہوگا اور اس پر اس شخص کو بھی ناراض کرا دے گا جسے اس نے خدا کو ناراض کرکے راضی کیا تھا۔ اور جو لوگوں

Marfat.com

کی ناراضی میں اللہ کو راضی کرے گا۔ اللہ اس سے راضی ہوگا اور اس شخص کو بھی اس سے راضی کرا دے گا جسے اس نے رضائے الٰہی میں ناراض کیا تھا۔ یہاں تک کہ اسے آراستہ کرے گا اور اس کی نظر میں اس کے قول و عمل کو زینت دے گا۔ اسے طبرانی نے روایت کیا۔

تشریح

خدا ہی اس کا حق دار ہے کہ ہم اس کی رضامندی اور ثواب و مغفرت کے حصول کے لئے جد و جہد کریں۔ اسی کے ہاتھ میں ہمارے قلوب اور سارے معاملات ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ وہ مالک الملک اور ذوالجلال والاکرام ہے۔ آدمیوں کی شان و شوکت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو سب اس کے ادنیٰ بندے اور فرمانبردار ہیں۔ ان سب پر اسی کا حکم رواں ہے۔ وہ جب چاہے سرکش سے سرکش کو عاجز و بندۂ فرمان بنا سکتا ہے۔

بندوں پر خدا کی طرف سے جو ذلت و خواری نازل ہوتی ہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ان کی بصیرت جاتی رہتی ہے۔ وہ بڑے

Marfat.com

بڑے حاکموں اور رئیسوں کا تقرب تلاش کرنے لگتے ہیں اور وہی باتیں کہنے لگتے ہیں جوان بڑے لوگوں کو پسند آتی ہیں خواہ اس حرکت میں خدا کے غضب و عتاب کے سزاوار کیوں نہ ہو جائیں۔ وہ امراء و رؤسا کا تقرب، نوکری، مال یا مرتبے کی طمع رکھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ انھیں ان کی مرغوب چیزوں سے محروم بھی کر دیتا ہے اس طرح نہ انھیں دنیا ملتی ہے نہ دین۔

بعض اوقات ایسے لوگ کسی رئیس کے یہاں جاتے ہیں اور وہ کوئی بات چھیڑ دیتا ہے۔ اسی دوران میں اذان کی آواز آتی ہے تو یہ لوگ اس کی بات جاری رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اذان اور دعوت خداوندی پر لبیک نہیں کہتے اس طرح وہ مخلوق کو راضی کرتے ہیں اور خدا کو ناراض حالانکہ (واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین) اگر وہ ایماندار ہوں تو اللہ اور رسول ہی اس کے حقدار ہیں کہ انھیں راضی کیا جائے بعض اوقات یہ لوگ اپنے دوستوں میں بیٹھتے ہیں جو سوائے فحش گوئی یا گناہ کے لئے ساز باز کرنے کے کوئی بات نہیں کرتے جن کے مشورے اور سرگوشیاں ظلم اور نافرمانی رسول کے سوا کسی بات سے متعلق نہیں ہوتیں وہ لوگ جوا کھیلتے ہیں اور شراب پیتے ہیں تو اس جلسے میں ایسے لوگ ان کی خوشامد کے لئے ان افعال کی تعریف کرتے ہیں اور انھیں

Marfat.com

ان کی بدکاریوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں حالانکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے ان پر واجب تھا کہ ان کے ان گناہوں پر انھیں ملامت کرتے یا ان کی مجلس چھوڑ کر چلے جاتے شاید اس طریقے سے انھیں توبہ کی توفیق ہو جاتی لیکن یہ لوگ تو وہ ہیں جو بندوں کا پاس کرتے ہیں خدا کی پروا نہیں کرتے۔

کبھی ایسے اشخاص کو ان کا سردار یا افسر کسی ایسے کام کی دعوت دیتا ہے جس میں فتنے اور شر ہوتے ہیں، کسی کی حق تلفی یا کسی پر ظلم کی ساز باز ہوتی ہے۔ تو یہ لوگ اس کی قربت حاصل کرنے کے خیال سے فوراً اس کام میں شریک ہو جاتے ہیں خواہ اس میں زراعت اور نسل کی کتنی ہی تباہی اور کیسا ہی دور رس شر و فساد ہو۔

ایمان کی علامت یہ ہے کہ تم ایسی بات کرو جس سے اللہ راضی ہو خواہ مخلوق ناراض ہو جائے، تمہارے لئے خدا کے احکام کی اطاعت سب باتوں پر مقدم ہو اور تم اس کی تعمیل میں سب سے پہلے سرگرم رہو اس نے جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے سب سے پہلے اجتناب کرو جو شخص اللہ کی رضامندی کے لئے کوشش کرے گا۔ اللہ اس کا معاون و مددگار رہو گا۔

Marfat.com

Marfat.com